مؤلف

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ

سابق رکن قومی اسمبلی و سربراہ کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام

مؤلفہ

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ

سابق رکن قومی اسمبلی و سربراہ کل پاکستان جمیعۃ علماء اسلام

مکی دار الکتب

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

کتاب : جنگ سیرۃ نبویؐ کی روشنی میں

مصنف : مولانا غلام غوث ہزاروی

اہتمام : محمد عباس شاد

ناشر : جاوید اقبال ۔ محبوب الرحمٰن انور

اشاعت : دسمبر ۱۹۹۶ء

مطبع : حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز لاہور

برائے : مکی دارالکتب ۔ لاہور

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حربی قیادت

مقدمہ از مؤلف

پہلا باب

جنگ اور سربراہی کیلئے معیار

بنی اسرائیل نے اپنے ایک پیغمبر سے درخواست کی کہ ہمارے لیئے بادشاہ مقرر فرمادیں تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں۔ پیغمبر علیہ السلام نے معمولی تبادلہ خیالات کے بعد فرمایا۔

قال لھم نبیھم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا ہ

ترجمہ :- ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کردیا ہے۔

اس پر سرمایہ داروں نے نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا۔

انہ انی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک منہ ولم یؤت سعۃ من المال ہ

اس کو ہم پر بادشاہی کیونکر ہو جبکہ ہم بادشاہی کے لئے اس سے زیادہ حقدار ہیں اور اس کو تو مال کی فراوانی بھی حاصل نہیں۔

بنی اسرائیل نے بادشاہی کے لئے مال وزر کی فراوانی بھی ضروری سمجھی۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے جواب دیا۔

قال ان اللہ اصطفٰہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم ۵

ترجمہ :- اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے لئے چُن لیا ہے (وہی بادشاہ ہوگا) اور اس کو جسمانی کمال اور علمی وسعت عطا فرما دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام معجز نظام میں ملکی نظام (بادشاہت) اور جنگی ضرورت کے لئے دو باتوں کو معیار مقرر فرمایا، جسمانی کمال اور علمی وسعت۔

آپ صلّی اللہ عَلَیہِ وسلّم کی وسعتِ علمی

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو علوم باطنی اور معارف لدنی کے سوا شرعی احکام اور ان کے اسرار کا علم تو حاصل ہی تھا نظام عالم کے اصول اور ملکی نظم ونسق کے قواعد بھی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بدرجۂ اتم عطا فرما دیئے تھے۔ چاہے وہ حالت جنگ کے ہوں یا حالت صلح کے۔

اگلے پچھلوں کے سارے علوم اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مرحمت فرما دیئے تھے بھلا اصولِ جنگ ان سے کس طرح مستثنیٰ ہو سکتے تھے۔

جسمانی کمال

آپؐ علیہ السلام کے جسمانی کمال کا کیا کہنا! صحیح اسمٰعیلی میں روایت ہے اور ابونعیم نے حلیہ میں روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو چالیس مردوں کی طاقت دی تھی۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے حقیقی اعتدال بخشا تھا۔ آپؐ کے اعضاء سڈول اور متناسب تھے جسے حسن وجمال کہا جاتا ہے، اسی طرح آپؐ کے عناصر اور خلطوں کا امتزاج بھی حدِ اعتدال میں تھا۔ اس لئے آپؐ کی جسمانی طاقت بھی حد کمال پر تھی جس کا مظاہرہ کبھی آپؐ نے بلا شدید ضرورت نہیں کیا۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ مشہور ہے کہ عرب کا رکانہ نام ایک مشہور پہلوان تھا جس کا مقابلہ دور دراز تک کوئی نہیں کر سکتا تھا اس نے ایک بار آپؐ کو چیلنج کیا کہ مجھ سے کشتی لڑیں۔ آپؐ

نے فوراً اس کا چیلنج قبول کر لیا۔ آپؐ نے اس کو زمین پر دے مارا۔ اس کی درخواست پر دوبارہ کشتی ہوئی۔ آپؐ نے اس کو پھر پچھاڑ دیا۔ تیسری بار بھی اس کی خواہش پر کشتی ہوئی پھر بھی وہی نتیجہ ہؤا۔ وہ حیران رہ گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا بعضوں نے فتح مکہ میں اس کا مسلمان ہونا لکھا ہے۔ غزوۂ خندق میں ایک پتھر چٹان کا کسی سے نہ ٹوٹنا اور آپؐ کی ضرب سے اس کا پاش پاش ہو جانا بھی اس کی صاف دلیل ہے۔ باقی جسمانی کمالات یعنی جرأت بہادری اور حوصلہ وغیرہ کا اندازہ آپؐ جنگِ بدر، جنگِ حنین، خندق اور اُحد کی لڑائیوں سے لگا سکتے ہیں اور اگر آپؐ کی جنگ کی کارروائیوں پر نظر ڈالی جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ حربی اور جنگی دنیا میں آپؐ کی مثال نہیں مل سکتی اور آپؐ جسمانی طاقت اور تدابیر میں بھی اپنی نظیر آپؐ تھے۔

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجاست

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جامع شخصیت

بہرحال آپؐ کی جو حیثیت بھی دیکھیں چاہے سیاسی ہو یا فوجی، اخلاقی ہو یا اصلاحی ہر ایک میں آپؐ کی نبوت کی جھلک نمایاں نظر آئے گی۔ میں بعض مؤرخین کے اس خیال سے متفق نہیں ہوں اور نہ یہ بات مفصل حالات پڑھنے کے بعد قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے کہ آپؐ کی فوجی کامیابیاں صرف آپؐ کے بلند انسانی صفات اور بہترین جنگی قابلیت کا نتیجہ تھیں۔ ان میں خارقِ عادت اعجاز کا کوئی دخل نہ تھا اور نہ یہ غیبی امور کی مرہونِ منت تھیں۔ میں کہتا ہوں آپؐ کی مبارک زندگی کے تمام پہلوؤں میں حسن و جمال اور ترتیب و تنظیم۔ نیز بہترین اصول کار کا تمام پہلوؤں میں اجتماع بجائے خود معجزہ تھا۔ کیونکہ کسی انسان میں اس طرح کی جامعیت عادۃً ناممکن ہے۔ مثلاً آپؐ کے عظیم فاتح ہونے اور عمر بھر کے دشمن اور خون کے پیاسے لوگوں

پر غالب آنے کے باوجود دس ہزار جرار و قُدّوسی لشکر کے ہمراہ مکّہ معظمہ میں داخلہ میں عدل و انصاف ۔ حلم و بُردباری ۔ عفوو درگذر اور تواضع و انکسار کا مظہر ہے ۔ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے ۔

اسی طرح ملک بھر کی دولت مدینہ منورہ میں سمٹ آنے ۔ دُنیا کے باجبروت بادشاہوں پر رُعب قائم ہونے اور سب کچھ کر سکنے پر قادر ہونے کے باوجود آپؐ کے چٹائی پر آرام فرمانے اور چٹائی کے نشانات کا جسم اطہر میں ظاہر ہونے نیز مہینوں صرف کھجور ۔ دودھ یا صرف جو کی روٹی پر گذر اوقات کرنے کی مثال ڈھونڈنی لاحاصل ہے ۔ نہ ہی از آدم تا ایں دم کوئی ایسی برگزیدہ ہستی تبلا سکتا ہے ۔ جس نے اپنی پاک تعلیمات اور مؤثر صحبت سے ایک طرف مضبوط و مستحکم نظام حکومت قائم کر کے ایک گری ہوئی کمزور خانہ جنگی کی شکار اور تمام وسائل ترقی سے محروم قوم کو دنیا بھر میں بلند و بالا اور اقوام عالم کا فاتح بنا ڈالا تو دوسری طرف اسی وقت آپؐ نے ان کا تعلق رب العزت جل و علا سے اس درجے جوڑ دیا جس سے زیادہ انبیاء علیہم السلام کے سوا ناممکن ہے ۔ اور ان کے اخلاق اور زہد و تقویٰ کو اسطرح روشنی جلادی کہ وہ ساری دنیا کے مربّی اور مزکّی بن گئے ۔ بہرحال آپؐ کا وجود باجود معجزہ تھا ۔ اسی طرح اس میں شک نہیں کہ آپؐ کی فوجی کامیابیاں آپؐ کی بہترین قابلیتوں اور صلاحیتوں کا نتیجہ ہیں لیکن تمام کی تمام حروب اور جنگوں میں آپؐ کی وہ مؤثر اور کامل تدابیر و ہدایات جن کو سُن کر یا دیکھ کر دنیا کے بڑے بڑے جرنیل عش عش کرتے اور اس فن میں آپؐ کا لوہا ماننے پر مجبور ہوتے ہیں ۔ اگر یہ معجزہ نہیں تو کیا ہے ۔ یا یوں سمجھو کہ آپؐ کے آخری اور کامل نبی ہونے کی وجہ سے آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے زندگی کے ہر ہر شعبہ کے لئے بہترین رہبر اور کامل ہادی بنایا ۔ جہاں آپؐ نے سیاسی اعتقادی اور اخلاقی انقلاب برپا کیا وہاں آپؐ نے فن حرب میں بہترین رہنمائی فرمائی ۔ آپؐ نے اپنی مدنی ۹ سالہ جدوجہد کے زمانہ میں جو جنگی مہمات سرکیں اور جن جن اصولِ جنگ پہ عمل کیا وہ یا تو آپؐ ہی کے ایجاد تھے یا عرب میں بالکل نئے تھے یا ایسے مستحکم اصول تھے کہ آج تک انہی پر عمل ہو رہا

ہے۔ پھر ان تمام اصولوں یا مہمات میں انسانی شرافت اور امن وسلامتی کا پہلو نمایاں ہے۔
یہ سب کچھ ایک ایسی ہستی سے ہوا جس نے کسی جنگی اسکول میں ٹریننگ حاصل کی ہو جو اُمی ہو اور جو تیرہ سال مسلسل رُوحانی اور اخلاقی جدّ وجہد کے عوض ناگفتہ بہ مصائب و آلام کا شکار رہی ہو وہ ہستی خدائی اجازت ملتے ہی دُنیا کے عظیم ترین سپہ سالار کے کردار کا مظاہرہ کرتی ہے۔ پھر ان تمام امور کے ساتھ مذہبی، اخلاقی اور روحانی مہم دن بدن روبہ ترقی ہی نہیں بلکہ انتہا تک پہنچ جاتی ہے۔ اب آپ فرمائیں کہ انسانی قتل جیسے بدترین فعل کو بلند ترین مقاصد اور محض رضاءِ الٰہی کے لئے استعمال کر کے اس کو عبادت اور وصول الی اللہ کا ذریعہ بنا دینا اور پھر اس کے ساتھ خدا ترسی و حق پرستی کا اعلیٰ معیار قائم کر کے اس پر خود چلنا اور سارے ساتھیوں کو چلانا کیا آپؐ کے نبیؐ صادق ہونے کی قطعی دلیل نہیں ہے۔

لمن کان لہٗ قلب او للقی السمع وھو شھید ۰
ترجمہ: یہ اس کے لئے ہے جس کے سینے میں دل ہو یا دل کے کانوں سے سُنے۔

دوسرا باب

مجھے اس موضوع پر لکھنے کا خیال تب پیدا ہوا جب میں نے قاہرہ مصر میں علامہ محمود شیت کی تصنیف "الرَّسُوْلُ القَائِدُ" کا چند دن مطالعہ کیا۔ اس کتاب میں مصنف نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے حربی پہلو اُجاگر کر کے آپؐ کے وہ کمالات بتائے ہیں جو رہتی دُنیا تک مسلّم ہیں، مگر افسوس یہ ہے کہ انہوں نے ان باتوں کو آپؐ کی ذاتی اور اعلیٰ شخصیت کی صفات قرار دے کر نبوّت و اعجازِ نبوّت سے ان کو بالکل علیحدہ کیا ہے حالانکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے سارے کمالات بلکہ ارشادات بھی مبداءِ فیاض (جلّ و علا) کے عظیم فیضان کا نتیجہ اور آپؐ کے معجزات تھے مجھے تو یقین ہے کہ آپؐ کا ہر قول و فعل معجزہ تھا۔
چنانچہ اگرچہ میں نے اس کتاب سے بہت استفادہ کیا بلکہ اس کے اکثر حصّوں کا اردو ترجمہ

کر دیا ہے مگر اس کتاب کی مذکورہ کمی کو پورا کرنے اور اردو میں ذرا تفصیل سے اس موضوع کو اجاگر کرنے کی خاطر میں نے اس حصّہ کو لکھنا مناسب سمجھا اور چونکہ ہمارے دعوے کی تصدیق اس وقت تک نہ ہو سکتی تھی۔ جب تک دنیا کے بلند ترین فوجی ماہرین کی آراء اور عمل سے ہم ان اصول کی توثیق نہ کر دیں۔ اس لئے میں نے "فنِ سپاہگری" نام کتاب کا مطالعہ کیا۔ یہ کتاب ایلفرڈ ایچ برن کی تصنیف ہے۔ جس کو ہم یہاں صرف کرنل برن کہیں گے۔ اس کتاب کا انگریزی نام "دی آرٹ آف وار اِن لینڈ" ہے۔ راولپنڈی کے ملٹری ٹریننگ ڈائریکٹوریٹ جنرل سٹاف برانچ جی ایچ کیو نے اس کا اردو ترجمہ "فنِ سپاہگری" کے نام سے شائع کیا۔

اس کتاب میں صرف ایک فوجی افسر کرنل برن کی رائے نہیں ہے۔ بلکہ انہوں نے اس تصنیف میں بیسیوں بڑی بڑی لڑائیوں کا مفصل حال بیان کرتے ہوئے نپولین بوناپارٹ۔ فیلڈ مارشل لارڈ ویول۔ ولنگٹن۔ مسٹر چرچل جنرل رومیل۔ جنرل منٹگمری، جنرل الگزانڈر۔ سکندرِ اعظم اور لارڈ کچنر جیسے عظیم فاتحین اور کمانڈروں کی رائیں درج کی ہیں۔ ان میں تقریباً وہی اصول ہیں۔ جن پر چودہ سو سال قبل سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے عمل کیا اور کرایا۔ بہر حال میں نے کرنل برن صاحب کے اصولِ جنگ اور علامہ خطّاب محمود شیت صاحب کے بیان کردہ مبادی حرب کو اکٹھا کر کے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے تاریخی واقعات کو ان پر منطبق کیا ہے۔

آپؐ کے تاریخی کارناموں کا زیادہ حصّہ کتبِ سیرت اور حدیث سے ماخوذ ہے میں نے جناب اکبر خان نجیب آبادی کی تاریخ اسلام جس کو نفیس اکیڈمی و مسعود پبلشنگ ہاؤس کراچی نے شائع کیا ہے سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ بہر حال یہ پیارے رسول کی مقدّس زندگی کا صرف ایک ہی پہلو ہے جو آپؐ کی پیغمبرانہ حیات یعنی ۲۳ سالوں میں سے دو ہجری سے نو ہجری تک کے سات سالوں کے واقعات پر مشتمل ہے۔ ان سات سالوں میں بھی آپؐ نے اس ضمنی شغل کے سوا پیغمبرانہ امور کی بھی تکمیل کی جن سے آپؐ نے لاکھوں انسانوں کو

دنیا کا معلم۔ جہان کا فاتح خدا کا ولی۔ انسانیتِ کاملہ کا نمونہ۔ مبلغِ اعظم اور خلافت الٰہیہ کا مصداق بنا ڈالا تھا۔ وہ آپؐ کا اصل کارنامہ اور نبوت کا فرض منصبی تھا۔ مگر آپؐ کی یہ صحیح ضمنی مہمات بھی فرائض نبوت اور تعمیل احکام الٰہیہ میں شامل اور حامل اعجاز ہیں۔

تیسرا باب

جنگ کے مبادی اور اصول

جناب محمود شیت صاحب نے جنگ کے دس مبادی بتائے ہیں:۔

(۱) مقصد کا یقین:۔ یعنی نصب العین۔ جو ہر وقت پیش نظر رہے اور جنگ کے تمام حالات اس مقصد کے گرد گھومیں۔

(۲) تعرض و جارحانہ کارروائی:۔ فاتح بننے کے لئے یہ ضروری ہے ورنہ دفاع میں کامیاب ہونے سے صرف اپنا بچاؤ ہوتا ہے۔ پہل کرنے میں فتح ہو تو دوسرے کے علاقے حاصل ہوتے ہیں۔

(۳) مباغتۃ:۔ کرنل برن کے مترجمین نے اس کو ناگہانیت سے تعبیر کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دشمن پر اچانک حملہ ہو یا اس کے خلافِ توقع چال چلی جائے۔

(۴) تحشید القوۃ:۔ یعنی مادی اور معنوی قوت کی تیاری۔

(۵) اقتصاد فی المجھود:۔ کرنل برن نے اس کو فوج کی بچت کے نام سے لکھا ہے۔ لیکن اس کو میانہ روی کہنا زیادہ مناسب ہے۔

(۶) امن:۔ اس کو کرنل برن نے صیانت سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی فوج وغیرہ کو دشمن سے بچانا۔

(۷) مرونت:۔ اس کو کرنل برن صاحب نے نہیں لکھا لیکن یہ جنگ کے لئے نہایت

ضروری ہے۔ مرونت کے معنے ٹریننگ ہے جس کے بغیر کام چل ہی نہیں سکتا۔

(۸) تعاون :۔ ایک فوج یا متعدد افواج یا مختلف قسم کی طاقتوں کا ایک دوسرے کی مدد کرنا۔

(۹) معنویات کی بلندی :۔ اس کا مطلب اخلاقی اور معنوی صفات کا بلند ہونا ہے۔ کرنل برن نے اس کا ذکر ہی نہیں کیا۔ حالانکہ اس کے بغیر کمزوری دُور ہی نہیں ہو سکتی۔

(۱۰) انتظامی امور :۔ اگر سب کچھ ہو مگر سپہ سالار میں انتظامی قابلیت نہ ہو تو سارے کے سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔

اصولِ جنگ کرنل برن نے آٹھ بیان کئے ہیں۔ (۱) مقصود کی لگن (۲) جارحانہ کارروائی (۳) ناگہانیت (۴) اجتماع (۵) فوج کی بچپت (۶) صیانت (۷) حرکت۔ (۸) تعاون، یہ اصول جناب محمود شیت صاحب کے دس اصول جنگ کے اندر ہی ہیں۔

چوتھا باب

انتصار

جناب محمود شیت صاحب نے اختصار کر کے جنگ میں کامیابی کے چار اسباب بیان کئے ہیں :۔

(۱) قیادت عبقریہ یعنی بہترین اور مثالی قیادت کہ سپہ سالار نہایت ہی قابل ہو۔

(۲) فوج امتیازی صفات رکھتی ہو۔

(۳) جنگ عادلانہ ہو۔

(۴) دشمن کمزور ہو۔

چونکہ محمود شیت صاحب نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی تمام حربی کامیابیوں اور جنگی بالا دستیوں کو ظاہری اسباب سے وابستہ کیا ہے اس لئے انہوں نے ان اسباب میں اس وقت کے دشمنانِ اسلام کی کمزوری بھی ثابت کی ہے۔ کہ ان کی قیادت ایک نہ تھی نہ اغراض و مقاصد ایک تھے۔

حالانکہ یہ کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ اسمیں شک نہیں ہے کہ عربوں کے قبائل مختلف تھے اور انکے مقاصد جنگ بھی دنیوی منافع تھے اور مختلف قبائل کے رئیس بھی جدا جدا تھے مگر اسلام کے مقابلہ میں وہ سب ایک تھے۔ ان کا اہم و اقدم مقصد اسلام کا استیصال اور نئے مذہب کو ختم کرنا تھا۔ اسمیں وہ متحد تھے پھر سب سے بڑے دشمن قریش تھے جن کی تہذیب، طاقت، ثروت اور بہادری سارے عرب میں مسلّم تھی اور وہ مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ کے مجاور اور حاجیوں کے خدمت گار ہونے کی وجہ سے مقبول بھی تھے۔ ان کا سپہ سالار پہلے عتبہ اور بڑا ابوجہل تھا۔ ان کے مرنے کے بعد آخر تک ان کا سردار اور سپہ سالار ابوسفیانؓ رہا۔ اسلام کے مقابلہ میں ان کی طاقت کا اندازہ اس سے لگالیں کہ سیکڑوں مسلمان ہوجانے کے بعد بھی ان کو مکّہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ منوّرہ ہجرت کرنی پڑی۔ پھر ان قریش نے اہلِ مدینہ کو تہدیدی خط لکھا اور دھمکی دی کہ اگر تم نے ہمارے دشمنوں کو پناہ دی تو مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے۔

پھر بدر میں پوری طاقت سے چڑھائی کی۔ ضعف و قوۃ کا مقابلہ ساری دنیا کو معلوم ہے۔ اُحد کی جنگ میں تین یا پانچ ہزار کا لشکر لے کر آئے اور مسلمانوں کو ان کے شہر کے پاس عظیم نقصان پہنچاگئے۔ اس کے بعد خندق کے موقع پر دس ہزار یا ۲۴ ہزار کا لشکر جمع کرکے لائے جو کم و بیش پچیس دن تک خندق پار کرنے اور محصور مسلمانوں کا خاتمہ کرنے کی تدبیریں کرتے رہے۔ کسی وقت انہوں نے صحابہؓ کو حملے سے فارغ نہیں رہنے دیا۔ بہر حال مالی طور پر ہو یا عددی طور پر۔ رسوخ کی حیثیت سے یا شہرت کی حیثیت سے۔ مشرک۔ مسلمانوں سے کسی طرح کمزور نہ تھے۔ ان کو بزدل سمجھنا بھی غلط تکلف ہے۔ سارے سرداروں نے لڑ کر

جانیں دیدیں۔ انکی عورتوں تک نے میدانِ جنگ میں کارہائے نمایاں کئے بہر حال دشمن کی کمزوری کو قطعاً اہلِ اسلام کی کامیابی میں دخل نہیں تھا۔ البتہ یہی تین باتیں۔ اعلیٰ قیادت ممتاز لشکر اور عادلانہ جنگ ضرور مسلمانوں کی فتح و نصرت کے اسباب تھے مگر یہ سب کچھ نبوت اور پیغمبرانہ قیادت و قابلیت کا کرشمہ تھا۔

اگر اہلِ اسلام میں قیادت یا مقصد کی وحدت تھی یا دوسرے اسباب انتصار تھے تو یہ سب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی برکات تھیں اور یہی ہمارا مقصد ہے کہ ان حالات و ظروف میں جبکہ آپؐ کی مصروفیات و مشکلات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں دیگر عظیم تبلیغی کامیابیوں اور پیغمبرانہ فرائض کے ساتھ ساتھ فوجی اصول و قواعد کی ایجاد دیا پابندی اور بہترین نتائج کے حصول کو آپؐ کا معجزہ قرار نہ دیا جائے تو کیا کیا جائے؟ خاص کر جبکہ بیسویں صدی عیسوی تک کے تمام جدید قسم کے مصنفین یا جرنیل ان ہی اصول کو مانتے اور ان پر عمل کرتے ہیں۔

پانچواں باب

اسبابِ انتصار کی تفصیل

جناب محمود شیت صاحب نے اپنی متذکرہ تین باتوں کی تفصیل لکھی ہے جس کو اختصار سے لکھا جاتا ہے۔ کامل قائد کے لئے یہ باتیں ضروری ہیں۔ (قیادتِ عبقریہ) (۱) صحیح اور سریع تجاویز دینا (۲) شخصی شجاعت کا ہونا (۳) ارادے کا قوی ہونا۔ (۴) ذمہ داری کو بلا تردد سنبھالنا (۵) مبادی حرب سے واقف ہونا (۶) حوصلہ پیشقدمی اور تکلیف دونوں حالتوں میں اوسان قائم رہیں اور حوصلہ بلند رہے (۷) دور بینی (۸) ماتحتوں

کی نفسیات اور قابلیت کو جانتا ہو (۹) اس کا لشکر پر اعتماد ہو اور لشکر کا اس پر اعتماد ہو (۱۰) اس کے اور فوجوں کے درمیان دوطرفہ محبت ہو (۱۱) شخصیت قوی ہو (۱۲) بدنی قابلیت مسلّم ہو (۱۳) شریفانہ اور بزرگانہ زندگی سب کو معلوم ہو۔ ماضی بے داغ ہو۔ جانے پہچانے بزرگ اور واجب التعظیم ہوں (۱۴) فوج اور رعایا کے ساتھ مساوات کا سلوک ہو (۱۵) باہمی مشورہ کرتا ہو (۱۶) اسالیبِ جدیدہ یعنی جنگ میں حسبِ ضرورت نئے نئے اُسلوب اختیار کرسکتا ہو۔

فوج کی امتیازی حالت

(۱۷) لڑنے والے راسخ العقیدہ ہوں اور اس عقیدے کی حفاظت کے لئے لڑتے ہوں (۱۸) فوج کی معنوی اور اخلاقی حالت بلند ہو (۱۹) ضبط ونظم اور ڈسپلن (۲۰) تدریب جید یعنی اچھی ٹریننگ ہو (۲۱) تنظیم صحیح ہو (۲۲) تسلیح ممتاز ہو یعنی حتی الامکان اچھے ہتھیاروں سے مسلح ہو۔

حربِ عادلہ

(۲۳) جنگ دفاع ہو یعنی ضرورۃً لڑی جائے تاکہ آزادی فکر اور تبلیغ اسلام کی راہ کی رکاوٹیں دور کی جاسکیں (۲۴) مقصد امن ہو لیکن صرف ڈھونگ بیبی کے لئے نہ ہو، جیسے آج کل کی بڑی بڑی طاقتیں اغراضِ مشئومہ کو چھپانے کے لئے امن امن کا نعرہ لگاتی ہیں۔ مگر اسلام نے امن کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا اور کسی وقت اس کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آپؐ نے متفرق خانہ جنگی کے شکار برباد وتباہ حال، عربوں کو جہاں راستے بھی محفوظ نہ تھے ایک کرکے پائیدار امن قائم کردیا اور سب کو انسانیت کا خادم بناڈالا۔

رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

(۲۵) حقوق انسانی محفوظ ہوں یعنی غیر مضافی آبادی کا احترام ہو۔ قیدیوں سے حسن سلوک مقتولوں کو دفن اور زخمیوں کا علاج کیا جائے چاہے دشمن کے ہوں۔ عورتوں، بچوں کو کچھ نہ کہا جائے (۲۶) حرب عقیدہ ہو۔ اغراض شخصی اور خود غرضانہ نہ ہوں (۲۷) جنگ نوعِ انسانی کے لیے لڑی جائے۔ عصبیت۔ عنصریت اور جنسیت و قومیت کے لئے نہ ہو۔ (۲۸) حرب مادی اغراض کے لئے نہ ہو کہ مال بٹوریں۔ ملک وسیع کریں۔ لوگوں کو غلام بنائیں صرف آزادی تبلیغ اور حریت انسانیت کے لئے ہو۔

کُل اصولِ جنگ

گویا اسلامی جنگ کو ہم حربِ مثالی کہہ سکتے ہیں جس کا مقصد نہ استعمار ہو نہ استحصال اور نہ ہی مادی ذرائع کا حصول ؂

جنگِ شاہان جہاں غارت گری است
جنگِ مومن سُنّتِ پیغمبری است

یہ اٹھائیس اصول ہوں یا پہلے کے دس اصول جنگ۔ ان کا تعلق فوج قائدِ فوج اور مقصدِ جنگ سے ہے۔ ان میں اب گوریلا جنگ۔ سرد جنگ اور دشمن کی اقتصادی ناکہ بندی وغیرہ ملا دیں تو کل پچاس اصول ہو جاتے ہیں۔ ان کا زیادہ تر تعلق سپہ سالار اور قائدِ فوج سے ہے۔ خاص کر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے سلسلہ میں تو فوج یعنی صحابہؓ کا سارا کردار اخلاص اور عمل آپؐ ہی کی طرف منسوب ہے اور آپؐ ہی نے ان کو آخرت، اخلاصِ نیت اور اعلاء کلمتہ اللہ کی لگن لگائی۔ آپؐ ہی نے رہنمائی فرمائی اور آپؐ ہی نے ان کو حضیضِ ارض سے نکال کر معراجِ کمال تک پہنچایا۔ اس لئے میں یہاں پہلے اجمالاً

ان اصول کا ذکر کرتے ہوئے ان کو اختصار سے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے اعمال پر منطبق کروں گا۔ اس کے بعد تفصیل سے تمام لڑائیوں کا ذکر کیا جائے گا۔ جس سے گذشتہ انطباق کی تصدیق ہو سکے گی۔

جن کا تعلق جنگ اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے ہے۔ میں نے اس مختصر میں تزویرات اور تدبیرات کی بحث بے ضرورت سمجھ کر نظر انداز کر دی ہے۔ تزویرات جنگ کے ان اہم لوازم کو کہتے ہیں جو جنگ سے پہلے اختیار کئے جاتے ہیں۔ ان میں سب سے اہم بات فوج کی بڑی طاقت کو اس مقام تک پہنچانا ہے جہاں حقیقی اور فیصلہ کن جنگ ہونی ہے۔ تدبیرات جنگ کی ان تجاویز کو کہتے ہیں جو میدانِ جنگ میں اختیار کی جاتی ہیں۔ میں نے اختصار اور عام فہم کرنے کی خاطر مختلف باتوں کو اکٹھا اور مسلسل بیان کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین۔

غلام غوث ہزاروی

سربراہ جمعیۃ علماءِ اسلام کل پاکستان

ممبرِ قومی اسمبلی پاکستان۔ اسلام آباد

راولپنڈی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مُسلّمہ اصُولِ جنگ

اور

سَروَرِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہِ وَسلّمْ

(حصّہ اوّل)

(۱) عادِلانہ وشریفانہ جنگ :

دوسرے لوگ۔ لڑائی سلطنت کی توسیع یا کسی دنیوی مقصد کے لئے کرتے ہیں۔ اسی لئے اس میں ہر طرح کے جائز و ناجائز ذرائع استعمال کرتے ہیں اور ہر طرح کے جائز و ناجائز اعمال اختیار کرنے میں ذرا بھی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ حتّٰی کہ اس ترقی یافتہ زمانہ میں غیر مصافی آبادی (جو لوگ جنگ میں شریک نہ ہوں) یعنی عام آبادی پر بم برساتے ہیں بلکہ نیپام بم برسا کر انسانوں کو جلا کر راکھ کر دیتے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرتے ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو جنگ بھی کی، مجبوری سے کی اور محض اس وجہ سے کی کہ دعوت اسلامی کی آزادی ہو۔ ہر شخص کو آزادیٔ رائے حاصل ہو جائے۔ مظالم سے نجات اور خدا تعالیٰ سے لگاؤ پیدا ہو۔ اسی لئے اس جنگ کا مقصد نہ استحصال تھا نہ استعمار اور نہ یہ جنگ ذاتی اغراض یا کسی طبقہ کے مفاد کے لئے تھی۔ بلکہ بنی نوع انسان اور جملہ خلائق کے فائدہ کے لئے تھی۔ اس لئے جس نے بھی اسلام کی اطاعت قبول کی اس کا مال و دولت بلکہ اس کی

حکومت بھی اسی کے پاس رہنے دی گئی۔ اس پاک مقصد کے حصول کے لیئے جو لڑائی لڑنی پڑی۔ اس میں بھی صاف صاف احکام تھے۔ کوئی بوڑھا، کوئی بچہ اور کوئی عورت قتل نہ کی جائے۔ لڑائی سے دُور رہنے والی شہری آبادی کو کچھ نہ کہا جائے۔ عبادت گاہوں میں عابدوں کو نہ چھیڑا جائے۔ عہد شکنی نہ کی جائے۔ کسی کو بے گناہ نہ مارا جائے۔ بدکاری نہ کی جائے۔ نماز روزہ کی پابندی کی جائے۔ کسی مذہب میں مداخلت نہ ہو۔ کسی گرجے یا مندر کو نہ گرایا جائے۔ جنگ میں کسی کی ناک کان اور اعضاء نہ کاٹے جائیں۔ کسی مقتول کی توہین نہ ہو۔ قتل کے لیئے ذلیل اور تکلیف دہ ذریعے اختیار نہ کئے جائیں۔ دشمن کی لاشوں کو بھی دفن کیا جائے۔ ان کے مریضوں کا علاج کیا جائے۔ عین حالتِ جنگ میں جو امان مانگے اس کو امان دے دو بلکہ اگر ایک مسلمان جس کو امان دیدے۔ اس کی پابندی تمام مسلمانوں کو کرنا پڑے گی۔ اس شخص کو کوئی دوسرا مسلمان بھی قتل نہیں کر سکتا۔ رات کو حملہ نہ کیا جائے۔ صلح کی درخواست قبول کر لی جائے۔ قیدیوں سے بہترین سلوک کیا جائے۔

بہرحال سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی ہر جنگ عادلانہ تھی جس کا مقصد صرف عدل و انصاف کا قیام تھا۔ اسی طرح شریفانہ تھی جس میں کسی ذلیل اور ننگِ انسانیت فعل کی اجازت نہ تھی اور ایسا کرنے والے سے جواب طلبی ہوتی تھی۔

(۲) "بچت" (انسانی جانوں کا کم سے کم نقصان)

اس سے بڑھ کر کوئی خوبی کسی فوجی جرنیل میں نہیں ہو سکتی کہ کامیابی حاصل کرنے کے لیئے کم سے کم انسانی جانیں ضائع کرے۔ اس لحاظ سے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی مثال دنیا بھر میں نہیں مل سکتی۔ آپؐ کو ہجرت کے بعد بیسیوں لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ عرب کے سینکڑوں قبائل سے مقابلہ تھا۔ تمام ملک پہاڑوں اور ریتیلوں سے گھرا ہُوا تھا۔ آپ نے تمام قبائل۔ تمام سردارانِ قبائل بلکہ ملک کے ہر ہر حصّے کو ملا کر ان کی عداوتیں اور پرانی

دشمنیاں ختم کرادیں اور ایک مضبوط عرب سلطنت کی بنیاد ڈال دی جس کو ہم سلطنت صرف سمجھانے کے لئے لکھتے ہیں ورنہ وہ خدائی خلافت تھی جس سے روم و ایران کی عظیم تاریخی سلطنتیں لرزہ بر اندام اور ہراساں تھیں۔ اتنے عظیم انقلاب برپا کرنے کے لئے آپؐ کو جتنی بھی لڑائیاں لڑنی پڑیں ان سب میں مسلمانوں کا نقصان تقریباً ڈیڑھ دو سو آدمیوں کا ہوا ہے۔ جن میں وہ تعداد بھی شامل ہے جن کو تبلیغ کے لئے لے جاکر شہید کر دیا گیا۔ اور دشمنوں کی تعداد ملاکر فریقین کا کل نقصان تقریباً ایک ہزار اٹھارہ آدمیوں کا ہوا۔ اس نقصان کا مقابلہ آپ ترقی یافتہ اور مہذب کہلانے والی حکومتوں سے کیجئے۔ جرمنی کی پہلی جنگِ عظیم میں جو ۱۹۱۴ء سے شروع ہوئی۔ کم و بیش ایک کروڑ انسانوں کی تباہی ہوئی اور دوسری جنگِ عظیم میں جو ۱۹۳۹ء سے لے کر ۱۹۴۳ء تک رہی اس میں تخمیناً ۶ کروڑ آدمی ہلاک و زخمی ہوئے۔ لاکھوں عورتوں، بچوں اور بے گناہوں کی تباہی اس کے سوا ہے۔ مکانوں، شہروں، ضروریاتِ زندگی اور غذائی سامان کی بربادی کا تو حساب ہی نہیں ہے۔ پھر عالمگیر جنگوں کا مقصد توسیع سلطنت، حصولِ اقتدار اور احتماعی ضد و عصبیت اور خود غرضی کے سوا کچھ نہ تھا، نہ کوئی اخلاقی، اصلاحی اور مفیدِ انسانیت نتیجہ برآمد ہوا جبکہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا مقصدِ جنگ صرف یہ تھا کہ مخلوقِ خدا اُخروی عذاب اور دُنیوی ظلم و ستم کی چکی میں پسنے سے نجات پائے، عادلانہ فطری نظام برپا ہو، اور انسانیت کی تذلیل نہ ہونے پائے۔

(۳) فوجی ترتیب اور جنگی نظام

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میدانِ بدر کی طرف بڑھنے کے لئے فوج میں بہترین ترتیب قائم فرمائی، ایک دستے کو مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے کیا، اس کے پیچھے اصلی پوری فوج تھی۔ اور آخر میں مؤخرہ قائم فرمایا (جو فوج کے آخر میں رہے) پھر اطلاعات

بہم پہنچانے کے لئے فوجی دستے پھیلا دیئے جن کو آج کل طلایہ گرد کہا جاتا ہے۔ انصار و مہاجرین کے علیحدہ علیحدہ جھنڈے تھے۔ فتح مکہ کے دن بھی ہر ہر قبیلے کے علیحدہ علیحدہ کمانڈر اور جھنڈے تھے، جس طرح آج کل علیحدہ علیحدہ کمپنیاں اور رجمنٹیں لڑتی ہیں۔ بدر میں تیرانداز سواروں کو روک رہے تھے۔ شمشیر زن حملہ آوروں کو موت کے گھاٹ اتار رہے تھے۔ آپؐ نے حکم دیا کہ جب تک دشمن زد میں نہ آجائے کوئی تیر نہ چلاؤ۔ دشمن مل کر حملہ کرتا مگر مسلمانوں کی صف بندی نہ توڑ سکا اور جب دشمن حملہ کر کے تھک گیا اور اپنے قیمتی سرداروں سے محروم ہو کر بذدل ہو گیا۔ آپؐ نے آگے بڑھ کر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ جب دشمن پسپا ہونے لگا۔ آپؐ نے تعاقب کا حکم دے دیا غرضیکہ دفاع، حملہ اور تعاقب وغیرہ تمام امور میں آپؐ کے احکام کی پابندی ہوئی۔ آج ترقی یافتہ کہلانے کے زمانے میں یہی طریقۂ جنگ ہے کہ جب توپ خانہ دشمن کے مورچوں کو تباہ کر دے تو پیدل فوج کو پیشقدمی کا حکم دیا جاتا ہے اور ساری فوج افسروں کے حکم پہ لڑتی مرتی اور حرکت کرتی ہے۔

(۴) حملہ آور فوج کی تعداد (اجتماع)

جنگی قوانین کی رو سے ہر حملہ آور فوج کو دشمن سے تین گنا زیادہ ہونا چاہیئے، جیسے کہ کرنل برن نے اپنی کتاب میں مسلّمہ جرنیلوں سے نقل کیا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے بڑی حد تک بعض مہمات میں اس کا پورا پورا خیال رکھا، جیسے فتح مکّہ یا غزوہ بنو قریظہ جہاں آپ نے دشمن پر اس سے زیادہ فوج کے ساتھ چڑھائی کی جو آگے چل کر آپ کو معلوم ہوگا۔ مگر باقی بیسیوں جنگی مہمات میں چاہے آپؐ بنفسِ نفیس شریک تھے۔ یا کسی صحابیؓ کی قیادت میں فوجی دستے بھیجے۔ مسلمانوں کی تعداد بہت کم رہی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کامیابی و فتحمندی آپؐ کے ہی پاؤں چومتی رہی یہ آپؐ کے حسنِ تدبیر اور نصرتِ الٰہی کا نتیجہ تھا۔

اصولِ مباغتہ

یعنی وہ طریقہ اختیار کرنا جس کی دشمن کو توقع ہی نہ ہو اور وہ وقت پر جوابی تدبیر نہ کرنے کی وجہ سے شکست کھا جائے۔ اس کی چند شاخیں ہیں جو درجِ ذیل ہیں۔

(۵) اچانک حملہ

جب دو قوموں میں حالتِ جنگ قائم ہے تو کامیاب اور قابل قائد کی خوبی اور لیاقت یہ ہے کہ دشمن کو خبر ہی نہ ہونے دے اور وہ اسے جا دبوچے۔ کرنل برن کے منز جمین نے اس کو ناگہانیت لکھا ہے۔ آپ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جنگی مہمات میں دیکھیں گے کہ اس جنگی اصول سے آپ نے کتنا فائدہ اٹھایا ہے۔ بنو قریظہ، جنگِ غزوۂ خیبر اور فتح مکہ اور بنو عیان وغیرہ بیسیوں لڑائیوں میں مسلمانوں کی کامیابی میں اس اصول کو مؤثر پائیں گے۔

(۶) نیا اُسلوبِ جنگ

جنگ میں ایسا طریقہ اختیار کرنا یا ایجاد کرنا، جس کا دشمن کو تصور بھی نہ ہو اور اس غیر متوقع اسلوبِ جنگ کی وہ تاب نہ لا سکے یا مشکل میں پڑ جائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگِ بدر میں صفیں قائم کیں، جو لڑائی میں غالب ہونے کے آثار تک قائم رہیں۔ دشمن کے حملے ان میں شگاف نہ ڈال سکے۔ صحابۂ کرامؓ بہت شہید ہوئے لیکن ان کے پاؤں میں لغزش نہ آئی۔ قریش کی لڑائی عام عرب قاعدے کے مطابق کرّ و فرّ کی جنگ تھی کہ مخالف پر یکدم حملہ کر دو۔ اور ضرورت ہو تو پھر پیچھے ہٹ کر دوبارہ حملہ کرو۔ وہ صف آرائی کے اسلوبِ جنگ سے ناواقف تھے۔ کرّ و فرّ میں کبھی کبھی دوست دشمن کی تمیز مشکل ہو جاتی

ہے۔ لڑائی میں کوئی باقاعدگی قائم نہیں رہتی۔ نہ آگے بڑھنے والوں کی رہنمائی ہوتی ہے نہ پیچھے ہٹنے والوں کی امداد کی جاسکتی ہے، اور نقصانات اور شکست کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے برخلاف صف آرائی کے کہ یہ طریقۂ جنگ بڑا کامیاب ہوتا ہے۔ دشمن حملے کرتے کرتے یا گولہ باری یا تیر اندازی کرتے کرتے تھک جاتا ہے اور جب زد میں آتا ہے صفوں والے حکم پاکر حملے کر دیتے ہیں۔ بہرحال عربوں کے لئے یہ اسلوبِ جنگ غیر متوقع تھا۔ وہ پہلے سے اس کا جواب تجویز نہ کرنے پائے اسی طرح غزوۂ خندق میں خندق کھودنے سے عرب قطعاً ناواقف تھے۔ آپؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے خندق کھدوا کر عربوں کے ۲۴ ہزار لشکر کو حیرت میں ڈال دیا۔ جو بالکل نیا اسلوبِ جنگ تھا اور اس طرح محاصرہ کرنے والی عظیم فوج کو بے نیل مرام واپس جانا پڑا۔

(۷) رازداری

جنگی کامیابی کے لئے رازداری بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ آج کل مہذب کہلانے والی طاقتیں اس کا خاص خیال رکھتی ہیں، مگر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تقریباً چودہ سو سال قبل اس اصول کو اپنایا۔ اکثر اوقات آپؐ کبھی جنوب کی طرف مہم پر جانا چاہتے تو لشکر کی نقل و حرکت دوسری طرف کر دیتے یا ادھر کے حالات پوچھتے یا ادھر کی باتیں کرتے۔ جب اس کا پورا چرچا ہو جاتا کہ آپؐ شمال کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ آپؐ اچانک اپنی مہم پر روانہ ہو جاتے اور اکثر اوقات فوج کو ہدایت فرماتے کہ دن کو آرام کرو اور رات کو سفر کرو کہ دشمن کو خبر نہ مل سکے۔ رازداری کے اہتمام کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ فتح مکہ کی مہم کے وقت مدینہ منورہ سے کوئی اطلاع آپؐ نے باہر جانے نہ دی اور جب ابوسفیانؓ قریش کی طرف سے معاہدۂ امن تازہ کرنے کے لئے مدینہ منورہ آئے تو اس کو نہ آپؐ نے کوئی صاف بات بتائی نہ آپؐ کے کسی صحابیؓ نے بلکہ وہ اپنی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر

بھی کامیاب نہ ہوسکے۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ مشہور و معروف ہے کہ مدینہ منورہ سے ایک عورت مکہ معظمہ روانہ ہوگئی، آپؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ کو اس کے تعاقب میں روانہ فرما کر حکم دیا کہ اس کے پاس ایک خط ہے اس کو پکڑ کر وہ خط حاصل کر لو چنانچہ جب دونوں صحابہؓ نے اس عورت کو جا لیا۔ اس نے پہلے تو انکار کیا پھر اپنے بالوں کے اندر سے خط نکال کر حوالے کر دیا۔ اس خط میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکہ پر حملہ کی خبر تھی اور خط حضرت حاطب بن ابی بلتعہ صحابیؓ نے قریش کے نام بھیجا تھا۔ جب راز فاش ہوا۔ آپؐ نے ان کو بلا کر خط لکھنے کی وجہ پوچھی۔ صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو غالب فرمائیں گے اور کفار کو شکست ہوگی۔ مگر میرے بال بچے مکہ معظمہ میں ہیں جن کا وہاں کوئی حامی نہیں۔ ان کے آرام کی خاطر میں نے ایسا کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بغض فی اللہ مشہور تھا۔ غصہ میں بولے، حضورؐ اجازت دیجئے میں اس کی گردن مار دوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ یہ بدری صحابیؓ ہیں شاید اللہ تعالیٰ نے بدریوں کے سارے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہوں (اوکما قال) بہر حال آپؐ نے انہیں بچا لیا۔ اس واقعہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ مصلحت کے لئے کافروں کی خاطر جاسوسی جائز ہے۔ جائز ہوتی تو حضرت عمرؓ قتل کی اجازت کیسے مانگتے، وہاں تو پیغمبر کی ذات تھی جو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے خبریں پاتی تھی۔ آپؐ نے حضرت ابنِ ابی بلتعہؓ کے بیان کو پیغمبرانہ شان سے جیسے صحیح سمجھا ایسا اور کون دعویٰ کر سکتا ہے پھر معذرت کرنے والے بھی بدری صحابیؓ تھے۔ بہر حال آپؐ نے فتح مکہ کی عظیم الشان مہم کی خبر اس وقت مکہ معظمہ پہنچنے نہیں دی۔ جب تک آپؐ ان کے سر پہ نہ جا پہنچے۔ یہ بھی غیر متوقع جنگ کی ایک کڑی ہے۔

(۴)۔ دشمن کے حالات کی اطلاعات کا انتظام (انٹیلی جنیس)

جنگ کے لئے لازمی اصول ہے کہ دشمن کی نقل و حرکت کی مکمل اطلاعات حاصل ہوں۔ اس

کی طاقت، تعداد، اس کی نقل و حرکت سے واقفیت ہو۔ آپ کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لڑائیوں میں یہ اصول نمایاں نظر آئے گا۔ ایک بار آپؐ نے عبد اللہ بن جحش کو خط لکھ کر روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ جب دو دن سفر کر لو تو اس خط کو پڑھو۔ جب وہاں پہنچ کر خط مبارک پڑھا گیا تو اس میں دشمن کی اطلاعات حاصل کرنے کا حکم تھا۔ خفیہ خط لکھنے اور قبل از وقت راز فاش نہ ہونے دینے کے اس خاص طریق پر آپؐ نے اُس زمانے میں عمل فرمایا تھا جو بہت ہی پسماندہ اور جہالت کا زمانہ تھا۔ اس طرح آپؐ کے ارادوں سے کسی کو اطلاع نہ ہو سکی تھی۔ جنگِ بدر سے پہلے صحابہ کرامؓ نے میدانِ بدر میں بعض آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ آپؐ نے ان سے دریافت کیا کہ وقت پر وہ غذا کا کیا انتظام کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا دس اونٹ ایک وقت ذبح کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا نوسو اور ہزار کے درمیان ان کی تعداد ہے۔ اسی طرح اور معلومات بھی حاصل کرتے رہے۔ آپؐ نے ارد گرد بہت سے صحابہؓ روانہ کئے تاکہ دشمن کی اطلاعات مہیا کریں۔

(۹) نظم و ضبط (ڈسپلن)

فوج میں ڈسپلن اور اطاعت امیر کا مقام سب سے بلند ہے، اگر فوج سپہ سالار کا حکم نہ مانے تو جنگ کیسے جیتے آپؐ کے نظم و ضبط کا یہ حال تھا کہ آپؐ کے ادنیٰ اشارے پر وہ جانیں قربان کرنے کو تیار تھے۔ آپؐ نے ان کو حکم دے رکھا تھا کہ حکم ملنے سے پہلے حملہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ پر تیر برستے مگر حکم سے پہلے جنگ کا آغاز نہ کرتے۔

(۱۰) تعینِ مقصد اور اس پر استقامت

کسی صحیح مقصد کے بغیر جنگ لڑنا ہی غلط ہے۔ ہر جنگ سے پہلے ایک مقصد متعین کیا جائے، پھر ہر وقت وہی مقصد پیشِ نظر رہے اور اس ساری لڑائی کا محور وہی مقصد

ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی لڑائیوں بلکہ زندگی کا مقصد تو اعلاء کلمۃ اللہ تھا۔ مگر اس مقصد کے حصول کے لیئے ہر ہر موقعہ پر آپؐ کوئی سبب یا ذیلی مقصد متعین فرما دیتے، پھر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اس اصول پر کیسے عمل کیا۔ اس کی صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

پہلی مثال

جب آپؐ نے مکّہ معظّمہ سے مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت کی اس اصول پر آپؐ نے یوں عمل کیا کہ مسلمانوں اور مدینہ کے یہود و مشرکین سے فوراً ایک معاہدہ کیا جس میں یہ قرار پایا کہ مدینہ کا کوئی مشرک یا یہودی قریش کی جان و مال کو اپنا تحفّظ نہ دے گا۔

ظاہر ہے کہ اس وقت یہی سب سے بڑا مقصد تھا۔ قریش نے آپؐ کو اور آپؐ کے صحابہؓ کو ظلم و عدوان کر کے مکّہ معظّمہ سے نکلنے پر مجبور کیا تھا اور آپؐ کی بصیرت یہی تھی کہ قریش ہم کو مدینہ میں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیں گے اور بیت اللہ شریف کے مجاور ہونے کی وجہ سے سارے عرب پر ان کا اثر بھی تھا۔ اس لیئے ان سے بچاؤ اور ان کی قوّت توڑنے کے لیئے پیش بندی ضروری تھی چنانچہ آپؐ نے آخر تک اسی مقصد کو سامنے رکھا اور یہود و مشرکین میں سے جس نے بھی قریش سے سازباز کی آپؐ نے اس کا تدارک کیا اور مجرم کو سزا دی۔

دوسری مثال

تعین مقصد کی دوسری مثال معاہدہ حدیبیہ ہے۔ آپؐ نے سفر حدیبیہ کا مقصد عمرہ امن اور جنگ بندی قرار دیا، چنانچہ آپؐ نے معہ صحابہؓ کے احرام باندھا، قربانیاں ساتھ لیں اور صرف قافلے والوں جیسے ہتھیار ساتھ رکھے اور جب مکّہ معظّمہ کے قریب قریش کا لشکر آتے دیکھا تو سارا راستہ بدل کر حدیبیہ جا پہنچے اور تکلیف دہ راستہ اختیار کر کے

حدیبیہ پہنچ کر مذاکرات کا سلسلہ شروع کر دیا اور جب قریش کا ایک دستہ حملہ آور ہوا اور ان کو صحابہؓ نے گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپؐ نے ان سب کو رہا کر دیا۔ آخر ایسی شرطیں مان کر معاہدۂ امن کیا۔ جن کو صحابہؓ بھی ذلّت آمیز سمجھتے رہے۔ مگر آپؐ کا مقصد قریش پر بلکہ عوام پر اخلاقی اثرات ڈالنا اور تبلیغِ اسلام کے لئے امن کا راستہ ہموار کرنا تھا جس کا نتیجہ آپ جنگوں میں پڑھیں گے، بہرحال آپؐ نے مقصدِ سفر سے باوجود اشتعال انگیزی کے انحراف نہیں فرمایا۔

(۱۱) پیشقدمی اور پہل (تعرض)

اصولِ جنگ میں یہ مسلّمہ ہے کہ مدافعت کرنے والی فوج اکثر فاتح نہیں ہوتی۔ وہ کامیاب بھی ہو تو صرف اپنا بچاؤ کر لیتی ہے، مگر پیشقدمی اور پہل کرنے والی فوج اگر کامیاب ہو تو فاتح ہو جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں اُحد اور خندق کی لڑائیوں کے بغیر آپ دیکھیں گے کہ آپؐ ہر طرف سے دشمن کی معلومات حاصل کرتے رہتے اور پھر پیشقدمی اور پہل کر کے ان کو مغلوب فرما دیتے۔ اُحد اور خندق کی لڑائیاں ایسی تھیں جن میں آپؐ نے دشمن کے شدید حملوں کی اطلاعات حاصل کیں۔ پھر دفاع کا انتظام فرمایا۔

(۱۲) قوّت کی فراہمی

فنِ حرب میں پہلی شرط یہ ہے کہ قوّت فراہم کی جائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے مکّہ معظمہ میں اشاعتِ اسلام سے قوّت جمع کی اور مکّہ معظمہ میں جب اہلِ مدینہ نے آکر وہ بیعت کی۔ جس کو بیعت عقبہ ثانیہ کہتے ہیں۔ جس میں انہوں نے آپؐ سے مدینہ جانے کی درخواست کی اور ہر طرح اپنی مدد و حفاظت کا یقین دلایا۔ مشرکین سخت برہم ہوئے اور جب کسی نہ کسی طرح انہیں خبر ملی تو انصار نے کوئی پروا نہ کی بلکہ آپؐ سے عرض کیا

کہ آپؐ حکم دیں تو ہم اہلِ منیٰ پر کل حملہ کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے جنگ کا حکم نہیں ملا۔ اپنی اپنی قیام گاہوں میں چلے جاؤ۔ جب آپؐ مدینہ منوّرہ پہنچے پہلی تیاری وہ معاہدہ تھا جو یہود و مشرکین مدینہ سے کیا۔ اب طاقت جمع ہو چکی تھی۔ جس سے آپؐ نے آزادیٔ دعوت کی راہ کھولی اور اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کر سکتے، چنانچہ آپؐ نے بحکمِ الٰہی عملاً جہاد شروع فرما دیا۔ پھر کسی وقت اور کسی غزوہ میں ضروری قوّت و طاقت کی فراہمی میں کمی نہیں فرمائی چاہے ادبی قوّت ہو یا مادی اور سیاسی ہر حالت میں آپؐ نے اس جنگی اصول کو سامنے رکھا۔ تفصیل دیکھنی ہو تو غزوہ تبوک اور فتحِ مکہ کے حالات مفصّل پڑھیں۔ دشمنوں کے مقابلہ کے لئے تو خود قرآن پاک نے ہر طرح کی تیاری کا حکم دیا ہے۔

(۱۳) بچاؤ اور حفاظت (امن)

قائدِ حرب (سپہ سالار) کی بڑی خوبی بلکہ اہم فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی فوج سامان اور ذرائع و رسائل کی حفاظت کرے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اپنی فوج وغیرہ کے حالات کو مخفی رکھنے اور دشمن کے حالات سے باخبر رکھنے کی جو کوششیں جاری رکھیں۔ آپؐ کی سیرت ان سے بھری پڑی ہے۔ آپؐ جاسوسی کے لئے فوجی دستے روانہ فرماتے راتوں کو پہرہ لگاتے، پیشقدمی یا واپسی میں دشمنوں کا پورا حال معلوم کرتے تاکہ کوئی حملہ نہ کر سکے، صحابہؓ کو اخفاءِ حالات کی تاکید فرماتے اور حسبِ اطلاعات آپؐ تک پہنچانے کے احکام دیتے آپؐ نے حاطب بن ابی بلتعہ کا خط پکڑا جو مکّہ پر حملہ کرنے کی خبر دینے کے لئے تھا اور کس طرح آپؐ نے ابوسفیانؓ کے مدینہ آنے اور معاہدہ حدیبیہ کی میعاد تازہ کرنے کا حال معلوم کیا اور کس طرح منافقوں کے مؤتمرات (میٹنگوں) کی خبریں معلوم کر کے پیش بندی فرماتے۔ بہر حال اس اصول کو آپؐ نے بر وقت معمول رکھا۔

۱۴۔ میانہ روی (الاقتصاد فی المجھود)

اگر ناسمجھ جرنیل ضرورت سے کم فوج یا تھوڑا ساز و سامان میدان میں لے آئے تو شکست یقینی ہو جاتی ہے۔ اگر ہزار فوج کی ضرورت ہے۔ اور وہ اپنی کم ظرفی کی وجہ سے دس ہزار فوج میدان میں لے آئے تو بے ضرورت خرچ ہوگا اور جو طاقت کسی اور جگہ کام آسکتی تھی وہ آج استعمال ہو گئی یا بلاوجہ رکی رہی۔ ان دونوں باتوں کے درمیان پالیسی رکھنا عین عقلمندی ہے۔ جنگ میں بقدرِ ضرورت فوج اور ساز و سامان پہنچانا جو جنگ جیتنے کے لئے ضروری ہو۔ لائق جرنیل کی نشانی ہے یہ دلیل ہے اس بات کی۔ کہ وہ تمام مہمات کو سر کرنے کی متوازن استعداد رکھتا ہے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ہر جنگ میں پوری احتیاط برتی نہ بے ضرورت سارے مسلمانوں کو جنگ میں جھونکا اور نہ ہی کسی مہم کے لئے مناسب ضروریات استعمال کرنے میں کمی کی۔ اس وقت کے مطابق آپؐ ہر طرح کی تیاری کرتے۔ بہر حال آپؐ نے میانہ روی اور جنگی ضرورتوں کو کسی حالت میں نظر انداز نہیں فرمایا، جبکہ آپؐ کو اپنی مبارک قیادت یا دوسرے صحابہؓ کی قیادت میں کم و بیش ساٹھ جنگیں لڑنی پڑیں۔ ان سب میں آپؐ کا یہی اصول معمول رہا۔

(۱۵) مرونت (فوجی ٹریننگ)

بیسویں صدی عیسوی میں فوجی ٹریننگ پہلی ضروری چیز ہے، افسروں کی بھی ٹریننگ ہوتی ہے۔ سپاہیوں کی بھی۔ جہاں تک سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا تعلق ہے آپؐ اُمّی محض تھے نہ لکھا نہ پڑھا، نہ کسی حربی اور جنگی سکول میں داخل ہوئے اور مکّی زندگی میں جنگ کی کیا مہلت ملتی، وہاں پُر امن وعظ پر بھی ہنگامے ہوتے تھے، باوجود اس کے تمام جنگوں میں آپؐ کامیاب اور مظفر ہو کر نکلے آپؐ کے نابین اور خوشہ چینوں نے بھی بڑے

بڑے بہادروں کے چھکے چھڑا دیئے، یہ سب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی برکت بلکہ معجزہ تھا۔

عالم اسباب میں آپؐ نے فوراً فوج اور افسروں کی عجیب ٹریننگ فرمائی دُنیاداروں کی ٹریننگ اپنے طور سے مشق کرنے یا مصنوعی جنگوں سے ہوتی ہے، مگر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی ٹریننگ حقیقی جنگ اور حقیقی مہمّات کی صورت میں تھی ہجرت کے بعد آپؐ نے انصار و مہاجرین کو مستقل طور پر کام پہ لگائے رکھا، کبھی ایک طرف دستہ روانہ فرمایا تو کبھی دوسری طرف، کبھی معاہدے کے لئے کبھی لڑنے کے لئے کبھی اقتصادی ناکہ بندی کے لئے اور کبھی اطلاعات مہیا کرنے کے لئے (طلایہ گردی) کے طور پر، آپؐ ہر دستۂ فوج اور ہر لشکر کا امیر بھی مقرر فرمادیتے، اسی طرح عملی طور پر ٹریننگ بھی ہوتی رہی اور عملی طور پر ضروری کام بھی سرانجام پاتا رہا، جو آپؐ کو دس سال میں ختم کرکے دُنیا سے پردہ فرمانا تھا۔ دُنیا اس عجیب وغریب مرکب اور دوہری تربیت (ٹریننگ) کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اس کے سوا مسجدِ نبویؐ میں حبشیوں کی ٹریننگ اور آپؐ کا دیکھنا مشہور بات ہے۔ بخاری شریف میں آپؐ کے گھوڑ دوڑ اور تیر اندازی کا مقابلہ دیکھنا بھی مذکور ہے۔

(۱۶) فوجی نقل وحرکت کی قابلیت

ہر قابل جرنیل کا فرض ہے کہ فوج کو پوری سرعت اور تیزی سے ضروری مقامات تک پہنچائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے جب سرعت و تیزی سے اپنی فوجوں کو حرکت دی۔ اس کی مثال زمانۂ حال کی جدید فوجوں میں ملنی مشکل ہے۔ تمام رات سفر کرتا سینکڑوں میل کی مسلسل مسافت یا بار برداری کا انتظام پھر غزوۂ مصطلق سے واپسی پر حسب ضرورت پورے تیس گھنٹے مسلسل سفر جاری رکھنا بغیر کسی آرام کرنے

کے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی بہترین تدریب و تربیت کی دلیل ہے۔ مدینہ منورہ کے دُور ہوتے ہوئے جس تیزی سے ضرورت کے عین مطابق سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اپنی طاقت جسطرح تبوک، دومۃ الجندل فلسطینی میدانوں اور دوسرے معرکوں میں پہنچائی۔ کون اس دائمی فکر و حرکت کی قابلیت کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ حرکت کی ایک قسم ہے کہ قائد کا ذہن فوراً نئی رائے قائم کردے۔ طائف کا محاصرہ اٹھانا اس کی بیّن مثال ہے۔ آپؐ نے سمجھا کہ سارے عرب کے مسلمان ہوجانے کے بعد اہل طائف کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہاں وقت اور طاقت خرچ کرنا بے سود ہے، پھر محاصرہ اٹھانے کا اخلاقی اثر بھی پڑسکتا ہے۔ چنانچہ یہی لوگ بعد میں خود مدینہ منورہ آکر مسلمان ہوگئے۔

(۱۷) نقشہ جنگ کی مہارت

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے جس فکری سرعت سے جنگی خطوط اور نقشے تیار کیے۔ کوئی بڑے سے بڑا ماہر فن حرب اس سے زیادہ نہیں کرسکتا۔ مقام بدر میں آپؐ نے صحابہؓ کے مشورہ سے جو نقشہ تیار کیا۔ اس وقت اس سے بہتر ناممکن تھا۔ بدر بڑا علاقہ ہے۔ دشمن بھی اس کے آس پاس تھا۔ وہاں پہاڑیاں ریتلی ہیں۔ ایک ریتلی پہاڑی کے سامنے میدان ہے وہ بھی ریت کا ہے اور جگہ ڈھلوان ہے یعنی پہاڑی سے میدان کی طرف کو مسلسل اترائی ہے اور سب ریتلی ہے۔ آپؐ نے پہاڑی کو پشت پر رکھ کر فوج کو آگے صف آرائی کا حکم دیا۔ اب آپؐ کی پشت تو محفوظ ہوگئی۔ حملہ صرف سامنے سے ہوسکتا تھا اور ادھر ہی جنگ ہونے والی تھی۔ دشمن کے پاس نوسو پیدل بہادر فوج کے سوا کم و بیش ایک سو سوار تھے۔ مگر ریت میں ان کی نقل و حرکت میں خاص دشواری تھی یہی حال پیادہ فوج کا تھا۔ اب بھی جب ہم بدر کے شہداء کے مزار پر جارہے تھے۔ ریت میں جانا دشوار

معلوم ہو رہا تھا۔ مسلمانوں کو نیچے اترنا آسان تھا مگر دشمن کو اوپر چڑھنا دشوار تھا۔ پھر پانی پر قبضہ کرکے آس پاس کے باقی کنوؤں کو بیکار کر دیا گیا۔ اپنے لئے علیحدہ اونچی جگہ تجویز فرمائی جنگِ اُحد میں آپؐ نے سات سو صحابہؓ میں سے پچاس تیراندازوں کو ایک چھوٹی سی پہاڑی پر متعین کر دیا اور ان کو ہر حالت میں وہاں رہنے کا تاکیدی حکم دیا۔ تاکیدی الفاظ آپ سیرت کی کتابوں میں پڑھیں گے۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ پیغمبرانہ بصیرت یا وحی کی وجہ سے تھا۔ اس پہاڑی کی دوسری طرف غیر آباد جنگل سا تھا۔ میدانِ جنگ اس پہاڑی کے سامنے تھا۔ اگر اس پہاڑی پر آپؐ تیرانداز مقرر نہ فرماتے جو سواروں کے لئے پیغامِ موت ہوتے ہیں تو قریش کے سواروں سے خطرہ تھا کہ مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیتے۔ اس طرح مسلمانوں کی پشت محفوظ ہو گئی تھی۔ دائیں طرف کوہ اُحد تھا۔ اب مسلمانوں کو صرف سامنے لڑنا تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے پہاڑی پر تیرانداز مقرر کرکے مدینہ پر حملہ کرنے کا راستہ بھی بند کر دیا۔ کیونکہ قریش کا لشکر اس پہاڑی کے پیچھے سے چھپ کر مدینہ پر حملہ کر سکتا تھا، مگر پہاڑی کے یہ تیرانداز ان کو دیکھ رہے تھے۔ اس انتظام کے بعد آپؐ نے صف آرائی فرمائی اور دشمن کے قریب آنے سے پہلے حملہ کرنے سے قطعاً روک دیا۔ جنرل اکبر خان نے لکھا ہے کہ اس سے بہتر نقشۂ جنگ کوئی بڑے سے بڑا جرنیل تیار نہیں کر سکتا تھا۔ یہی حال غزوۂ خندق کا تھا۔ آپؐ نے مدینہ منورّہ کو بچانے اور خود محفوظ ہو کر لڑنے کے لئے خندق کھدوا کر اور سارا علاقہ صحابہؓ میں تقسیم کرکے چوبیس ہزار لشکر کو صرف تین ہزار آدمیوں کے ذریعے شکست دی۔ بہرحال جنگ لڑانے کے ڈھنگ آپؐ نے وہ اختیار فرمائے جو کسی انسانی ٹریننگ سے بالاتر تھے خاص کر اس لئے کہ یہ حال تمام جنگوں میں رہا۔

(۱۸) فوری فکری حرکت یا تجویز

کسی فوجی قائد کے لئے جلدی سوچنے اور تجویز کرنے کی ازحد ضرورت ہوتی ہے

تاکہ ضرورت کے وقت کام دے سکے ، اس سلسلہ میں آپ جنگِ خیبر کا حال پڑھیں گے۔
تو آپ کو معلوم ہوگا کہ خیبر کے وہ یہودی جو خود بھی مضبوط قلعوں کے مالک اور
قیمتی اسلحہ سے مسلح تھے۔ غطفان قبیلہ کے ۴ ہزار نبرد آزماؤں کی امداد و تعاون پر
بھی بھروسہ کئے ہوئے تھے، مگر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے حرکتِ فکری
سے کام لیا اور آپ کے ذہن رسا نے صحابہؓ کے ایک دستے کو مقام رجیع کی طرف
روانہ کر دیا۔ یہ مقام غطفان اور خیبر کے درمیان تھا، جس سے غطفانیوں کو اپنے اوپر
حملے کا خطرہ لاحق ہوگیا اور وہ اہلِ خیبر کی امداد سے باز رہ گئے ، دوسری طرف یہودی
اس گمان میں رہ گئے کہ حملہ ہم پر نہیں بلکہ غطفان پر ہے ، مگر آپؐ نے ایک چھوٹا دستہ
غطفان کی طرف بڑھا کر بڑی فوج سے اہلِ خیبر کا محاصرہ فرمالیا۔ اس طرح ان دونوں
حلیف طاقتوں کو ایک دوسرے کی امداد سے بھی روک دیا۔ آپؐ نے فوج کو خیبر
کے سارے قلعوں پر حملہ نہ کرنے دیا۔ ان کے باہمی تعاون کو روکنے کے لئے تھوڑی
تھوڑی فوج ہر ہر قلعہ پہ لگادی اور فوج کے اہم حصّہ سے ایک مضبوط قلعہ پہ حملہ کرایا۔ آپؐ کی
فکری سرعتِ حرکت اور حاضر دماغی کی ایک مثال خندق کی کھدوائی بھی ہے ، خدانخواستہ
خندق کی تیاری سے پہلے ۲۴ ہزار حملہ آور قبائل آپہنچتے تو مدینہ منوّرہ اور اہلِ اسلام
کی مشکلات کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں۔ مگر اطلاع ملتے ہی آپؐ نے سلع کے پہاڑ
سے مدینہ منوّرہ کے ناقابلِ جنگ جنگل تک کے علاقے کی کھدائی تمام صحابہؓ میں تقسیم فرما
دی اور دشمن کے پہنچنے سے پہلے پہل خندق مکمل کر کے ڈیوٹیاں تقسیم کر دیں۔ دشمن
قریب آیا تو حیران رہ گیا۔ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پہ مسلمان فوجی دستے دشمن کے سامنے
کھڑے تھے جو کسی طرح ان کو خندق پار کرنے کا موقعہ نہیں دیتے تھے۔ آپؐ کی فوری فکری
حرکت کی ایک مثال غزوۂ خندق کے بعد بنو قریظہ کو جانے کا حکم تھا۔ اگر اس میں ذرا سی دیر ہو
جاتی تو بنو قریظہ اپنی کرتوتوں کی وجہ سے مکمل سامان کر لیتے۔

(۱۹) تعاون

آج کل کے ترقیاتی زمانہ میں پیدل فوج کو جب تک ہوائی بیڑے اور توپخانے کا تعاون حاصل نہ ہو وہ مجبور ہوتی ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فوج کے مختلف قسموں کا باہمی تعاون چودہ سو سال پہلے بڑی سختی سے قائم فرمایا۔ جنگِ بدر میں تیراندازوں نے شمشیر زنوں سے اتنا تعاون کیا کہ تلوار کی دو بدو جنگ سے پہلے قریش کو عظیم جانی نقصان پہنچا دیا تھا۔ ایسا ہی تمام غزوات میں سواروں اور پیادہ فوج نے بڑی ترتیب سے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون قائم کیا۔ اسی طرح غازیوں اور مجاہدین کی مختلف صفوف نے آپس میں بھی تعاون کیا۔ ایک پر شدید حملے کو دوسرے نے روکا۔ غزوہ حنین میں مسلمانوں کی پسپائی کو خود سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساقہ (پچھلے دستۂ فوج) کی مدد سے فتح عظیم میں تبدیل کر دیا۔ اس جنگ میں اور اُحد میں بلند آواز والوں نے بھی خوب کردار ادا کر کے بہترین تعاون کا ثبوت دیا۔ دونوں جگہوں میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا مژدہ سنا کر با حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آ کر لڑنے کی دعوت بلند آواز سے دے کر فتح کا سامان مہیا کیا۔ بہرحال آپ نے تعاون کا وہ جذبہ پیدا فرمایا کہ ہر شخص نے اپنے اپنے طور پر جنگی خدمات انجام دیں اور ہر شخص جنگ کو اپنی جنگ سمجھ کر لڑ رہا تھا۔

(۲۰) قوم اور فوج کی اخلاقی حالت کی بلندی (مورال)

دنیا میں بلندی، پستی، عروج و زوال کی تاریخ جاننے والے پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ قوم کا معنوی اور اخلاقی پہلو کمزور ہو اور پست ہمت ہو، قربانی سے جی چرائی

ہو۔ کسی اعلیٰ و ارفع مقصد کی خاطر اس میں مالی و جانی ایثار کا جذبہ موجود نہ ہو۔ نہ اس کو اپنے قائد پر اعتماد ہو۔ اور نہ ایک دوسرے کی خیر خواہی کا جذبہ تو ایسی قوم ہر طرح کے اسلحہ جنگ سے مسلح ہو کر بھی غالب نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اس کے ساتھ مادی وسائل کی بھی کمی ہو تو پھر ذلت و نکبت اس کا مقدر ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ صرف فوجی قائد تھے، آپ مذہبی رہنما اور داعی الی اللہ بھی تھے۔ آپ نے سینکڑوں جگہ بکھری ہوئی اور خانہ جنگی میں الجھی ہوئی قوم کو اُمتِ واحدہ بنایا۔ ہزاروں معبودوں سے موڑ کر ایک خدا سے جوڑا۔

توحید، دعوت الی اللہ، آزادیٔ رائے، انسانیت کی خدمت، مظلوم کی امداد اور راہِ نجات اختیار کرنے اور دوسروں کو اسی شاہراہ پر لگانے کا جو ذوق و شوق اور ولولۂ عمل آپ نے ان میں پیدا فرمایا۔ اس کی مثال اولین و آخرین میں نہیں مل سکتی۔ ہر مسلمان کو آپ پر اعتماد تھا۔ آپ کے اشارے پر مرنا سعادت دارین تصور کرتا۔ اخروی نجات و سرخروئی کے لئے مرنا ہزاروں سال جینے سے بہتر سمجھتا۔ اللہ کی راہ میں حق و انصاف کے لئے لڑنا اور مرنا کفارۂ ذنوب تصور کرتا تھا۔

عرب قوم میں تمام باتیں اسی بے نظیر سپہ سالار قائد اور نبی الانبیاء (علیہم السلام) کی مساعی سے پیدا ہوئی تھیں۔

بھلا جس قوم کی معنویات یعنی اخلاقی باطنی اور روحانی حالات اتنے بلند ہوں۔ اسکے قائد کا کیا کہنا ہے اور اس کو شکست کیسی ہو سکتی ہے، یہی وہ قوم تھی جس نے آگے چل کر روم و ایران اور یورپ و ایشیا کی طاقتوں کو حق کے سامنے جھکا دیا تھا۔

آپ سے قوم کا کیا تعلق تھا اور آپ نے ان کی معنوی اور اخلاقی حالت کیسے بلند رکھی تھی۔ اس کے صرف چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔ جنگِ بدر کے قیدیوں کو قتل کرنے

اور رنہ کرنے کے سلسلہ میں مشورہ میں صحابہؓ کی دو رائیں تھیں۔ ایک رائے ان کو قتل نہ کرنے کی تھی۔ آپؐ نے فرمایا ایسا کرلو تو تمہارے ستر آدمی آئندہ جنگ میں شہید ہوں گے۔ صحابہ کرامؓ نے قبول فرما لیا۔ شہادت فی سبیل اللہ کو وہ زندگی کا اصل مقصد بنائے بیٹھے تھے، جنگِ بدر میں دو بچوں کا واقعہ آپ پڑھیں گے، کہ عمومی جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی باز کی طرح جھپٹ کر انہوں نے ابوجہل کو ڈھیر کر دیا تھا اس لئے کہ بچوں نے عہد کیا ہوا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا کہنے والے ابوجہل کو دیکھا تو یا وہ زندہ رہے گا یا ہم۔

ایک واقعہ جنگِ اُحد کا سنئے۔ جب پہاڑی کے تیر اندازوں کی غلطی اور اپنی جگہ چھوڑ دینے کی وجہ سے قریش کے سوار دستے نے عقب سے حملہ اور دوسرے بھاگنے والوں نے مڑ کر آگے سے حملہ کر دیا۔ اس وقت آپ محصور تھے چاروں طرف سے کفار نے آپؐ کا گھیراؤ کر رکھا تھا، یہاں تک کہ پتھر اور تیر آپؐ پر برسائے جا رہے تھے۔ اس نازک وقت میں جن مقدس بزرگوں نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت میں اپنی جانیں پیش کیں۔ ان میں ایک خاتون اُمِ عمارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تھی جس نے تلوار لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چاروں طرف چلانی شروع کر دی۔ ان کا کندھا بھی زخمی ہو گیا اور بھی بہت سے زخم آئے مگر وہ اپنے مقدس فرض میں مصروف رہیں۔ حتیٰ کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثاروں کے ساتھ مل کر پہاڑ پر مورچہ بنا لیا۔

جب بچوں اور عورتوں کا یہ حال ہے تو مردوں کا کیا کہنا۔ مسلمانوں کا بچہ بچہ آپؐ کے حکم پر قربان ہونے اور جہاد کے بلند مقصد کو سمجھتے ہوئے جان قربان کر دینے سے دریغ نہیں کرتا تھا۔

آپؐ نے صحابہؓ میں مذکورہ اعلیٰ مقاصد کا اتنا عظیم جذبہ پیدا فرما دیا تھا کہ اس کے مقابلہ میں قریبی رشتہ دار بلکہ بھائی بیٹے کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اسی جنگِ بدر میں حضرت

صدیق اکبرؓ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ ان کا بیٹا عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ کفار کی طرف سے جنگ میں شریک تھا۔ جب بعد میں عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ مسلمان ہوئے تو باپ سے کہنے لگے۔ بدر میں آپؓ میری زد میں آ گئے تھے مگر میں نے رعایت کی۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ اگر تو میری زد میں آجاتا تو میں کبھی زندہ نہ چھوڑتا (تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لڑنے آیا تھا) اسی طرح قریش کا سردار عتبہ ادھر سے لڑ رہا تھا اور اس کا بیٹا حضرت ابو حذیفہؓ مسلمانوں کی طرف سے برسرِ پیکار تھا۔ باپ قتل ہوا اور کفار کی طرح گھسیٹ کر گڑھے میں ڈالا گیا۔ تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے ابو حذیفہ کے چہرے کو دیکھا جو متغیر تھا۔ آپؐ نے دریافت کیا ابو حذیفہؓ کیا تم نے محسوس کیا۔ انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ مجھے باپ کے سلسلہ میں کوئی دکھ نہیں ہوا۔ رنج اس بات کا ہے کہ یہ کفر کی حالت میں مرگیا۔ مسلمان نہ ہوا۔ میرا خیال تھا کہ یہ ذی فہم اور عقل مند ہے مسلمان ہو جائے گا۔

غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت رأس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے انصار و مہاجرین میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ سارے صحابہؓ نے محسوس کیا۔ اس کے بیٹے عبید اللہؓ جو مسلمان ہو چکے تھے آئے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ اپنے باپ کا سر اڑا دیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں ہم اس کو قتل نہیں کریں گے۔ بلکہ اچھا سلوک رکھیں گے۔

غزوۂ خندق میں عرصہ تک سخت سردی کے موسم میں رات دن خندق کی حفاظت کرنی جبکہ سامانِ رسد بھی کم تھا اور موسم کے لحاظ سے کپڑے بھی کم تھے اور ۲۴ ہزار دشمنوں کی فوج کے سامنے ڈٹے رہنا جبکہ بنو قریظہ (یہود) نے عہد توڑ کر عرب قبائل سے مل جانے سے مسلمانوں کے لئے شہر کے اندر اور باہر سے خطرہ پیدا کر دیا تھا۔ پھر یہاں سے فارغ ہوتے ہی بنو قریظہ کی طرف چل پڑنا اور آپؐ کے حکم سے ان کا محاصرہ کر دینا یہ کوئی معمولی فوج یا قوم کا کام نہیں ہے۔ ان کی اخلاقی حالت اور معنوی جذبہ (مورال) اتنا بلند تھا کہ دشمنانِ اسلام

بھی اُس کے قائل ہیں۔

بہر حال سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے زعیمِ ملّت و قائدِ اُمّت کوئی قوم نہیں پیش کر سکتی جنہوں نے قلیل مدّت میں گری ہوئی قوم کو حضیض ارض سے نکال کر معراجِ کمال تک پہنچا کر عظیم الشان قوم بنا ڈالا۔

(۲۱) اُمورِ اداریہ (انتظامیّہ)

جرنیل بہادر ہو مگر جنگ کے انتظامات خراب ہوں تو اس پر اچھے نتائج مرتب نہیں ہو سکتے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی انتظامی قابلیّت بے نظیر تھی۔ پیدل فوج کے ہمراہ گھوڑوں اور رسالوں کا ذکر خود قرآن پاک میں موجود ہے۔

واعدوا لهم ما استطعتم من قوّة ومن رباط الخيل

ترجمہ:- اور ان کے مقابلے کے لئے جہاں تک ممکن ہو تیاری کرتے رہو ہر طرح کی قوّت اور گھوڑوں رسالوں کی تیاری کرو۔

لوہے کا ذکر قرآن پاک نے فرما کر احسان جتایا ہے جس سے ہر طرح کے ہتھیار تیار ہوتے ہیں۔

وانزلنا الحديد فيه بأس شديد ومنافع للنّاس

ترجمہ:- اور ہم نے لوہا پیدا کیا جس میں سخت ترین جنگ (کا سامان) ہے اور دیگر منافع بھی ہیں۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے جانی جہاد کے ساتھ مالی قربانی کا پہلے ذکر فرمایا ہے۔ مال کے بغیر کون سا کام درست ہو سکتا ہے۔ غزوۂ تبوک اور اس سے پہلے مسلمانوں نے کتنی قربانیاں کیں جو عرب جیسے نادار ملک کے لئے مشکل ترین چیز تھی۔ عام اہلِ اسلام نے انتظامی امور میں فوج کا زبردست ہاتھ بٹایا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اسلحہ۔ بار برداری،

پانی اور راشن وغیرہ تمام امور کی طرف نگاہ رکھی۔ ہر جیش کے افسر مقرر کئے اور غزوہ موتہ میں یکے بعد دیگرے تین علمبردار نامزد فرمائے۔ آپ سفر پر جانے والوں کو ضروری ہدایات دیتے۔ ان کے لئے امیر مقرر فرماتے اور خود تشریف لے جاتے۔ غزوۂ خندق میں مستورات کے لئے ایک مضبوط مکان قلعہ کے طور پر مقرر فرمایا تاکہ عقب سے یہود کا خطرہ نہ رہے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل و عیال کی حفاظت کے لئے مقرر فرما گئے۔

ہجرت کے بعد آپؐ نے صحابہ کرامؓ کے بیسیوں فوجی دستے علاقے میں بھیجے تاکہ وہ اسلام کی تبلیغ کریں یا کسی قبیلہ سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کریں۔ کسی سے دوستانہ معاہدہ کرکے حلیف بنائیں اور کوئی خطرناک دشمن ہو تو اس کو مغلوب کریں اور ہر طرح سے مدینہ کو بحیثیت دارالخلافہ اور مرکز اسلام مامون و محفوظ اور مضبوط کر دیں۔ آپؐ نے ہر ہر شخص سے وہی کام لیا جس میں اس کو مہارت تھی۔

بہرحال آپ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی سیاسی یا جنگی زندگی کا مطالعہ کرینگے تو آپ پر یہ امر منکشف ہو جائے گا کہ ان حالات و ظروف میں آپؐ نے جس حُسنِ انتظام کا ثبوت دیا اور چاروں طرف کے دشمنوں سے باوجود قلیل التعداد ہونے کے عہدہ برآ ہوئے دنیائے اسباب میں اس کی مثال ڈھونڈنی فضول ہے۔ یہ سب آپؐ کی انتظامی مہارت تھی جو پیغمبرانہ شان کی دلیل تھی۔

(۲۲) مساوات

کون نہیں جانتا کہ فوجوں یا رعایا کے دلوں کو موہ لینے والی چیز امیر اور قائد کی مساوات کا جذبہ ہے جو وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ برتتا رہتا ہے اس سلسلہ میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم بالکل یکتا تھے۔ مدینہ منوّرہ کی مسجد کی تعمیر اور خندق

کی کھدائی میں آپؐ اینٹ پتھر اور گارا ڈھوتے تھے، بلکہ خندق میں دوسروں کی امداد بھی فرماتے، بدر کو جاتے وقت کل ستر اونٹ تھے تو آپؐ کے اونٹ میں بھی حضرت علیؓ اور حضرت مرثد ابن ابی مرثد شریک کئے گئے۔ جب آپؐ کے آرام کی خاطر ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ ہی سوار ہوں ہم پیدل چلیں گے تو آپؐ نے انکار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ تم دونوں مجھ سے طاقتور نہیں ہو اور نہ میں اجر وثواب کے شوق میں تم سے کم ہوں۔ آپؐ کھانے پینے میں دوسروں کے شریک رہتے تھے بلکہ اچھے کھانے کھانے اور اچھے کپڑوں کے لئے اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے۔ خطرے کے مقامات میں دوسروں کو نہ دھکیلتے بلکہ خود آگے ہوتے۔ ایک بار رات کو مدینہ منوّرہ میں افواہ ہوئی کہ ملک غسّان چھاپہ مارنے آرہا ہے۔ صحابہؓ پریشانی کے عالم میں باہر کو دوڑے۔ آگے سے آپؐ ایک خچر کی ننگی پشت پر سوار واپس آرہے تھے اور ارشاد فرما رہے تھے جاؤ آرام کرو، میں دیکھ آیا کچھ نہیں ہے (او کما قال) غرضیکہ آپؐ کے جذبۂ مساوات نے اُمت کو آپؐ کا گرویدہ کر رکھا تھا۔ اگر ایسے قائد کے حکم پر فوج قربان نہ ہو تو پھر کس کے حکم پر قربان ہو گی؟

(۲۴) مشورہ

فوجی جرنیل کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ مہمات امور میں چھوٹے افسروں بلکہ سپاہیوں سے بھی مشورہ کرے۔ اس سے مجاہدین کے حوصلے بڑھتے اور دلداری ہوتی ہے۔ باہمی تعاون کا جذبہ پرورش پاتا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپؐ صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا کرتے، بلکہ آپؐ نے سوائے غزوہ حدیبیہ کے اکثر مواقع پر انصار ومہاجرین سے مشورہ کیا۔ غزوۂ حدیبیہ میں سارے صحابہؓ باوجود اختلاف رائے رکھنے کے شانِ نبوت کی وجہ سے مان گئے اور آپؐ جانتے تھے کہ معاہدہ حدیبیہ

کی برکات کا علم قریش کو نہ ہونا چاہیئے۔ اس لئے آپؐ نے کسی پر ظاہر نہ فرمایا۔ اور یہ بات آپؐ کی نبوّت اور صحابہؓ کے اخلاص و صداقت کی دلیل تھی کہ سب کو آپؐ کی رائے کے سامنے جھکنا پڑا۔

غزوۂ خندق میں حضرت سلمان فارسی کا مشورہ قبول فرما کر خندق کھدوائی۔ جنگِ بدر میں ایک صحابی کے مشورہ سے مقام تبدیل فرمایا۔ غزوہ اُحد میں تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کی کثرتِ آرا کے مقابلہ میں اپنی رائے بھی ترک کر دی۔ آپؐ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دفاعی جنگ لڑی جائے جو میدانِ جنگ سے آسان اور نفع بخش تھی مگر اکثر صحابہؓ کی رائے اس کے خلاف تھی جو میدان میں کفر کے مقابلے میں لڑنا چاہتے تھے۔ آپؐ نے انہی کی رائے پر عمل فرمایا۔ باقی حدیبیہ کے موقعہ پر صحابہؓ سے مشورہ نہیں لیا نہ ان کی رائے کو قبول فرمایا۔ کیونکہ آپؐ کے سامنے اسلامی دعوت کے لئے ملک میں امن و امان کی فضا ضروری تھی۔ جو اسلام کی اشاعت کا واحد ذریعہ تھا۔ صحابہ کرام فوری کامیابی کے خواہاں تھے وہ کفار سے کسی طرح بھی دب کر صلح کے حق میں نہ تھے۔ مگر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم جو کچھ دیکھ رہے تھے، وہ ان کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ آنے والے واقعات نے اس کی تصدیق کی اور صلح نامہ کی برکات کا اثر دنیا بھر میں پہنچ گیا مگر آپؐ نے اس وقت اس کا اظہار مناسب نہ سمجھا ورنہ امکان تھا کہ معاہدہ کے اثرات و برکات کا علم ہونے پر قریش معاہدہ سے انکار کر بیٹھتے۔

بہر حال بحیثیت امیرِ لشکر اسلام یہ آپؐ کی خوبی تھی کہ اہلِ لشکر کے مشورے سے کام کرتے تھے ورنہ کوئی مسلمان ایسا نہ تھا جو آپؐ کا حکم نہ مانتا۔

(۲۴) جنگی حالات کی دیکھ بھال

اس ترقی یافتہ زمانہ میں کمانڈر کے لئے ایسی جگہ تجویز کی جاتی ہے جو نسبتاً محفوظ ہو اور وہاں سے وہ تمام فوج کو کنٹرول کر سکے۔ آپ اسی چیز کو بدر کی لڑائی میں پائیں گے جبکہ آپؐ کے لئے دور ٹیلے پر چھپر بنا دیا گیا تھا اور غزوۂ خندق میں آپؐ پوری خندق کی دیکھ بھال فرما رہے تھے، جبکہ آپؐ کے لئے علیحدہ مقام بھی تجویز تھا۔

(۲۵) گوریلا جنگ، چھاپہ مار دستے (کمانڈو)

اس طرز جنگ نے آج خوب ترقی کی ہے، یہ بے قاعدہ جنگ ہے کہ جب بھی موقع ملے رات ہو یا دن، دشمن یا اس کے اموال یا مواصلات وغیرہ کو نقصان پہنچانے کے لئے اچانک حملہ کر کے اپنے محفوظ مقام کو واپس آ گئے۔ اس طرزِ جنگ نے ویت نام میں امریکہ اور فلسطین میں یہودیوں کو پورا پریشان کر رکھا ہے بلکہ بعض مقامات پر حکومتوں کا تختہ اُلٹ کر رکھ دیا ہے، الجزائر میں سالہا سال چھاپہ مار مسلمانوں نے ہزاروں طرح کے مصائب جھیل کر فرانس سے آزادی حاصل کی۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اچانک حملے اور دشمن کو عظیم نقصان پہنچانے کے طریقے پر اس وقت عمل شروع کر رکھا تھا۔ آپؐ کے بہت سے فوجی دستوں نے دشمن کو تتر بتر یا مطیع بنایا۔ بہتوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ جس قوم سے ایسی جنگ لڑی جائے۔ اس کے ساتھ جنگ یا حالت جنگ قائم ہو کسی قسم کا معاہدہ یا مفاہمت نہ ہو۔ اسلامی اور غیر اسلامی چھاپہ ماروں میں یہ فرق ضرور تھا کہ اگر مخالف فریق اطاعت قبول کر لیتا اور حق کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتا یا اپنے مذہب پر قائم رہ کر جنگ نہ کرنے کا یا باہمی تعاون کا بلکہ غیر جانبدار رہنے کا بھی معاہدہ کرتا تو مسلمان فوجی دستے فوراً اس سے اعراض کرتے۔

ان کا مقصد ہی صرف قیامِ امن اور اپنا بچاؤ تھا کہ قریش جب حملہ کریں جو اسلام کی اور مسلمانوں کی بیخ کنی پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں تو یہ قبائل ان کا ساتھ نہ دیں۔ اس چھاپہ ماری کے لئے ایک مثال کعب بن اشرف یہودی کی بھی پیش کی جا سکتی ہے جس کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پروانوں نے اسی طرح قتل کیا جس کا قصہ آپ اپنی جگہ دیکھیں گے اسی طرح ابورافع بن ابی الحقیق کا واقعہ جو۔ آپ جنگِ خندق کے بعد پڑھیں گے۔ دونوں کو مسلمان چھاپہ ماروں نے ختم کیا۔

۲۶۔ رطلِ خامس (ففتھ کالم) پانچواں دستہ

دنیا کی دوسری جنگِ عظیم میں جرمنی کے ہٹلر نے ایک دستے کا نام ففتھ کالم رکھا تھا جو ہمیشہ ریشہ دوانیاں کر کے دشمن کو نقصان پہنچانے کے لئے تھا اس کو لوگ ہٹلر کی ایجاد سمجھ رہے ہیں۔ لیکن اس اصول کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت بروئے کار لائے جب خندق میں چوبیس ہزار افراد قریش و قبائل عرب کے لشکر نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ عربوں کا ایک بڑا قبیلہ غطفان بھی اس لشکر سے مل گیا تھا اور عین وقت پر یہودی قبیلہ بنو قریظہ نے مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا۔ یعنی سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاہدہ کے باوجود قریش مکہ اور حملہ آور فوج سے مل گئے۔ موسم کی شدید سردی میں رات دن چوبیس ہزار لشکر سے خندق کی حفاظت جو باری باری سے حملہ کرتا اور مسلمانوں کو آرام کا موقع نہ دیتا تھا۔ معمولی کام نہ تھا۔ یہود نے غداری کی اور عقب سے مسلم خواتین کے قلعہ پر حملہ کرنے کے خطرہ نے مسلمانوں کی پریشانی میں غیر معمولی اضافہ کر دیا تھا۔ ان حالات میں ایک مسلمان مسمیٰ نعیم ابن مسعودؓ نے جس کے مسلمان ہونے کی اطلاع کا فروں کو نہیں تھی۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ سے وہ کردار ادا کیا جو آج کل امریکہ کی سی۔ آئی۔ اے ادا کر سکتی

ہے نہ روس کا ففتھ کالم، پھر کمال یہ ہے کہ جو کچھ کیا۔ اس میں جھوٹ بالکل نہ تھا۔
بنو قریظہ کے پاس جا کر کہا کہ تم کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے، انہوں نے مکمل اعتماد کا اظہار
کیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر جنگ کا رُخ مسلمانوں کے حق میں ہو جائے۔ کہیں یہ غطفان اور
قریش تم کو چھوڑ کر بھاگ نہ جائیں۔ وہ تو چلے جائیں گے، مگر تم کو یہیں مسلمانوں کے پاس
رہنا ہے پھر کیا تم تنہا ان کا مقابلہ کر سکو گے۔ اس لئے بہتر ہے کہ دونوں قبیلوں سے چند
آدمی یرغمال کے طور پر اپنے پاس رکھ لو تاکہ وہ تم کو چھوڑ کر بھاگ نہ جائیں۔ ان کو بات
پسند آئی۔ یہاں سے اٹھ کر قریش و غطفان کے پاس گئے ان سے کہا کہ کیا تم مجھ پر اعتماد
نہیں کرتے۔ انہوں نے اعتماد کا اظہار کیا انہوں نے کہا کہ بنو قریظہ مسلمانوں سے عہد کو توڑ
کر پشیمان ہیں اور اپنے مستقبل سے ڈرتے ہیں۔ ممکن ہے تمہارے آدمی تم سے یرغمال کے طور
پر لے کر مسلمانوں کے حوالے کر دیں۔ انہوں نے اس بات پر کان دھرا دوسرے دن
بنو قریظہ کو مل کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کو کہا تو انہوں نے پہلے یرغمال کے طور پر آدمی مانگے
قریش اور غطفان کو نعیم ابنِ مسعودؓ کی بات پر یقین آگیا اور ان میں بد دلی پھیل گئی ادھر
ہوا کا طوفان آگیا، جس نے ان کے کیمپوں میں اودھم اور افراتفری مچا دی۔ اس طرح
وہ راتوں رات بھاگ گئے اور خطرات کے بادل چھٹ گئے۔ ملک و ملت کے بچانے،
حق کی حمایت کرنے، دعوت اسلام کی آزادی اور انسانیت کی سربلندی کے لیے
سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ففتھ کالم کے طریقِ کار کی اجازت چودہ سو سال
قبل دی تھی جس پر آج عام ترقی یافتہ حکومتیں عمل کر رہی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ آپؐ
نے جائز ضرورت کے لیئے ایسا کیا اور دنیا کی طاقتیں اجتماعی و انفرادی خود غرضی کے لیئے
کر رہی ہیں۔

(۲۷) قائد کی شخصیت

فوجی جرنیل قوی اور بہادر ہو اور دوسری اعلیٰ صفات سے مزین ہو لیکن اگر اسکی

شخصیت فوجیوں اور عوام کی نظروں میں کمزور ہو تو اس کا حکم ماننے یا اس کو ڈسپلن قائم رکھنے کی راہ میں مشکلات ہوتی ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو صحابہؓ نے اوائل عمر سے دیکھا اور جانا پہچانا تھا، نبوّت سے پہلے بھی آپؐ عفیف، پاکدامن، غریبوں کے حامی، ضعیفوں کے مددگار مشہور تھے۔ پھر آپؐ کی نبوّت پر ایمان لانے والے تو آپؐ کا حکم خدا تعالیٰ کا حکم سمجھتے تھے۔ وہ نبوّت کی شان سے واقف تھے۔ اس پر مستزاد آپؐ کے وہ اخلاق کریمہ، جذبہ اخوّت و مساوات اور عام ہمدردی و خیر خواہی وغیرہ صفات تھیں۔ جن کی وجہ سے آپؐ سب کی آنکھوں کے تارے تھے۔ پھر فوجی خدمات اور جنگی امور میں بھی آپؐ ان سے زیادہ تھے۔ اس وجہ سے آپؐ کی شخصیّت کا اثر بھی آپؐ کی فوجی مہمات میں نمایاں تھا۔

(۲۸) حواس پر قابو

فوجی کمانڈر کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ بڑے دل گردہ کا مالک ہو وہ ایسا نہ ہو کہ فتحیابی کی شکل میں آپے سے باہر ہو جائے۔ راہِ اعتدال کو چھوڑ کر ظلم و ستم یا غیر شریفانہ اعمال پر اُتر کر قتل کرنے لگ جائے اور ایسا بھی نہ ہو کہ سخت اور خطرناک حالات میں حوصلہ ہار جائے۔ اپنے نصب العین (مشن) اور عزتِ نفس کو بھلا بیٹھے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو ان دونوں حالتوں میں اپنے نفس پر ایسا کنٹرول اور حواس پر اتنا قابو ہوتا تھا کہ عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی تھی۔

(۱) فتح و نصرت کے وقت جب مکّہ معظمہ فتح ہوا، آپ دیکھیں گے کہ اکیس سال کی جانی دشمن، اسلام کی دشمن، بدترین اور ذلیل حرکات کی مرتکب اور مجرم قوم کس طرح آپؐ کی رحمت و شفقت کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ وہ انتقامی موت سے نجات پا جاتی ہے بلکہ دینوی اور دینی منافع سے مالا مال ہو کر

شرفِ انسانیّت کی مبلغ بن جاتی ہے، پھر آپؐ کا مکّہ معظمہ میں داخلہ ملاحظہ فرمائیں کوئی اور ہوتا تو ننگی تلوار لہراتے ہوئے اکڑ کر قتلِ عام کا حکم دیتا۔ مگر آپؐ کا سر مبارک اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری سے سواری پر جھکا ہُوا تھا۔ جنگِ بدر میں آپؐ نے دشمن کی شکست سے خوب فائدہ اٹھایا ان کا تعاقب کر کے ستر آدمی گرفتار کر لئے۔ غرضیکہ فتح و کامرانی کے وقت بھی آپؐ حوصلے اور بلند ہمتی سے کام کرتے رہے۔

(ب) اسی طرح سخت اور ابتلاء و تکلیف کے وقت میں بھی جبکہ کلیجہ منہ کو آتا ہو تمام تدابیر جواب دے بیٹھی ہوں، ظاہر بینوں کو کوئی راہِ نجات نظر نہ آتی ہو۔ بڑے بڑے بہادروں کے اوسان خطا ہو جاتے ہوں۔ اس وقت بھی سرورِ عالم کی استقامت خود معجزہ سے کم نہیں تھی۔ جنگِ اُحد میں جب آپؐ کو دشمنوں نے گھیر لیا تھا اور پتھروں اور تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ صحابہؓ منتشر ہو چکے تھے۔ آپؐ لہو لہان تھے۔ جاں نثاروں کی لاشیں اِدھر اُدھر تڑپ رہی تھیں۔ آپؐ کوہ وقاری کے ساتھ آٹھ دس صحابہؓ کے ہمراہ محاصرہ توڑ کر احد پہاڑ پر چڑھنا چاہتے تھے، آخر کار قریش کا محاصرہ توڑ کر چند صحابہؓ کی جان نثاری اور خونریز لڑائی کے بعد آپؐ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

اسی طرح جنگ حنین کے وقت جب اندھیرے میں دشمن کے اچانک حملے سے بارہ ہزار مسلمانوں کو بُری طرح پسپا ہونا اور بھاگنا پڑا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساقہ میں فوج کے پیچھے تھے آپؐ نے رفقاء کی مدد سے تعاقب کرنے والے دشمن کو روک دیا جن کی تعداد ہزاروں تھی اور پسپا ہونے والوں کو بلا کر واپس کیا۔ جس سے منٹوں میں جنگ کا نقشہ بدل گیا اور چھ ہزار آدمی دشمن کے گرفتار کر لئے گئے اس طرح کی استقامت اور نفس پر مکمل کنٹرول کی نظیر دوسرے جرنیلوں میں تلاش کرنا فضول ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَآءُ ۝

ترجمہ:- یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے دیدے۔

(۲۹) اجتماعی جنگ

دوسری جنگ عظیم میں جرمنی لیڈروں کا دعویٰ تھا کہ ہم نے انفرادی جنگ کو اجتماعی جنگ بنا دیا کہ جنگ صرف فوج کی فوج سے نہ رہی بلکہ پوری قوم کی جنگ پوری قوم سے ہوگئی اور قوم کے تمام وسائل جنگ کے لئے وقف ہو گئے، لیکن یہ اجتماعی جنگ بیسویں صدی کی ایجاد نہیں ہے بلکہ چودہ سو سال سے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اس کو اختیار کیا۔ پوری قوم نے اپنے پورے وسائل استعمال کیئے۔ سب نے مال دیا۔ جانیں پیش کیں۔ باربرداری میں حصّہ لیا۔ مادی اور معنوی طور پر پوری قوم شریکِ جنگ رہی بلکہ سچ پوچھیں تو آپؐ نے جنگ کے لئے صرف فوجوں کو استعمال نہیں کیا نہ آپؐ نے اس وقت تنخواہ دار فوج رکھی تھی۔ قوم کی قوم فوج تھی۔ ہر مسلمان سپاہی تھا اور اللہ کی راہ میں نکلنے کا اعلان سن کر کوئی بھی گھر میں بیٹھے رہنے کو پسند نہیں کرتا تھا۔ غزوۂ تبوک اس کا پورا پورا مظہر تھا۔ ساری قوم معنوی، مادی اور سیاسی و اخلاقی طور سے جنگ میں شریک تھی جس کا مقصد ظلم کا استحصال اور عادلانہ نظام کا قیام تھا۔

(۳۰) مکمّل احتیاط اور پیش بندی

دور بینی اور ہر ممکن خطرے کا انسداد، خونریزی سے بچنے کی ہر ممکن تدبیر اور جنگ سے بچنے کی بھرپور کوشش۔

فتح مکّہ کے دن کس کو معلوم نہیں کہ مسلمانوں کا لشکر دس ہزار تھا پھر لوہے میں

ڈوبا ہؤا اب اہلِ مکّہ سے ان کے شکست کھا جانے کا تصوّر ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ کوئی اور دنیا کا فاتح ہوتا تو بغیر سوچے سمجھے دشمن کے شہر پر حملہ کر کے اینٹ سے اینٹ بجا دیتا اور قتلِ عام کا حکم دے دیتا اور دنیا والے بُرا بھی نہ کہہ سکتے، کیونکہ ان دشمنوں نے اکیس سال تک جو کچھ کیا تھا وہ سب کے سامنے تھا اور ان کا بس چلتا تو وہ مسلمانوں کا بچّہ تک بھی زندہ نہ چھوڑتے، مگر آپؐ تو رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْن تھے۔ آپؐ جانتے تھے کہ اہلِ مکّہ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آپؐ کی خواہش تھی کہ بغیر خون بہائے مکّہ معظمہ پر قبضہ ہو جائے اس لئے آپؐ نے وہ تمام تدابیر اختیار فرمائیں جن کی وجہ سے قریش اتنے پست حوصلہ ہو جائیں کہ مزاحمت کا ارادہ بھی نہ کریں۔ اس طرح وہ بے سود جانی نقصانات سے بچ جائیں۔ پھر اگر وہ مستحق ہوتے تو ان کا اعزاز و اکرام کونسی مشکل بات ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں آپؐ نے ادنیٰ سے ادنیٰ کوشش بھی نظر انداز نہیں کی۔ اس سلسلہ میں آپؐ فتح مکہ کے حالات میں مفصل بیان دیکھ سکیں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

(۳۱) فوج کا امتحان

فوج کا امتحان بھی ہؤا کرتا ہے۔ لائق جرنیل اس کا بھی پورا اطمینان کرتا ہے۔ بدر میں آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت کیا یا ان کا امتحان لینا چاہا ایک مہاجر حضرت مقداد نے فرمایا یا رسول اللہ! ہم اصحاب موسیٰؑ نہیں ہیں کہ کہہ دیں "جاؤ تم اور تمہارا رب لڑو ہم تو یہیں بیٹھیں گے"۔ یا رسول اللہ! ہم آپؐ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے لڑتے رہیں گے۔ آپؐ اگر ہم کو برک الغماد تک لے جائیں ہم لڑیں گے۔ (برک الغماد یمن کی طرف مکّہ معظمہ سے چار پانچ دن کے فاصلے پر ہے)، حضرت سعد بن معاذ انصاریؓ بولے "یا رسول اللہ! شاید آپؐ انصار کی رائے دریافت

کرنی چاہتے ہوں۔ آپؐ نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت سعد نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپؐ ہم کو دریا میں گھس جانے کا حکم دیں گے تو بھی ہم آپؐ کے ساتھ ہوں گے۔ آپؐ نے خوش ہو کر دعا فرمائی۔

(۳۲) دشمن کی اقتصادی ناکہ بندی

دشمن کو طاقت بڑھانے سے روکنے یا اس کو حق کے سامنے جھکانے کے لئے اقتصادی ناکہ بندی بھی کامیاب ہتھیار رہے اور بیسویں صدی عیسوی میں آج کل اس سے بڑا کام لیا جاتا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو جب جہاد کی اجازت ہوگئی تو آپؐ نے اسلام کو مٹانے کا قطعی ارادہ رکھنے والی قوم قریش اور ملک بھر میں ان کے رسوخ و طاقت کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ چنانچہ آپؐ نے مدینہ پہنچ کر یہود اور مشرکین مدینہ سے مشترکہ دفاع کا معاہدہ کر کے پیش بندی فرمائی پھر آپؐ نے قرب وجوار کے قبائل کو ساتھ ملانے کی سعی فرمائی اور ساتھ ہی قریش کے تجارتی قافلے جو مدینہ کے قریب سے ہو کر سمندر کے کنارے کنارے شام کو جاتے تھے ان کو روکنے کا فیصلہ کیا تاکہ دشمن جنگی ساز و سامان میں اضافہ نہ کرسکے۔ ترقی یافتہ قومیں آج جنگی توازن کا حساب لگاتی رہتی ہیں۔ آپؐ نے اسی وقت سے جنگی توازن کو قریش کے حق میں ہونے کی مزاحمت فرمائی، چنانچہ قریش کی شامی تجارت کو آپؐ نے خطرہ میں ڈال دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپؐ نے قریش کی اس تجارت کو بھی بند کر دیا جو وہ عراق سے کیا کرتے تھے۔ شام کی تجارت خطرہ میں پڑ جانے سے قریش نے شمال میں عراقی تجارت کی طرف رُخ کیا۔ چنانچہ صفوان بن امیہ تقریباً ایک لاکھ روپوں کا مال اور قافلے کر ادھر روانہ ہوا۔ آپؐ کو اطلاع ملی۔ آپؐ نے فوراً حضرت زید بن حارثہؓ کی امارت میں سو سواروں کا دستہ بھیج دیا

جنہوں نے قروہ کے مقام پر صفوان کو جالیا۔ وہ بھاگ گئے۔ حضرت زید قافلہ پکڑ کر مدینہ لے آئے۔ اس طرح آپؐ نے شمال کی طرف سے پوری پوری اقتصادی ناکہ بندی کر لی (قروہ علاقہ نجد کا ایک مشہور پانی کا چشمہ تھا)۔

(۳۳) میدانِ جنگ اور علاقے کی واقفیت (سروے)

وہی جرنیل کسی علاقے کے کنٹرول میں کامیاب ہو سکتا ہے جو اس پورے علاقے کا سروے کر لے۔ وہاں کی آبادیوں اور علاقوں اور ان کے تعلقات سے پوری پوری واقفیت حاصل کر لے۔ آج کل مختلف طریقوں سے دشمن کے ملک اور علاقوں کے نقشے حاصل کئے جاتے ہیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد جب جنگ کی اجازت ہو گئی۔ چاروں طرف سریئے (چھوٹے چھوٹے فوجی دستے جن میں آپؐ خود شریک نہ ہوتے) روانہ فرمانے شروع کر دیئے۔ دوسرے فوائد کے سوا مسلمانوں کو سارے علاقہ سے واقفیت ہو گئی جو آنے والے واقعات کے لئے ضروری تھی۔ بیسیوں فوجی کمانڈر تیار ہو گئے۔ جنگ کی تربیت ہوتی رہی۔ پیدل سفر۔ رات کے سفر اور بھوک پیاس کی ٹریننگ کرادی۔ دشمنوں کی طاقت اور اسلحہ کا اندازہ ہو گیا اور ملک بھر کی اطلاعات فراہم ہو گئیں۔ اس واقفیت نے آئندہ بڑا فائدہ پہنچایا۔

(۳۴) فوری تجاویز۔ سکیمیں اور ان پر عمل

سپہ سالار کی اولین خوبی یہ ہے کہ وہ فوری تدابیر و تجاویز سوچے ان کے مطابق نقشہ تیار کر کے اس پر عمل کرے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارد گرد کے سینکڑوں قبائل کو رام کرنے کی تدبیریں کیں۔ احکام دیئے اور

ان پر عمل کیا۔ بعض دشمن قبائل کو خبر بھی نہ ہوتی تھی کہ آپؐ کا فوجی دستہ ان کو گھیر لیتا۔ یا اچانک حملہ کر دیتا۔ جنگِ خیبر کے وقت آپؐ نے عجیب فوجی تجویز فرمائی کہ ایک فوجی دستہ قبیلہ غطفان کی طرف روانہ کر دیا جس کی وجہ سے وہ لڑائی اور اپنے اوپر حملے کے ڈر سے یہود کی مدد کو نہ آسکے ورنہ ان کا اور یہود کا معاہدہ تھا۔ اس طرح آپؐ نے بڑی فوج خیبر کے محاصرے پر لگا دی۔ جس سے خیبر کے سارے قلعے فتح ہو گئے۔ اسی طرح اُحد اور خندق کی لڑائیوں میں آپؐ نے اطلاع ملتے ہی فوری تدابیر طے کر کے دشمن کے آنے سے پہلے ہی ان پر عمل شروع کر دیا۔

(۳۵) فوج کا شعار (واروڑ)

آج کل بھی ضرورتاً اس پر عمل کیا جاتا ہے کہ دوست اور دشمن کے درمیان تمیز کے لئے کوئی لفظ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ جو شخص وہ لفظ بول دے وہ اپنا سمجھا جاتا ہے۔ اس کے سوا بھی اطلاعات وغیرہ میں خاص الفاظ خاص معنوں کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں۔ اہلِ اسلام قدیم زمانہ سے اس اصول پر عمل کرتے رہے ہے۔ چنانچہ جنگِ بدر میں آپؐ نے مسلمانوں کا شعار (وارڈ) اُحد اُحد مقرر کیا تھا۔

(۳۶) شرکتِ جنگ

وہ کمانڈر یا فوجی افسر بہادر سمجھا جاتا ہے جو کبھی کبھار خود بھی شریک جنگ ہو۔ اس سے لشکر کے حوصلے بڑھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اپنی مثال آپ تھے۔ آپ بنفسِ نفیس جنگ میں حصہ لیتے رہے خود سامنے موجود ہوتے تھے اور رجب مشرک ابی بن خلف نے کوہِ اُحد پر چڑھ کر آپؐ کو للکارا

اور صحابہؓ اس کی طرف بڑھنے لگے، آپؐ نے روک دیا اور خود اس کو نیزہ دے مارا، جس سے وہ بھاگ گیا اور اسی زخم سے مر گیا۔ غزوۂ خندق میں آپؐ خندق کھودنے میں برابر کے شریک رہے۔ غزوۂ حنین میں آپؐ نے دس آدمیوں کی معیت میں ہزاروں دشمنوں کا راستہ روک لیا۔ یہاں تک کہ آپؐ کے گرد بڑی تعداد مسلمانوں کی جمع ہو گئی۔

(۳۷) جنگ کی محدودیت، امن کا شوق اور حقیقت پسندی

ایک صحیح اور قابل سپہ سالار کا فرض ہے کہ وہ بے ضرورت جنگ نہ کرے اور جنگ کا دائرہ ضرورت تک محدود کرے۔ اصل مقصد انسانوں کو قتل کرانا نہیں بلکہ امن ہے تاکہ دعوتِ اسلام کی راہ آزاد ہو اور ظلم کا انسداد ہو سکے۔ آج کی ترقی یافتہ دنیا میں ویت نام میں برسوں بے گناہوں پر گولہ باری کی جائے یا کسی بھی ملک پر حملہ کیا جائے تو کہا جاتا ہے کہ قیامِ امن کے لئے یہ ضروری ہے مگر امن امن کے الفاظ کے اندر استعمار اور توسیع سلطنت کے مذموم عزائم کار فرما ہوتے ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل اور تعلیمات میں آپ کو ہر جگہ قیامِ امن اور انسانی جانوں کے بچاؤ کا سامان نظر آئے گا۔

۱۔ اجتماعی امن

اس سلسلہ میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات دیکھنی ہوں تو ایک طرف صلح حدیبیہ کا پورا قصہ پڑھیں کہ کس طرح آپؐ نے ظاہری وقار کا خیال چھوڑ کر صحابہؓ کی مرضی کے خلاف صلح کے لئے پوری پوری کوشش فرمائی۔ دوسری طرف اسلام کا اصولِ امن قرآن میں پڑھیں۔

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ

ترجمہ :- اور اگر مشرکوں میں سے کوئی امن مانگے تو اس کو امن دے دیدو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوکل علی اللہ۔

اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی مان لیں اور خدا پر بھروسہ کریں۔ بلکہ بعض اوقات دشمن نے آمادگی ظاہر نہیں کی مگر آپؐ نے جنگ بند کردی۔ چنانچہ جنگِ ہوازن کے بعد جس کو جنگ حنین بھی کہتے ہیں۔ آپؐ نے طائف کا محاصرہ فرمایا جو عرصہ تک جاری رہا۔ جب آپؐ کو معلوم ہوا کہ قبیلہ ثقیف کے پاس قلعہ میں بہت دنوں کے لئے سامان جنگ اور راشن موجود ہے تو آپؐ نے محاصرہ اٹھا لیا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد یہ قبیلہ خود مدینہ منورہ آکر مشرف بالاسلام ہو گیا۔ فتح مکہ کے بعد اسلام ہی عرب کی واحد طاقت تھی، لیکن آپؐ نے جھوٹے وقار اور غلط رعب (پرسٹیج) کا قطعاً خیال نہیں فرمایا بلکہ حقیقت پسندی کے تحت انسانی جانوں کو بچانے کے لئے محاصرہ اٹھا لیا۔

ب۔ انفرادی امن

جب فتح مکہ کی صبح کو قبیلہ بنو خزاعہ نے ایک پرانے دشمن کو کسی قتل کے بدلے مار ڈالا تو آپؐ کو سخت رنج ہوا حالانکہ بنو خزاعہ آپؐ کے حلیف تھے اور غالباً انہوں نے اسی جرأت پر یہ کام کیا تھا۔ آپؐ نے تقریر فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا۔

اے گروہ خزاعہ قتل سے باز آجاؤ اگر یہ کوئی مفید چیز ہے تو بہت ہو چکی ہے۔ آئندہ کسی نے کسی کو قتل کیا تو وارثوں کو اختیار ہوگا۔ چاہیں تو قصاص لیں چاہیں تو دیت وصول کریں۔ تمہارے اس قتل کی مجھے دیت ادا کرنی ہوگی، چنانچہ آپؐ

نے اس کی پوری دیت ادا فرما دی۔

ایک اور واقعہ اس سے بھی عجیب ہے۔ فتح مکہ کے بعد آپؐ خانہ کعبہ کا طواف فرما رہے تھے۔ ایک شخص فضالہ بن عمیر آپؐ کے قریب ہو گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ موقعہ پاک کر آپؐ کو شہید کر دے۔ آپؐ نے اس کو دیکھ کر بھانپ لیا۔ اس کو بلا کر پوچھا تم دل میں کیا کہہ رہے تھے۔ اس نے کہا کچھ نہیں خدا کو یاد کر رہا تھا۔ آپؐ مسکرا گئے۔ اس پر مہربانی کی اور اپنا مبارک ہاتھ اس کے سینے پر رکھ دیا جب وہ چلا تو کہنے لگا کہ آپ نے ہاتھ اٹھایا تو میرے دل میں آپؐ کی محبت دنیا ومافیہا سے زیادہ تھی۔ جنگ بدر کے بعد صفوان بن امیہ اور عمیر باتیں کرتے ہوئے افسوس کر رہے تھے۔ عمیر بن وہب نے کہا کہ میں جا کر ان کا کام تمام کئے دیتا ہوں۔ تلوار لی زہر میں بجھائی اور مدینہ منورہ چلا آیا۔ حضرت عمرؓ اس کو پکڑ کر آپؐ کے پاس لے آئے آپؐ نے پوچھا کیسے آئے۔ کہا میرا بیٹا بھی گرفتار ہے اس کو چھڑانے آیا ہوں۔ غریب آدمی ہوں آپؐ مہربانی فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا تم اور صفوان کیا مشورہ کر رہے تھے۔ وہ حیران ہو گیا کہ وہاں تو اس کے اور میرے سوا کوئی اور آدمی نہ تھا۔ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ بہر حال اجتماعی امن ہو یا انفرادی آپؐ ہر وقت اس کو پیشِ نظر رکھتے اور انسانی زندگی بچانے کے لئے ہر تدبیر فرماتے۔

فتح مکہ و جنگ ہوازن کے بعد آپؐ نے قریش کو مال غنیمت سے مالا مال کر دیا اس کی یہی تو وجہ تھی کہ قریش عرب بھر میں بہادر تھے۔ اوروں سے زیادہ ترقی یافتہ تھے۔ بہت زیادہ مالدار تھے، پھر خانۂ کعبہ ان کے شہر میں تھا۔ یہ معمولی بات نہ تھی۔ کہ وہ قریش اپنی تمام تر برتریوں کو چھوڑ کر ذلت کے انجام کو آسانی سے قبول کر لیتے۔ آپؐ نے ان پر احسانات کر کے ان کے دل موہ لئے۔ کوئی انتقامی کارروائی نہ کی اور

وہ سب اسلام کو قبول کرنے کے لئے دل سے تیار ہو گئے۔ اسلام اور اسلامی اصول کو تو وہ پہلے ہی سمجھ چکے تھے اور جنگوں میں بھی وہ مسلمانوں کی روحانی قوت ۔ خدا پر بھروسہ اور اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد کو آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ صرف حسد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے وہ دنیائے عرب میں اپنی برتری سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھے۔ مگر جب انہوں نے اسلام میں عزت ہی عزت دیکھی جس میں ان کی برتری پر بھی کوئی حرف نہیں آسکتا تھا ان کے دل اسلام کے لئے خود آمادہ ہو گئے۔

(۴۸) جنگی چال

فوج کا جو افسر جنگی چالوں سے واقف نہ ہو وہ کیسے فوج کو عمدگی سے لڑا سکے گا۔ جنگ کے اندر دشمن کو نیچا دکھانے یا مفادات حاصل کرنے کے لئے جو چال اختیار کی جائے وہ آج کے قوانینِ جنگ میں مسلّم ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے تو الحرب خدعۃ فرما کر جہاد کا نام ہی "جنگی چال" رکھ دیا ہے یہ لفظ عام استعمال کے مطابق ہے ورنہ جنگی چالیں دراصل "جنگی تدبیروں" کا نام ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی ساری جنگوں میں حسن تدبیر ہی تھی جس نے دشمن کو نیچا دکھایا۔ یہاں چند تدبیروں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک تو آپ جنگِ خندق میں پڑھیں گے کہ حضرت نعیم بن مسعودؓ کے ذریعے آپؐ نے مشرکین یہود کو عین حالت جنگ میں کس طرح جُدا جُدا کر ڈالا۔ جس کا نتیجہ قریش کی دائمی شکست اور یہود بنو قریظہ کے خاتمے کی صورت میں نکلا۔ جنگی چال کی مثال یہ بھی پیش کی جا سکتی ہے کہ آپؐ نے خیبر کی جنگ میں کس طرح عظیم قبیلہ غطفان کو یہودیوں کی امداد سے روکے رکھا۔ تیسری تدبیر یہ ہے کہ آپؐ نے یہود کے تمام قلعوں پر تھوڑی تھوڑی فوج لگا کر ان کو مصروف رکھا اور بڑی فوج سے ایک ایک قلعہ فتح کیا اور

باقی قلعے والوں کو ایک دوسرے کی امداد سے روکے رکھا۔ ہزاروں غطفانی باہر سے حملہ کر دیتے تو محاصرہ کرنے والے مسلمانوں کے لئے کتنی مشکلات ہو جاتیں۔

چوتھی تدبیر طائف کے محاصرہ کی ہے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اعلان کرا دیا کہ جو جو غلام ہمارے ساتھ ملیں گے وہ آزاد ہوں گے۔ یہ اعلان سن کر غلاموں کی ایک بڑی تعداد طائف والوں سے بھاگ کر مسلمانوں سے آملی۔ ان سے جب یہ حالات معلوم ہوئے کہ قلعہ طائف میں مہینوں کا راشن پانی اور اسلحہ موجود ہے جس کی وجہ سے وہ جلد قلعہ پر قبضہ نہ ہونے دیں گے۔ ان بیچاروں کا کیوں خون بہایا جائے جلد یا بدیر خود ہی آجائیں گے، چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد وہ مدینہ منوّرہ آکر مسلمان ہو گئے۔ آج کل اشتہارات پھینک کر دشمنوں کے آدمیوں میں پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے زبانی اعلان کرا کر چند آدمی بھی حاصل کر لئے اور قلعہ کے اندر کی معلومات بھی مہیا کر لیں۔

(۳۹) شہر اور راستوں کی لڑائی

قتال المُدن والشوارع

جب ایک قوم اپنے شہر کے اندر رہ کر سڑکوں اور مکانوں میں دشمن کا مقابلہ کرے تو حملہ آور فوج کے لئے یہ جنگ بڑی مشکل اور خطرناک ہوتی ہے۔ مسلمانوں نے بنو نضیر پر حملہ کیا تو ان کے سامنے یہی مشکل تھی۔ اسی طرح جنگِ خیبر میں بھی ہوا۔ دشمنوں نے راستوں میں جا بجا پتھروں کے ڈھیر لگا کر ان کو مورچے بنا دیا۔

مکانوں سے بھی لڑتے رہے۔ وہ اپنے شہر کے گلی کوچوں سے پورے واقف تھے۔
سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے یہاں نہ کر و فر کا طریقہ اختیار فرمایا کہ یکدم
حملہ کیا جائے، اگر مزاحمت سخت ہوئی یا تھک گئے تو پیچھے ہٹ کر دوبارہ حملہ کیا
جائے اور نہ ہی آپؐ نے صف آرائی کا طریقہ اختیار فرمایا۔ بلکہ بعض صحابہؓ کو آرام
کرنے دیا اور بعض کو لڑتے ہوئے آگے بڑھنے اور آہستہ آہستہ مکانوں اور سڑکوں
پر قبضہ کرنے کا حکم دے دیا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے یہ جنگیں بڑی کامیابی
سے لڑائیں۔ ایک ایک راستے کو صاف کرتے اور قبضہ کرتے جاتے تھے۔ آج اس سڑک
اور مکان پر قبضہ کیا کل دوسرے پر۔ اسی طرح نہایت احتیاط سے پیش قدمی کرتے ہوئے
پورے علاقہ پہ قبضہ کر کے قلعہ بند فوجوں کو اطاعت پر مجبور کر دیا، جبکہ دوسری جنگِ
عظیم میں سٹالن گراڈ میں شہر کے اندر کی لڑائی میں آخر تک جرمنی روسیوں کو شکست
نہیں دے سکے۔

(۴۰) پروپیگنڈے کی قوّت کا اندازہ

جنگِ خندق کی سخت حالت میں جب یہ اطلاع ملی کہ یہود بنی قریظہ عہد شکنی کر
کے قریش اور عرب قبائل سے مل گئے ہیں جس سے دوسری طرف یعنی اندر سے مدینہ منورہ
پر حملے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو صحیح اطلاعات
حاصل کرنے کے لئے بنو قریظہ کی طرف بھیجا واقعہ صحیح تھا۔ صحابہؓ نے واپس آکر سرورِ عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو یہودیوں کی عہد شکنی اور دشمنوں سے مل جانے کی خبر ایسے الفاظ
میں سنائی کہ دوسرے لوگ نہ سمجھ سکیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اور صحابہ کرامؓ
کو اس وقت بھی پروپیگنڈے کے اثرات کا علم تھا۔ جس کے لئے آج کل باقاعدہ منسٹریاں
اور وزارتیں قائم کی جاتی ہیں۔ خدانخواستہ یہ خبر مسلمانوں میں عام طور پر پھیل جاتی تو

بد دلی پھیلنے کا امکان تھا۔ اس لئے بڑی احتیاط سے کام لیا گیا۔ آپؐ نے غلط تو غلط رہی صحیح بات کو بھی مشہور نہیں ہونے دیا جس کا بُرا اثر پڑ سکتا تھا۔ اسی طرح آپؐ نے حطیم کعبہ کو (جو کعبہ شریف کا ایک حصّہ اور علیحدہ ہے) کعبہ میں ملانے سے اس لئے احتراز فرمایا کہ اس کے باہر سے طواف کیا جاسکتا ہے جس سے مذہبی نقصان تو کوئی ہوتا نہیں اور ملانے سے خواہ مخواہ لوگوں میں غلط پروپیگنڈا ہونے کا خطرہ تھا۔ جیساکہ حضرۃ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے واضح ہے۔

(۴۱) خُفیہ مُراسلوں کی ابتداء

آج کل رسائل مکتومہ یعنی خفیہ مراسلات کو بڑی اہمیّت دی جارہی ہے۔ اس کی ابتداء سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمائی۔ آپؐ نے ہجرت کے بعد حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی سرکردگی میں ایک دستہ مکہ معظمہ کی جانب روانہ فرمایا اور اس کو ایک خط لکھ کر یہ حکم دیا کہ دو دن سفر کرنے کے بعد اس کو پڑھو اور پھر اس پر عمل کرو، یہ بھی فرمایا کہ اس وقت اپنے رفقاء کو اختیار دیدو کہ وہ واپس آجائیں یا تمہارے ساتھ رہیں۔ چنانچہ خط دو دن کے بعد کھولا گیا۔ اس میں حکم تھا کہ آگے مقام نخلہ تک بڑھتے چلے جاؤ (یہ مقام طائف اور مکہ کے درمیان ہے) اور قریش کی حرکات اور ارادوں کا حال معلوم کرو، چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے ساتھیوں نے رفاقت ہی کو پسند کیا۔

(۴۲) سرد جنگ اور حدودِ مملکت کی خُلاف ورزی کا انسداد

آج کل سرد جنگ کو بڑی اہمیّت دی جاتی ہے۔ دو بڑی طاقتیں جب تک کھُلم کھُلا ایک دوسرے سے نبرد آزما نہیں ہوتیں۔ اندر ہی اندر وہ ایسی تدبیریں کرتی ہیں کہ

دشمن کے حامی کم اور اپنے دوست زیادہ ہو جائیں۔ دشمن کو مالی و اقتصادی نقصان پہنچے۔ اس کی تجارت کمزور ہو۔ راستوں پر کنٹرول حاصل کیا جائے۔ اس سلسلہ میں جنگِ بدر سے پہلے بھی اور اس کے بعد خصوصاً جنگِ اُحد تک سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے جو مہمات سر فرمائیں، جو جو دستے بھیجے وہ ان قبائل کو مسلمانوں پر حملہ کرنے سے روکنے کے لئے تھے یا قبائل کو اسلامی طاقت سے مرعوب کرنا تھا، دفاعی یا غیر جانبدار رہنے کے معاہدات کے لئے تھے۔ یا ان راستوں پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے جو شام و عراق و نجد کو جاتے ہیں۔ اس طرح آپؐ نے حدودِ مملکت کی خلاف ورزی کو بھی روک دیا۔ اس سلسلہ میں آپؐ نے نہایت حکیمانہ انداز اختیار فرمایا۔ اگر آپؐ ان تمام علاقوں پر اپنے تسلط اور بالا دستی کا اعلان فرما دیتے تو بعض قبائل میں اشتعال پیدا ہوتا۔ آپؐ نے وفود یا فوجی دستے بھیجکر سارے معاملات طے کرا دیئے اور عملاً قریش کو مسلمانوں کی حدود سے گذرنا دشوار کر دیا۔ ان حملوں سے اگر مقصد غصب و نہب اور لوٹ کھسوٹ ہوتا تو مسلمان مال لوٹ کر فوراً واپس آتے تاکہ دوبارہ دشمن حملہ کر سکے یا گھیر کر مال واپس نہ لے لیں۔ مگر مسلمانوں نے ایسا نہیں کیا۔ مسلمان بنی سلیم میں دو ماہ ٹھہرے رہے۔ بنی ثعلبہ اور بنی محارب کے شہروں میں پورا مہینہ رہے۔ آج کل کی اصطلاح میں اسے سرد جنگ کہتے ہیں، جس پر آپؐ نے چودہ سو سال پہلے عمل کیا۔ فرق وہی ہے کہ آج کل ظلم و عدوان اور لوٹ کھسوٹ کی نیّت سے کیا جاتا ہے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے مسلسل تیرہ سال صحابہؓ سمیت انسانیت سوز مظالم برداشت کرنے اور ملک چھوڑ دینے کے بعد عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے اختیار کیا جبکہ آپؐ کو اس کا یقین ہو گیا تھا کہ قریش کسی حالت میں اسلام کی بیخ کنی سے باز نہ آئیں گے۔

(۴۳) مالِ غنیمت کا سرکاری انتظام

آج مہذب اور ترقی یافتہ کہلانے والی قومیں دشمن کے چھوڑے ہوئے سامانِ جنگ اور مال و دولت کو سرکاری طور پر جمع کراتے ہیں تاکہ لاکھوں کروڑوں کا مال فوجیوں اور عوام کے ہاتھوں بے قاعدگی سے ضائع نہ ہونے پائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے جنگِ حنین کی فتح کے بعد جتنا بھی مالِ غنیمت تھا وہ باقاعدہ جمع کراکر مقام جعرانہ میں رکھوا کر اُس پر مضبوط پہرہ لگوادیا۔ یہ مقام دشمن سے دور اور محفوظ تھا اور آپؐ کے حکم کے مطابق کسی مسلمان نے اس سے ذرا برابر چیز تک نہیں اٹھائی۔

(۴۴) ابداع "ضرورتِ جنگ کی خاطر نئی ایجاد یا ایسا عمل کہ دشمن کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو"

کسی بھی فوجی افسر کا یہ کمال ہے کہ وہ مشکل کے وقت عین حالتِ جنگ میں کوئی نیا مفید ہتھیار یا ایجاد یا طریقِ کار اختیار کرے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طائف کے محاصرہ میں جب آپؐ نے دیکھا مسلمان قلعہ کے قریب پتھروں اور تیروں کی بارش کی وجہ سے نہیں جاسکتے تو آپؐ نے ایک متحرک قلعہ بنوایا۔ مضبوط قسم کی لکڑیوں کا قلعہ نما خیمہ سا تیار کیا۔ اس پر سخت چمڑے چڑھائے گئے اور اس کو اتنا مضبوط کیا گیا کہ تیر اس پر اثر نہ کرسکیں، چنانچہ اس کی آڑ اور حفاظت میں مسلمان فوجیوں نے آگے بڑھنا شروع کیا اور اس میں خاصی کامیابی حاصل کی مگر دشمن نے اس کا توڑ تلاش کرلیا۔ انہوں نے لوہے کی سیخیں گرم کرکے

پھینکنی شروع کر دیں جس سے یہ قلعہ بے سود ہو گیا۔ بہرحال آپؐ نے قلعہ سر کرنے کے لئے اس وقت کے حالات و مواد کے مطابق بہترین تدبیر فرمائی اور جب یہ معلوم ہُوا کہ قلعہ سامان و ضروریات کی فراوانی کی وجہ سے جلد فتح نہیں ہو سکتا تو طرفین کی جانیں اور وقت ضائع کرنے سے بچتے ہوئے اور دینی تبلیغی کاموں۔ اور جنگِ حنین و فتح مکہ کے نتیجہ میں انتظامات کو اہمیت دیتے ہوئے محاصرہ اٹھا لیا چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اہلِ طائف نے خود بخود مدینہ منورہ میں آکر اسلام قبول کر لیا۔ اسی طرح آپؐ نے منجنیق کے ذریعہ بھاری تیر اور پتھر پھینکنے کا طریقہ اختیار کر کے حتی الامکان مادی اسباب کی ترغیب دی اور محاصرہ اٹھا لینا پیغمبرانہ اقدام تھا جس میں سراسر حکمت ہی حکمت تھی۔ یہی اہلِ طائف تھے جو بہت جلد مدینہ منورہ آکر مسلمان ہو گئے پھر حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں فتنہ ارتداد اور عام فسادات کے وقت اہلِ حرمین شریفین کی طرح اسلام پر مضبوطی سے قائم رہے۔ محاصرہ اٹھانے میں امن عالم کے لئے یہ ہدایت بھی تھی کہ جھوٹے وقار اور رسمی رعب داب کی خاطر انسانی جانوں سے نہ کھیلا جائے ورنہ تمام عرب کی عظیم طاقت بن جانے اور مکہ معظمہ فتح کر لینے کے بعد کوئی دنیا دار جرنیل ایسا کرنے کو یقیناً "خفت و ذلت" سمجھتا اور یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی مشیت جانکر محاصرہ اٹھا لیا کہ یہ خود بخود وقت مقررہ میں آکر مسلمان ہو جائیں گے۔ جس میں غیبی اشارہ شامل حال ہو سکتا ہے۔

ابداع کی ایک مثال یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی منافق نے انصار و مہاجرین میں غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر آپس میں دوری پیدا کرنے کی ناپاک کوشش کی اور وہ اپنے حامیوں کو بھی بلانے لگے۔ جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی۔ آپؐ نے اس متوقع بحث یا ہنگامے کو بالکل نر الے

طریقہ سے ختم فرمادیا۔ اسی وقت صحابہ کرامؓ کو کوچ کا حکم دے دیا۔ اور رات دن مسلسل سفر کرایا۔ سارے صحابہؓ جو آپؐ کے حکم کی تعمیل کو زندگی کا حاصل سمجھتے تھے، چور چور ہوگئے۔ آخر میں جب قیام فرمایا سب پر فوراً نیند نے غلبہ کر لیا۔ جب جاگے تو تمام خیالات بھولے ہوئے تھے ساری بات ختم ہوگئی تھی۔

ایک اور مثال ابداع کی عجیب ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب علم ہوا کہ خالد بن سفیان ہذلی جو بنی لحیان کا رئیس ہے لشکر جمع کر کے مدینہ پر حملہ کرنا یا مسلمانوں سے لڑنا چاہتا ہے تو آپؐ نے صرف ایک صحابی حضرت عبداللہ ابن انیس رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ خدا کی شان کہ وہ یعنی خالد بن ابو سفیان ہذلی اہل و عیال سمیت راستے میں مل گیا۔ اس نے پوچھا تو صحابی یعنی حضرت عبداللہ ابن انیسؓ نے فرمایا کہ میں ایک عرب ہوں، سنا ہے کہ تم لڑائی کرنا چاہتے ہو، اس لئے میں بھی آگیا۔ اس نے اصل حقیقت نہ سمجھ کر صحابیؓ کو ہمراہ لے لیا۔ اور حضرت عبداللہ بن انیسؓ کو جب موقع ملا اس کو قتل کر کے واپس ہو گئے۔

اس طرح صرف ایک آدمی کے قتل سے بھاری جنگ کا تصوّر ہی ختم ہو گیا۔ اس کے حمایتی اور ساتھی منتشر ہو گئے اور لڑائی کا موقعہ ہی نہ آیا۔ اس سے ایک تو آپؐ کی پیغمبرانہ شان کا ظہور ہوتا ہے کہ صرف ایک صحابیؓ کو روانہ کیا جو دراصل تکمیل کار کے لئے کافی تھے۔ دوسرے اس صحابیؓ نے جو طریقہ جنگ بند کرنے کے لئے اختیار کیا وہ بھی نیا تھا جو خالد بن ابو سفیان ہذلی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ تیسرے صحابیؓ کی عقل و تدبیر اور حاضر جوابی کی بھی تعریف کرنا پڑتی ہے۔ کہ ان کی توریہ آمیز اور ذو جہتین گفتگو سے دشمن نے دھوکا کھا کر اپنی مہم ختم کرا دی۔

بہر حال سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے مختلف حالات و ظروف میں اور آپؐ کی تعلیم و صحبت کی برکت سے آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسے ایسے طریقے بھی اختیار کئے جو مخالف کے زاویہ گمان میں نہ تھے۔

(۴۵) مقابلہ میں جرأت اور بالادستی کا مظاہرہ

زندگی میں دشمن سے لڑائی ہی ایک ایسا وقت ہے کہ اس میں جرأت و شجاعت اور بالادستی کا مظاہرہ کرنا عین تقاضائے فطرت و ضرورت ہے۔ ایسے موقعہ میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فخر و مباہات کی بھی اجازت دی ہے۔ جس کو آپؐ نے کسی اور وقت بھی صحیح نہیں ٹھہرایا۔ غزوہ حنین میں جب دشمنوں کا دباؤ بہت بڑھ گیا اور عام اہلِ اسلام تعداد کی زیادتی کی وجہ سے حقیقت سے ناواقف ہو کر پسپا ہو رہے تھے اور دشمن خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے بھی قریب پہنچ رہا تھا۔ حضرت عباسؓ نے آپؐ کی سواری کی لگام پکڑ رکھی تھی اور آپؐ کو دشمن کے ہجوم اور خطرناک حملے سے نکالنا چاہا۔ آپؐ خچر سے کود پڑے اور فرمایا۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب اَنَا ابْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبْ ۔

ترجمہ:۔ "میں خدا کا نبیؐ ہوں، جھوٹا نہیں ہوں میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔"

اب حضرت عباسؓ نے زور کی آواز دے کر مسلمانوں کو متوجہ کیا پھر کیا تھا دس بارہ ہزار کا لشکر اپنی اپنی جگہ مصروف جنگ ہو گیا اور کم و بیش سو صحابہ رضؓ حضورؐ کے گرد جمع ہو گئے پھر تھوڑی ہی دیر میں نقشۂ جنگ بدل گیا اور یہ عظیم فتح صرف آپؐ کی استقامت کا نتیجہ تھی۔

آپؐ نے جنگ اُحد کے موقع پر اپنی تلوار ایسے شخص کو دینی چاہی جو اس کا

حق ادا کرے۔ حضرت ابو دجانہؓ نے دریافت فرمایا کہ اس کا حق ادا کرنے کا کیا مطلب ہے آپؐ نے فرمایا ایسا چلائے کہ ٹیڑھی ہو جائے آپؐ نے مرحمت فرما دی وہ لے کر سر پر پٹی سخت باندھی اور سب کے سامنے چکر لگانے لگے۔ حضرت ابو دجانہؓ جب سرخ پٹی باندھتے تو لوگ سمجھتے کہ خونریز لڑائی کے لئے تیاری ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ حال اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے صرف جنگ ہی میں اس کی اجازت ہے۔ ہجرت کے ساتویں سال یعنی جب آپؐ معاہدۂ حدیبیہ کے اگلے سال عمرۃ القضاء کے لئے تشریف لے گئے تو تمام قریشِ مکہ چھوڑ کر پہاڑوں پر چڑھ گئے اور مسلمانوں کا تماشا دیکھنے لگے۔ آپؐ نے حکم دیا کہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے وقت پہلوانوں کی طرح ہاتھ مار مار کر (اکڑ کر) چلو تاکہ اہلِ مکہ کمزور نہ سمجھیں۔ اس طرح آپؐ نے کسی موقع پر کفّار کو یہ باور کرنے نہیں دیا کہ مسلمان کمزور ہیں۔ حالتِ جنگ میں کفّار کے مقابلہ میں بالادستی کا مظاہرہ آپؐ نے اس وقت بھی کیا جب جنگِ احد میں پوری تکلیف کے بعد آپؐ نے احد کے پہاڑ پر مورچہ سنبھالا تو ابوسفیان بولا کہ کیا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم زندہ ہیں اسی طرح اوروں کا بھی دریافت کیا، لیکن جب اس نے نعرہ لگایا "اُعْلُ ھُبَل ھُبَل ربّنا) کی جے"۔ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا جواب دو "اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلّ کہ اللہ ہی سب سے بلند اور بڑا ہے"۔ جب ابوسفیان نے کہا " اچھا اگلے سال پھر لڑیں گے۔ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا انہوں نے فوراً ابوسفیان کا چیلنج قبول کر لیا۔ بہر حال جہاں آپؐ نے انتہائی تواضع کی تعلیم دی ہے وہاں جنگ میں دشمن کے مقابلہ میں اکڑنے، فخر کرنے، چیلنج کو قبول کرنے اور ہر طرح کی بالادستی اور جرأت کا مظاہرہ کرنے کا سبق سکھایا ہے، اگر کوئی فوجی افسر خود ہی کمزوری دکھائے تو اس کے ساتھیوں پر اس کا کتنا برا اثر پڑ سکتا ہے اور دشمن کتنا دلیر ہو کر حملہ آور ہوگا۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ پر تو پورا بھروسا تھا مگر فنِ حرب

کے لحاظ سے بھی آپؐ کبھی جنگ میں اپنی فوج کا حوصلہ کمزور ہونے والی بات نہیں کہتے تھے چنانچہ آپؐ کے صحابہؓ آپؐ کے ساتھ ہمیشہ خوشی سے لڑے اور خوشی سے مرے۔ اسلام کی آخری فتح پر وہ سب کے سب یقین رکھتے تھے۔

(۴۶) تدریبِ عنیف (سخت ٹریننگ)

آج کل فوجوں کو درجہ بدرجہ ٹریننگ دی جاتی ہے اور آخرکار ان کو بھوک، پیاس اور لمبے سفر وغیرہ کا عادی بنایا جاتا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے آخری بڑے سفر غزوہ تبوک میں تیس ہزار کے لشکر جرار کو جو سخت ٹریننگ دی اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

گرمی کا موسم ہے لُو چل رہی ہے، ریت اڑ رہی ہے۔ پانی کی کمی ہے۔ راشن نامکمل ہے سفر مہینے بھر کا ہے۔ فصلیں تیار ہیں جن کو چھوڑ کر جانا ہے اور شاہِ روم سے جنگ کرنی ہے۔ اور کسی باقاعدہ بڑی حکومت سے یہ پہلی ٹکر ہے۔ آپؐ کے حکم پر سارے صحابہؓ قحط کے وقت بھی تمام تیار فصلیں چھوڑ کر سفر پر تیار ہو جاتے ہیں۔ راستے میں بھوک پیاس کی حد ہو جاتی ہے۔ صحابہ سواری کے اونٹ ذبح کر کے ان کے اندر کا پانی حاصل کرتے ہیں ایک ایک کھجور پر گذارہ ہے مگر سب کچھ برداشت کر کے مقام تبوک پہنچ جاتے ہیں۔ دنیا اس جانفشانی جفاکشی اور صبر آزما ٹریننگ کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ پھر دنیا والوں کی فوجوں کے سامنے دنیوی مفادات اور سبز باغ ہوتے ہیں۔ یہاں تو فی سبیل اللہ جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کے سوا کوئی مقصد ہی نہ تھا۔ اس کا مفصل حال آپ کو غزوۂ تبوک اور اس کے نتائج سے معلوم ہوگا۔

(۴۷) جنگی قانون کے خلاف ورزی کی سزا

..... اگر کسی جگہ مارشل لاء کا قانون لاگو ہو یا کسی قوم کو جنگ پر جانے یا بھرتی کا حکم ہو تو پہلے تو بعض ملک خلاف ورزی کرنے والے کے رشتہ داروں کو بھی سزا دیتے تھے تاکہ عبرت ہو اور جنگی اجتماع میں کمی نہ ہو اس طرح لوگ جنگ میں چلے تو جاتے مگر سخت حالت میں پسپا ہو کر الٹے ذلت کا سبب بن جاتے تھے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف مجرم ہی کو سزا دینے کا قانون جاری فرمایا۔ غزوۂ تبوک میں جن تین صحابہؓ نے اقبال جرم کیا صرف ان کے بائیکاٹ کا اعلان فرمایا۔ ان کو اپنے عزیزوں اور بیویوں تک نے چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ خدا کی طرف سے معافی آ گئی۔ آج ترقی یافتہ ملکوں میں بھی مجرموں کے بغیر کسی دوسرے بے گناہ کو سزا دینے کے خلاف احتجاج کیا جاتا ہے۔

(۴۸) فوج کا جذبۂ جاں سپاری

....فوج کی اطاعت اور صحابہؓ کے ایثار و قربانی کا حال آپ پڑھ چکے ہیں مگر آپ اپنے کو خطرہ میں ڈالنا اور ماتحت وفادار ساتھیوں کے ہوتے ہوئے خود ایسے کام کے لئے جانا جس میں اغلب جان کا خطرہ ہے۔ یہ جذبۂ جاں سپاری اور محبّت موت کے بغیر نہیں ہو سکتا اور جس قوم کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتنا یقینِ آخرت اور جذبۂ حُبِّ موت عطا کر دیا ہو اس قوم سے لڑنا آسان کام نہیں ہے۔

یہاں صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے:۔

جب ابو رافع ابن ابی الحقیق کی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تمام قبائل عرب

اور یہود کو ہر وقت اکساتا اور مسلمانوں سے لڑنے پر آمادہ کرتا تھا اور خود سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے سخت عداوت اور دشمنی پر کمر بستہ رہتا اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ اس کے عظیم فساد برپا کر دینے سے پہلے ہیں اس اکیلے ہی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ وہ تمام فساد اور شرارتیں کراکر خیبر کے یہودیوں کے پاس جاکر آباد ہوا تھا اور مضبوط قلعہ میں رہائش تھی۔ آپؐ نے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عتیک خزرجی انصاریؓ کو پانچ ساتھیوں سمیت اس کی طرف روانہ فرمایا۔ جب یہ مختصر سا قافلہ چند منزلیں طے کر کے خیبر میں ابو رافع کے قلعہ کے نزدیک پہنچا حضرت عبداللہ بن عتیکؓ (امیر وفد) نے ساتھیوں کو قلعہ سے دور ایک جگہ بٹھا دیا اب رات ہو رہی ہے قلعہ کا صدر دروازہ دربان بند کرنے والا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عتیکؓ پاس ہی بیٹھ گئے جس سے دربان سمجھا کہ یہ کوئی قلعہ کے اندر رہنے والا آدمی ہے اس نے کہا جلدی کرو۔ حضرت عبداللہ بن عتیکؓ جلدی سے اٹھ کر قلعہ کے اندر چلے گئے تب اس دربان نے پھاٹک بند کر کے کنجیاں پاس ہی ایک جگہ حسبِ معمول رکھ دیں۔ جب وہ چلا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عتیکؓ نے آکر چابیاں لے کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور خود قلعہ میں جا گھسے۔ اب کیسے پتہ چلے کہ ابو رافع کہاں ہے۔ آپ نے اندر جاکر آواز دی ابو رافع! اس نے جواب دیا کون ہے کیا ہے! اسی آواز پہ صحابیؓ نے جاکر وار کیا وہ چلّایا۔ حضرت عبداللہ نے پھر کہا ابورافع کیا بات ہے اس نے کہا کسی نے مار دیا۔ صحابیؓ نے پھر اسی آواز پہ دوسرا وار کیا اور نکلنے لگے۔ سیڑھیوں سے گر کر آپ کی ٹانگ ٹوٹ گئی یا پاؤں نکل گیا۔ آپ اس کو کپڑے سے باندھ کر اپنے ساتھیوں تک آپہنچے۔ جب صبح کے وقت ناعی (موت کی خبر دینے والے) نے پکارا کہ ابو رافع مر گئے۔ یہ نکل کر چلتے چلتے بالآخر مدینہ آپہنچے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو خوشخبری دی۔ آپؐ نے لعاب مبارک ٹانگ پر

لگایا وہ بفضلہٖ تعالیٰ اچھی ہوگئی۔ اس طرح اس مسعر (جنگ کی آگ بڑھکانے والے) کا خاتمہ ہوگیا۔ اس میں آپ غور فرمائیں:۔

(۱) امیرِ وفد اگر کسی ساتھی کو حکم دیتا وہ کبھی انکار نہ کرتا۔ ساتھ لے چلتا تو وہ بھی جاتے، مگر صحابیؓ نے اس خطرناک مقام پر یعنی موت کے خطرے کے منہ میں خود ہی جانا پسند فرمایا۔

(۲) اندھیرے میں ابو رافع کی قیام گاہ میں جا پہنچے اور آواز دی جیسے کہ آپ پڑھ چکے ہیں یہ سب باتیں موت کو دعوت دینے کے مترادف تھیں۔

(۳) پھر دوسری بار حملہ کر کے نکلنا آسان کام نہ تھا اور اس سلسلہ میں پاؤں کا حادثہ اور اس کو استقامت کے ساتھ باندھ کر قلعہ سے باہر آجانا اور رفقاء سے مل کر سفر کرنا معمولی استقامت نہیں ہے۔

(۴) پھر صبح موت کی آواز سننے تک انتظار کرنا کہ کامیابی نہ ہوئی ہو تو پھر کسی حیلے کے لئے سوچنا اور جانیں خطرے میں ڈال کر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا منشاء پورا کرنا معمولی سرفروشی اور جاں سپاری کا جذبہ نہیں ہے۔

(۵) اس سے ہر معمولی سمجھ کا آدمی بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی نبوت وصداقت پر کتنا یقین تھا۔ جس سے بڑھ کر یقین کا کوئی درجہ ہی نہیں ہو سکتا اور وہ موت سے دوسری بہترین زندگی کی خاطر پیار کرتے تھے اور ان کا یہ یقین اللہ تعالیٰ کو بہت پسند تھا اور اس کے مطابق اللہ تعالیٰ ان سے سلوک فرمایا کرتے تھے، چنانچہ جب واپس ہوئے تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے لعاب مبارک سے ٹھیک ہو جانا دوہری کامیابی اور یقین کی صحت میں مزید اضافے کا سبب

بنا۔ آپؐ کی فوج اور آپؐ کے ماتحتوں کا یہ جذبہ جان سپاری کتنا عظیم جذبہ تھا۔

(۴۹) ایک اصول کے فقدان کے وقت

جب مُسلّمہ اصولِ جنگ میں سے ایک پورا نہ ہو تو لائق فوجی افسر کا یہ کمال ہوتا ہے کہ وہ باوجود اس کے اس کمی کو دوسری طرح پورا کر دے۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ حملہ آور فوج کو اس فوج سے تین گنا ہونا چاہیئے جس پر حملہ کیا جاتا ہے۔ یہ دنیا کے بڑے بڑے کمانڈروں کی رائے ہے اس اصول پر فتح مکہ اور ایک آدھ مہم کے وقت آپ نے عمل فرمایا۔ مگر عام طور سے ہر وقت باقاعدہ منظم فوج موجود نہ ہونے کی وجہ سے آپؐ نے اس اصول کی جگہ اصول مفاجئۃ ومبادءۃ سے کام لیا۔ مثلاً ایک قوم اسلام اور مسلمانوں کی دشمن ہے۔ اسلام کی بیخ کنی کے لئے موقعہ کی تلاش میں ہے یا تیاری کر رہی ہے ایسی صورت میں آپؐ نے اجتماع کی جگہ دوسرے اصول سے کام لیا اور ہمیشہ کامیاب رہے یعنی آپؐ نے فوج کی تعداد دوگنی یا تگنی کرنے کا خیال نہیں کیا بلکہ یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ دشمن کو خبر ہی نہ ہو کہ اچانک اس کا محاصرہ کر لیا جائے یا وہ تیاری ہی نہ کر پائے اور نہ ہی ادھر ادھر سے فوجی قوت جمع کر سکے کہ اس پر حملہ کرنے میں پہل کر دی جائے۔ اس طرح وہ ہتھیار ڈالنے اور اطاعت کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ آپؐ نے فوج کی کمی تعداد کی اس طرح تلافی فرمائی اور اس میں آپؐ نے بڑی خونریز لڑائیوں سے دونوں فریق کو بچا کر جلد فیصلہ کر دینے کا سامان فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کی تمام جنگوں میں مسلمان اور دشمنانِ اسلام ملا کر تقریباً ایک ہزار آدمی قتل ہوئے۔ جن میں چند سو آدمی ہی مسلمان تھے۔ اس طرح آپؐ نے عرب کے لاکھوں جنگجو بہادروں اور سرداروں کو مرعوب بلکہ اسلام کے زرّیں اصولوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا اور یہی وجہ

ہے کہ آپؐ کی وفات کے بعد ملک بھر میں بغاوت کی آگ پھیلنے کے باوجود جو لوگ ایمانی ہدایات کو دل سے سمجھ کر حق کے سامنے جھکے تھے۔ وہ آخر تک اسلام پر قائم رہے بلکہ انہوں نے تمام فتنوں کے مٹانے میں خلیفۂ وقت کا ساتھ دیا اور کامیاب ہوئے۔

(۵۰) سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یکتائی

(۱) آپ تاریخ اور مشاہدات کے بعد یہ رائے قائم کریں گے کہ دنیا کے جتنے بڑے بڑے جرنیلوں یا کمانڈروں نے کامیابیاں حاصل کیں یا کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ مختلف تربیتوں میں رہے درجہ بدرجہ ترقی کرتے اور تجربے حاصل کرتے گئے۔ پھر وہ یا خود ہی بادشاہ وامیر تھے یا کسی بڑی طاقت کے ملازم تھے جو ان کو ہر طرح کا سازوسامان بلکہ فوج تک مہیا کرتی اور اگر کوئی شخص ایسا ثابت ہو جائے جس نے سب کچھ از خود کیا ہو تو پھر اس نے ایک ہی شعبے کا کام کیا ہوگا اس کا مکارمِ اخلاق بلند کردار، سیاسی و اعتقادی انقلاب سے کوئی تعلق نہ ہوگا بلکہ خاص فن حرب میں بھی اس کا کردار بہت سی خامیوں کا آئینہ دار ہوگا۔

(۲) آپ ان سب کے بالعکس سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حربی اور جنگی اصول و کارہائے نمایاں کو پائیں گے۔

آپؐ (ریفارمر) مبلغ حقائق کی حیثیت سے انتہائی رفق وسہولت سے حقِ اشاعت ادا کرتے ہوئے مسلسل تیرہ سال تک بمعہ اپنے ہم خیال خدام کے انتہائی ظلم وستم برداشت کرتے رہے۔ آپؐ کے مخلص وفادار اور کمزور رفقاء کار (صحابہؓ) نے ظالموں کو ظلم کرتے کرتے تھکا دیا حتیٰ کہ آپؐ کو بمعہ اپنے رفقاء کے گھر بار چھوڑنا پڑا۔

(۳) پھر آپؐ کی پشت پر کوئی بڑی سلطنت یا عظیم طاقت نہ تھی جس کے ایماء پر آپؐ نے لڑائیاں لڑیں اور جو آپؐ کو ہر طرح کی مدد سپلائی کرتی رہی۔ بلکہ حیرت کی بات ہے کہ اوّل سے آخر تک ہر ہر معرکے میں آپؐ نے اتنی ہی طاقت استعمال کی جو آپؐ نے تجویز فرمائی یا ہمراہ رکھی۔ کمک کا سوال ہی کسی موقع پر پیدا نہیں ہوا نہ اسلحہ کی سپلائی کی گئی۔ آپؐ خود ہی امیر تھے خود ہی قائدِ لشکر تھے خود ہی منتظم اور بر سرِ پیکار تھے اور خود ہی تمام فیصلے فرماتے اور خود ہی ہر طرح کی ضروریات کی سپلائی کا خیال فرماتے۔ آپؐ نے خود ہی منتشر افراد اور متحارب قبائل کو ایک امت بنایا۔ خود ہی سپہ سالار تھے۔ خود ہی سب کو فوجی بنایا، خود ہی بہادر اور جنگ جو ساتھی ہم پہنچائے خود ہی افسر مقرر کیئے، خود ہی روحانی و اخلاقی تربیت فرمائی، خود ہی عظیم سلطنت یا خلافت کی بنیاد ڈالی اور خود ہی بغیر کسی ٹریننگ یا سکھلائی کے وہ اسالیب جنگ اختیار فرمائے جو آج تک مسلّم ہیں۔

(۴) پھر سب سے عجیب و غریب اور محیّر العقول بات یہ تھی کہ اہل عرب ہزاروں ٹکڑوں میں تقسیم تھے، ہر ایک کا بت جدا تھا، ہر قبیلہ عصبیت کا شکار تھا۔ بیسیوں دھڑے تھے اور آپس میں بر سرِ پیکار یہاں تک کہ آٹھ ماہ تک راستے بند ہوتے اور خانہ جنگی جاری رہتی۔

ان حالات و ظروف میں

(۵) آپؐ نے ان کو شبانہ روز کی، انتھک مساعی سے ایک دوسرے کے قریب کیا۔ ان میں اہلِ حق اور بلند کردار بزرگوں کی جماعت تیار کی۔ اس متفرق اور نشمنت کی شکار قوم کو ایک ملت بنایا ایک امت قرار دیا۔ ایک اصول دیا، ایک تہذیب عطا فرمائی اور تمام برائیوں اور خاندانی نخوت و غرور

اور ہر قسم کی خرمستیوں سے تائب اور صاف کرکے خدائے برتر کا سپاہی بنا ڈالا۔

(۶) پھر ان ظاہری آرام و آسائش سے محروم اور رفاقہ زدوں مگر فرشتہ سیرت انسانوں کے ذریعہ آپؐ نے بڑے بڑے مخالفین کو رام کیا، بڑے بڑے فراعنہ کی گردنیں جھکائیں اور بڑے بڑے برخود غلط سرداروں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سرنگوں کیا۔

(۷) آپؐ کے مقابلہ میں مختلف وجوہ و اسباب کی بنا پر آپؐ کے مخالف متفق و متحد تھے، بدر کی لڑائی، اُحد کی چڑھائی اور خندق کا محاصرہ اس کا کھلا ثبوت ہے، ان کا راشن زیادہ اسلحہ مکمل اور بہادری مسلّم تھی، انہوں نے آپؐ کے مقابلہ میں لڑنے مرنے اور کھلم کھلا موت کو دعوت دینے میں کوئی پس و پیش نہیں کیا مگر اجازت قتال کے بعد یکایک آپؐ نے جو اصولِ جنگ اختیار فرما کر ملک بھر کے مشترکہ دشمن پر قابو پاکر حق کا بول بالا کیا اور قلیل عرصہ میں سب کو خدائے وحدہٗ لاشریک کا بندہ اور اپنا گرویدہ بنا ڈالا، یہ صرف آپؐ کا حصّہ اور پیغمبرانہ اعجاز تھا جس کی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی۔

(۸) نہ آپؐ نے اپنے کسی خاص اور مضبوط قبیلہ کی مدد سے دوسروں پر فتح حاصل کی بلکہ بیسیوں مختلف قبائل کے متفرق افراد حق اور راہِ حق کی جستجو کرتے ہوئے اپنے اصلی مقصد کو پاکر آپؐ کے گرد جمع ہو گئے۔

(۹) نہ آپؐ سرداروں، امیروں، دولتمندوں اور مشہور بہادروں کی فوج تیار کرکے اور ان کو پورے سامانِ جنگ سے آراستہ کرکے دنیا بھر سے لڑنے نکلے بلکہ اپنے انہی ستم زدہ غریبوں اور حسبِ ضرورت سامانِ جنگ اور بار برداری سے محروم اللہ والوں کو لے کر آٹھ سال یعنی مکہ فتح ہونے تک اپنا دفاع کیا یا بڑے اور یقینی دشمن کے حملوں کے پیشِ نظر اپنا ماحول درست فرمایا۔

(۱۰) اور ایک طرف ایک مضبوط و ناقابلِ تسخیر نظامِ حکومت کی بنیاد اس قوم میں ڈال دی جو ترقی یافتہ اقوام و ملل کے مقابلہ میں ہر طرح کے ساز و سامان سے محروم تھی۔ دوسری طرف اس نوزائیدہ جماعت کا تعلق اس درجہ اللہ تعالیٰ سے قائم کیا اور ان کو حق و انصاف اور انسانی اقدار کے قیام کا ایسا گرویدہ بنایا کہ ساری دنیا خلافتِ راشدہ کے زمانے کو بہترین زمانہ، اعلیٰ نمونہ اور ان کی حکومت کو خدا ترسانہ حکومت کہنے پر مجبور رہے جنہوں نے اپنے دینِ مبین کی آواز اطراف و اکناف اور دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دی۔ نہ دنیا ایسے بہترین مصلح اور اتنے کامل و مکمل شریعت کی مثال پیش کر سکتی ہے نہ ان کی طرح تیار کی ہوئی لاکھوں تربیت یافتہ باخدا اور حاملِ صدق و صفا صحابہؓ کی جماعت کا نمونہ بتایا جا سکتا ہے جس کی بے لوثی اور اخلاص وللہیت پر سوائے خود غرض اور دشمنِ اسلام کے کوئی حرف گیری نہیں کر سکتا۔ انہوں نے حق کی خاطر ضروری سمجھا تو خود اپنے بھائی بیٹے اور باپ کے خلاف محاذِ جنگ بنایا اور حق سمجھا تو امیر کی اطاعت میں ہر طاقت سے ٹکرا کر جانوں کو جان آفرین کے سپرد کر دیا۔

انہوں نے ایک طرف علوم و معارف کے دریا بہا دیئے۔ دوسری طرف ایثار و قربانی کی لافانی مثال قائم کی۔ تیسری طرف وصول الی اللہ اور معرفت الٰہیہ کے اعلیٰ مراتب کی نشاندہی فرمائی۔ چوتھی طرف زہد و تقویٰ اور صبر و قناعت کا بلند ترین معیار قائم فرمایا۔ پانچویں طرف ان خدائی بندوں نے اس ٹھوس اور زبردست نظامِ سلطنت یا طرزِ خلافت کی بنیاد ڈال دی جس نے آگے چل کر ربعِ مسکون کے غالب حصے کو صحیح آسمانی علوم سے روشناس کرایا اور کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کے مصداق بنے۔ اس طرح تخلیقِ عالم کا مقصد اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اتمامِ حجت کا کام پورا کر دیا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ آمین۔

مدینہ منورہ میں پہنچنے کے بعد پیغمبرانہ اقدامات

مدینہ منورہ جس کو اُس وقت یثرب کہتے تھے پہنچ کر آپؐ نے جس ترتیب سے اور جس طرح کام کا آغاز کیا یہ آپؐ کی شانِ نبوت کی جھلک تھی۔

ہجرت کے بعد پہلا بڑا کام

مسجدِ نبویؐ کی تعمیر آپؐ نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ مسجد کے لئے جگہ تجویز فرمائی۔ تعمیر میں آپؐ نے خود بھی حصہ لیا۔ اس طرح آپؐ نے مسلمانوں کی مرکزیت کے قیام اور دینی امور کے لئے اجتماع کی جگہ تیار کرلی۔ پھر آپ نے اپنے اہل وعیال کی سکونت کے لئے کچے اور مختصر مکان بھی تعمیر کئے جو مسجد ہی کے ساتھ تھے۔ اس کے ساتھ ہی آپؐ نے مکہ معظمہ سے زوجہ محترمہ حضرت سودہؓ اور بناتِ طاہرات (بچیوں) کو بلا لیا۔ حضرت صدیقؓ نے بھی اپنا اہل وعیال مع حضرت عائشہ صدیقہ کے منگا لیا جن کا نکاح سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو چکا تھا۔ مگر وہ چھوٹی تھیں، ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ اس طرح آپ نے مخالفین کے حملوں اور طوفانی مخالفتوں سے نبٹنے سے پہلے پہل ضروری سامان اطمینان قلب کا فرما دیا۔

دوسرا بڑا کام

انصار و مہاجرین میں مواخات آپ جانتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں مہاجرین کی بڑی تعداد تھی جو مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آکر آباد ہوگئے تھے۔ یہ مہاجرین آپؐ کے پہلے شاگرد اور

تربیت یافتہ تھے۔ یہی وہ بنیادی حضرات تھے جن پر آگے چل کر خلافتِ کبریٰ کی عمارت بنتی تھی۔ اگر خدانخواستہ یہ اہلِ مدینہ کی نظروں میں گر جاتے یا پریشان ہو جاتے تو متوقع فوائد میں کمی کا امکان تھا اور ساتھ ہی ان مہاجرین کی پریشانی سے تبلیغی کاموں میں بھی رکاوٹ ہو سکتی تھی۔ اور اگر ان سب کو دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا تو انسانی فطرت کے تقاضے سے خطرہ تھا کہ یہ انصارِ مدینہ پر بوجھ نہ بن جائیں یا تنظیم کے بغیر ان کا سکونِ قلب کم نہ ہو جائے جو اصلی دولت تھی۔ ایک صورت یہ تھی کہ ان کو سرکاری مہمان بنا لیا جاتا مگر اس کے لئے سب سے پہلے فنڈ جمع کرنا اور دیگر ضروری انتظامات کرنے پڑتے جس کی وجہ سے آپؐ کو اصلی کاموں اور مقصدِ بعثت سے توجہ کم کرنی پڑتی۔ آج کل مہاجرین کی آبادکاری کے لئے حکومتیں محکمہ جات قائم کرتی ہیں مگر آپؐ نے ایسا بہترین طریقہ اختیار فرمایا کہ سارا مسئلہ نہایت آسانی سے حل ہو گیا۔ آپؐ نے ایک ایک انصاری اور ایک ایک مہاجر کے درمیان بھائی بندی کرا دی یعنی ایک کو دوسرے کا بھائی اور شریک کار قرار دے دیا جس کو "عقدِ مواخات" کہتے ہیں۔

عقدِ مواخات کی غامض حکمت

اس عقدِ مواخات میں ایک غامض اور پوشیدہ وجہ یہ بھی تھی کہ مکہ معظمہ کے مہاجرین پر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک صحبت و تعلیم کا رنگ عرصہ سے چڑھا ہوا تھا اور ان کی اتنی تربیت ہو چکی تھی جو ابھی انصارِ مدینہ کی نہیں ہوئی تھی۔ آپؐ نے ان کے درمیان عقدِ مواخات قائم کر کے ان کو ایک دوسرے سے متاثر ہونے اور قریب تر ہو کر ظاہری و باطنی تربیت کا موقع فراہم کر دیا۔

پیغمبرانہ فراست

پھر یہ آپؐ کی پیغمبرانہ فراست تھی کہ ایسے ایسے حضرات کو آپس میں جوڑا جن کی فطرت پہلے سے آپس میں قریب اور ان کے طبعی رجحانات ایک طرح کے تھے، جس سے ان کو زیادہ فائدہ حاصل ہو سکتا تھا۔ نووارد ہونے کے باوجود آپؐ کا اس طرح طبائع کے مناسب مواخات کرنا آپؐ کی پیغمبرانہ بصیرت ہی کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے جن جن حضرات کے درمیان مواخات قائم فرمائی ان میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔ آپؐ نے

(۱) حضرت ابو حذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ کو حضرت عبادؓ بن بشر کا بھائی بنایا۔ ابو حذیفہؓ سردارِ قریش

عتبہ کے بیٹے اور رعبا (قبیلۂ اشہل کے سردار تھے۔

(۲) حضرت سعیدؓ بن زیدؓ فضلاء صحابہ میں سے تھے۔ حضرت عمرؓ پر ان کے اسلام کا اثر پڑا تھا۔ ان کو حضرت ابیؓ بن کعب کا بھائی بنایا جو فنِ قرات میں امام تسلیم کئے جاتے ہیں اور حضرت عمرؓ ان کو "سیدؓ المسلمین" کہا کرتے تھے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منصب انشاء پر سب سے پہلے ان کو ممتاز فرمایا تھا۔

(۳) حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح کو آپ نے "امین الامتؓ" کا خطاب دیا تھا۔ یہ آگے چل کر فاتح شام بنے۔ ان پر اسلام کے مقابلہ میں دنیوی رشتے اور تعلقات اثرانداز نہ ہوسکتے تھے۔ جنگِ بدر میں ان کو اپنے باپ کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ ان کا بھائی چارہ حضرت سعدؓ بن معاذؓ سے کیا جو مدینہ کے قبیلۂ اوس کے سردار تھے۔ ان کے اسلامی ایثار کا یہ حال تھا کہ عرب میں حلیف اور ہم عہد کو بھائی اور باپ کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ قبیلۂ اوس کے حلیف بنو قریظہ تھے۔ مگر جب بنو قریظہ نے حضرت سعدؓ بن معاذؓ کو حکم ماننے پر جنگ بندی قبول کرنے کا اعلان کیا۔ تو حضرت سعدؓ نے تمام تعلقات و روابط کو اسلام کے حکم پر قربان کر کے بنو قریظہ کے قتل کا حکم دیدیا۔ جیسے کہ آپ غزوہ خندق کے بعد غزوہ بنو قریظہ میں پڑھیں گے۔

(۴) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جب مدینہ منورہ آئے تو پنیر سر پر رکھ کر بیچتے تھے۔ ان کا بھائی چارہ سعد بن ربیع سے کیا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی دولت و ثروت کا یہ عالم تھا کہ ان کا مالِ تجارت سات سات سو اونٹوں پر لاد کر مدینہ منورہ آیا کرتا۔ اور اس دن تمام شہر میں دھوم مچ جاتی۔

(۵) اسی طرح حضرت بلالؓ اور حضرت ابو رویحہؓ

(۶) حضرت مصعبؓ بن عمیرؓ اور حضرت ابو ایوبؓ

(۷) حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابو درداءؓ

(۸) حضرت عمارؓ بن یاسر اور حضرت حذیفہؓ بن یمان

اور مواخات کے دوسرے بھائیوں میں بہترین اتحاد مزاج تھا۔ شاگرد اور استاد دونوں نے ایک دوسرے کا اثر قبول کیا۔

مواخات کا عجیب اثر

انصار نے اس مواخات کی وہ قدردانی فرمائی کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اپنا آدھا مال مہاجر بھائی کو دیدیا۔ ان کو اپنی قیمتی دولت نخلستان میں شریک کر لیا اور قرآن پاک نے ان کو ایک دوسرے کا وارث قرار دے دیا۔ آخر کار جب یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ الْاٰيَة

ترجمہ: اور رشتہ دار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ قریب اور بہتر ہیں

تب جاکر انہوں نے ایک دوسرے سے وراثت لینی بند کر دی۔

مواخات کا اتنا اثر تھا کہ بعض انصار نے مہاجر بھائی کو یہاں تک کہہ دیا کہ میری بیویوں میں سے ایک کو میں طلاق دے دیتا ہوں تم اس سے نکاح کر لو۔ مگر مہاجر بھائی بھی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ یہ مال و دولت اور سب کچھ تم کو مبارک ہو۔ ہم کو بازار کا راستہ بتا دو تاکہ ہم مزدوری اور معمولی تجارت کر کے گزر اوقات کر سکیں۔ چنانچہ حضرت صدیقؓ، حضرت عمرؓ وغیرہ حضرات نے تجارت شروع کر دی۔

صحابہؓ اور پیغمبروں میں فرق

یہ تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہؓ کا حال تھا کہ انہوں نے خود تقاضا نہیں کیا بلکہ انصار کی درخواست بھی قبول نہ کی۔ پیغمبروں کا مقام تو بہت ہی اونچا ہوتا ہے، اس لئے ابوالاعلیٰ مودودی کا اپنی طبع زاد تفسیر "تفہیم القرآن" کے قصہ داؤد علیہ السلام میں یہ لکھنا قطعاً غلط ہے کہ "داؤد علیہ السلام نے حیثیت سے توسع رواج کے تحت یہ درخواست کی تھی کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تاکہ میں اس سے نکاح کر لوں۔" یہ مودودی صاحب کے ادعائے اجتہاد و تحقیقات کی حقیقت ہے ورنہ انبیاء علیہم السلام

غلط رواجوں کو بدلنے کے لئے آیا کرتے ہیں۔ خود غلط رواج کی پیروی نہیں کرتے۔ خاص کر ایسے امور میں جن کا اثر اخلاق پر پڑ سکے۔ بہر حال اب سینکڑوں مہاجرین و انصار بھائی بھائی بن کر رہنے لگے اور اس طرح آپ ان کے معاشی حالات سے مطمئن ہو کر دوسری طرف متوجہ ہوئے۔

تیسرا بڑا کام

تیسرا بڑا اہم کام جو آپؐ نے مدینہ منورہ کو ہجرت کرنے کے بعد کیا وہ مدینہ کے مشرکوں مدینہ کے یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ تھا۔ مدینہ منورہ یا اس کے آس پاس یہود کے تین گروہ آباد تھے۔ بنی قَینُقاع۔ بنی نضیر اور بنو قریظہ۔ یہ سب صاحب ثروت، مسلح اور مضبوط قلعوں کے مالک تھے۔ باقی لوگوں میں اوس اور خزرج دو عرب قبیلے تھے جن میں بہت سے مسلمان ہو گئے تھے۔ جن کو انصار کہتے ہیں اور بہت سے ابھی تک مشرک تھے۔ ان مسلمانوں، مشرکوں اور یہودیوں کے علاوہ مکہ معظمہ سے آئے ہوئے مہاجرین بھی تھے۔ آپؐ نے ایک معاہدہ کے ذریعہ ان سب کو آپس میں ملا کر ایک وحدت بنا دی۔ معاہدہ کی بڑی بڑی دفعات یہ ہیں۔

معاہدہ

(۱) دیت و قصاص کا پرانا قانون بحال رہے گا۔

(۲) ہم سب مل کر مدینہ کی حفاظت کریں گے۔

(۳) کوئی آدمی قریش کے کسی آدمی کو پناہ نہ دے گا۔ نہ اس کے مال و اسباب کی حفاظت کرے گا۔

(۴) جنگ کے مصارف مل کر ادا کریں گے۔

(۵) کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

(۶) سب اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہوں گے۔

(۷) اگر کسی بات میں اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ خود سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمائیں گے۔

(۸) اس معاہدہ میں مدینہ کے یہود، مسلمان اور
مشرکین سب شریک ہوں گے۔ نیز ان کے ملحق
او رتابع افراد بھی معاہدے کے پابند ہوں گے!
(۹) اس معاہدے کے شرکاء ایک دوسرے کے خیرخواہ اور
ہر مخالف کے مقابلہ میں متحد رہیں گے۔

چوتھا بڑا کام

فوجی دستوں کی روانگی

آپ نے چوتھا بڑا کام یہ کیا کہ قریش کے متوقع حملوں سے بچاؤ کے لئے (جن حملوں اور سرگرمیوں کو آپ دیدۂ بصیرت سے دیکھ رہے تھے) فوری انتظامات کئے۔ یعنی علاقے بھر میں فوجی دستے روانہ فرمائے۔ جن کے تفصیلی ذکر اور مقاصد سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ مسلمانوں کی جنگ کی غرض و غایت کیا ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک نے ہجرت کے بعد جن مبارک کلمات میں جنگ کی اجازت دی ہے پہلے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

اذن للذین یقاتلون بانّھم ظلموا وان اللّٰہ علیٰ نصرھم لقدیر o الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربّنا اللّٰہ ط ولولا دفع اللّٰہ الناس بعضھم ببعض لھدّمت صوامع وبیع وصلوٰت ومساجد یذکر فیھا اسم اللّٰہ کثیرا ط ولینصرن اللّٰہ من ینصرہٗ ط ان اللّٰہ لقوی عزیز o الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصّلوٰۃ واٰتوا الزّکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللّٰہ عاقبۃ الامور o

ترجمہ:۔ جن سے مقابلہ کیا جا رہا ہے ان کو (جنگ کی) اجازت دیدی گئی۔ اس لئے کہ ان پر ظلم کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو صرف اتنی بات کے کہنے سے ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر اللہ بعض لوگوں

کے ذریعے بعض دوسروں کو دفع نہ کرتا۔ تو نصاریٰ کے گرجے اور خلوت خانے، یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں ڈھادی جاتیں۔ جن میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہے اور جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا۔ اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ زبردست طاقت والا ہے۔ یہ لوگ (جو گھروں سے نکالے گئے اور جن کو جنگ کی اجازت دی گئی) ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار دیدیں تو یہ نمازیں قائم کریں گے، زکوٰتیں دیں گے اور اچھے کاموں کا حکم دیں گے۔ اور برائیوں سے روکیں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔"

ان آیات میں مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دیتے ہوئے اس کے چند اسباب بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ ان پر مسلسل تیرہ سال ظلم ہوتا رہا۔ دوسرے یہ کہ وہ جنگ نہ بھی کریں تو بھی ان کو معاف نہیں کیا جاتا بلکہ جنگ جاری ہے بلکہ یقاتلون کے مبارک الفاظ سے آئندہ ان کی جنگوں کی ایک پیشین گوئی ہے۔ تیسرے یہ کہ ان کو ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا۔ اور جو ان کا جرم سمجھا گیا وہ بھی صرف یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانتے تھے۔ چوتھی عام وجہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس طرح بعض لوگوں کے ذریعے بعض دوسروں کی سرکوبی نہ کرتا تو نہ مسجدیں رہتیں نہ گرجے نہ خلوت خانے اور عبادت خانے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایسے نیک لوگوں کو جو صرف اس کے دین کے لئے لڑیں گے وعدہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ گویا میری امداد کر رہے ہیں۔ میں ضرور ان کی مدد کروں گا۔ اور کیوں امداد نہ کریں وہ ہر طرح غالب اور قوت و طاقت کے مالک ہیں۔ آخر میں ان مسلمانوں کی بے نفسی، اخلاص اور للہیت کا ذکر فرما کر ان کی لڑائی اور غلبہ حاصل کرنے کا اصل مقصد بیان فرماتے ہیں کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار دیدیں تو یہ نمازیں قائم کریں گے، زکوٰتیں دیں گے۔ اچھے کاموں کا حکم دینگے اور برائیوں کو روک دیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ حکومت و اقتدار کے بعد یہ حکماً نماز و زکوٰۃ بالفاظ دیگر عبادات و اقتصادیات کا انتظام کر دیں گے۔ تمام بُرے قوانین منسوخ کر کے عمدہ اور بہترین باتیں جاری کریں گے۔ آپؐ نے اجازتِ جنگ کے بعد مذکورہ بالا معاہدۂ امن

کر کے اس کو سارے ملک میں پھیلانا چاہا مگر چند مقامات پر کامیاب ہو جانے کے بعد نہ قریش نے مہلت دی اور نہ ان کا یہ ارادہ تھا۔

بادشاہوں کے مقاصدِ جنگ

لڑائی سے عموماً لوگوں کے مقاصد چار ہوتے ہیں۔

(۱) کسی جنگ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنی مملکت کی توسیع کی جائے تاکہ اس کے حدود دور دراز تک جا پہنچیں۔

(۲) کوئی اقتدار کے حصول کے لئے لڑتا ہے تاکہ بندگانِ خدا پر اپنی خدائی کا سکہ بٹھا سکے۔

(۳) کسی کا مقصد دوسروں سے انتقام لینا یا حسد و عداوت ہوتا ہے۔

(۴) کوئی دوسری قوموں یا دوسرے لوگوں کے ذرائع معاش اور وسائل و آمدنی پر قبضہ کرتا اور دنیا بھر کے سامانِ معیشت کو صرف اپنا حق و مال تصور کرتا اور اس لئے دوسروں کو محروم کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ پھر وہ انہی خود غرضانہ مقاصد کے لئے اپنے جنگ جویانہ جذبات سے مجبور ہو کر لڑتا اور انسانوں کے خون سے ہولی کھیلتا ہے۔

بہر حال دنیا کے بادشاہوں یا جنگ بازوں کے مقاصدِ جنگ اسی طرح کے مادی، نفسانی اور غیر انسانی ہوتے ہیں۔ جس طرح ایک انسان مکان، دوکان چھیننے یا عزت و اقتدار حاصل کرنے کے لئے دوسرے انسان سے لڑتا ہے اسی طرح ایک حکومت یا ایک قوم دوسری حکومت یا قوم سے انہی مادی اسباب کے لئے لڑتی ہے۔ یہ دونوں جنگیں حسد و عداوت اور غیر شریفانہ تقاضوں سے لڑی جاتی ہیں۔ البتہ پہلی جنگ انفرادی تھی یہ اجتماعی ہے۔ پہلی کا مجرم ایک انسان تھا۔ دوسری کا مجرم پوری قوم ہے۔ یہ ترقی یافتہ خود غرضی اور انسانیت دشمنی ہے۔

پیغمبرانہ جہاد

ان جنگوں کو پیغمبرانہ جہاد سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ ان کی جنگ انسانوں کو برائیوں سے روکنے اور اخلاقی بلندیوں تک پہنچنے کے لئے ہوتی ہے تاکہ حق کا بول بالا ہو۔ ان کی یہ جد و جہد بھی صرف اپنے عقیدے سے۔ اخلاق اور انسانی

بلند صفات کی حفاظت کے لئے نہیں ہوتی بلکہ تمام بنی نوع انسان کی ہدایت، ان کے کردار کی بلندی، مکارم اخلاق اور انسانیت کبریٰ کی تبلیغ کی آزادی اور مقصد تخلیق انسانی کی راہ ہموار کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ گویا ان کی یہ پاک اخلاقی و روحانی جنگ بھی انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السّلام تمام بنی نوع انسان کو انسان یا انسان سے بھی کمتر چیزوں کے سامنے ذلیل ہونے سے بچانے اور ان کو عدل و انصاف اور انسانی مساوات کے اعلیٰ مراتب تک پہنچانے کے لئے اپنی جان جوکھوں میں ڈالتے ہیں۔ ان کو خالق کی معرفت اور مابعد الموت کی شاندار و پائیدار زندگی سنوارنے کے لئے تیار کرتے ہیں۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار برگزیدہ بندے رسول بنا کر بھیجے۔ انبیاء علیہم السلام کے متبعین کو کوئی جنگ لڑنی پڑے تو انہی مقاصد عالیہ کیلئے ہوتی ہے۔ اس لئے اس جنگ کو جنگ کی بجائے جہاد کہنا زیادہ مناسب ہے۔

جنگِ شاہانِ جہاں غارت گری ست

جنگِ مومن سنتِ پیغمبری ست

وہ اہلِ عالم کو خدا تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ وہ تمام انسانوں پر کسی خاص فرد کے ظالمانہ اقتدار اور غلام بنائے رکھنے کے اصرار کو ختم کرتے ہیں۔ تاکہ انسان آزادی سے اعلیٰ مراتب بر انسانیت کے حصول کے لئے ان طاقتوں کو بروئے کار لاسکے جو قدرت نے ان کے اندر ودیعت رکھی ہیں۔ ان اعلیٰ مقاصد کی وجہ سے انبیاء علیہم السّلام نے انسانی قتل جیسے مذموم فعل کو عبادت بنا ڈالا اور مقاصدِ جلیلہ کے لئے قربان ہو جانے والوں کو شہید کا اعلیٰ مرتبہ عنایت کیا۔

پیغمبروں کا مقصد تبلیغ اسلام کی آزادی اور حریت رائے ہوتا ہے کہ کسی آدمی کے سامنے حق و باطل واضح کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اگر کوئی رکاوٹ ہو یا رکاوٹ بننے کے وجوہ موجود ہوں اور وہ یا ان کے متبعین اس کے ازالے کی طاقت رکھتے ہوں، تو وہ آخری ہتھیار کے طور پر تلوار اٹھاتے ہیں۔ پھر بھی اگر دوسرا فریق مسلمان ہو کر اس خدشے کو دور

کر دیتا ہے تو اس کے ملک و املاک اور اراضی کو اسی کے پاس رہنے دیا جاتا ہے اور اگر اسلام نہ قبول کرے بلکہ جزیہ دے کر اور رعایا بن کر رہنا اور ان خدشات و خطرات کو دور کرنا چاہے تو بھی اس کے جان و مال کی حفاظت کی جاتی اور اس کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی دی جاتی ہے۔ اور اگر کوئی قوم اسلام کی بیخ کنی ہی پر تلی ہو تو حسبِ ضرورت بقدر امکان طاقت استعمال کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ مگر اس وقت بھی اسلام نے یہ شرائط عائد کی ہیں۔

جنگ میں اسلام کی ہدایات

(۱) عورتوں کو قتل نہ کرنا، بچوں کو قتل نہ کرنا، بوڑھوں کو قتل نہ کرنا، راہبوں اور عبادت خانے والوں کو نہ مارنا، کسی کے اعضاء نہ کاٹنا، رات کو حملہ نہ کرنا، غیر مضافی آبادی پر رحم کرنا، کوئی عین حالتِ جنگ میں امان چاہے اس کو امان دیدو۔

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ

ترجمہ:- اور مشرکوں میں سے کوئی پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے دو

پھر ایک مسلمان بھی پناہ دیتا ہے تو سب پر اس کا قتل کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ اور اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہو تو فوراً قبول کر لو۔

وان جنحوا للسّلم فاجنح لھا وتوکّل علی اللہ

ترجمہ:- اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی مائل ہو جائیں اور (بدعہدی کا خطرہ ہو تو پرواہ نہ کریں) اللہ پر بھروسہ کریں۔

بہرحال یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ خدائی احکام کے مقابلہ میں کسی انسان کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو غلام بنا کر ان کی جان و مال اور محنت سے اپنے عیش و عشرت کا سامان مہیا کرے یا حق و انصاف کا خون کر کے انسانیت کو رسوا کرے۔ انسانوں کو انسانی حقوق دلانا اور ان کو دائمی عذاب سے

بچانا اتنا بڑا مقصد ہے کہ اس کے لئے ہر ممکن کوشش ہر عقلمند آدمی پر لازم ہے۔
اور اگر ایک قوم یا چند افراد یا چند ہزار افراد ایسے ہیں۔ جو کروڑوں، اربوں انسانوں کی فلاح ونجات میں رکاوٹ اور ان تک فطری خدائی پیغام پہنچانے کی راہ روکے ہوئے ہیں تو ممکن طاقت کے استعمال سے اِس سنگِ راہ کو دور کرنا بالکل قرینِ انصاف اور فطرت سلیمہ کے تقاضا کے مطابق ہے تاکہ اسلام کے فطری قوانین پر عمل کرنے سے انسانی معاشرہ کو جنت نشان بنایا جاسکے اور عادلانہ نظام کے قیام کی راہ ہموار ہو سکے۔

چوتھے بڑے کام کی تفصیل

اجازتِ جنگ کے بعد آپ ملاحظہ فرمائیں کہ وہ عبدِ کامل اور نبی مرسل (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) جس نے غریب گھرانے میں نشو و نما پائی۔ لڑائیوں کی مشق نہیں کی نہ کسی حربی کالج اور جنگی مدرسہ میں داخل ہوئے۔ نہ پڑھنا لکھنا سیکھا۔ نہ ہی کوئی تربیت کسی سے حاصل کی۔ بلکہ مکی زندگی کے تیرہ سال اس طرح سے گزارے کہ تبلیغ واشاعتِ حق کی پاداش میں آپؐ کو اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کو ظلم وعدوان کی چکی میں اس طرح پیسا گیا اور آلام ومصائب کے وہ پہاڑ توڑے گئے جن کی نظیر پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔ مگر جب ہجرت کے بعد اذنِ قتال نازل ہوا اور آپؐ کے مبارک کندھوں پر اسلامی جہاد کا بوجھ بھی ڈال دیا گیا تو آپؐ نے کس شاندار طریقہ سے اسے نبھایا اور کس بے مثال طرز سے حربی قیادت فرماتے ہوئے فوجی فن کا وہ مظاہرہ کیا۔ کہ دنیا حیران ہو کر رہ گئی۔ اور آج تک حیران اور آپؐ کی کامیابی کے حساب کا کھوج لگانے میں سرگرداں ہے۔ بہر حال آپؐ نے مسجد ومکان بنا لینے۔ انصار ومہاجرین میں مواخات قائم کرنے پھر اہلِ مدینہ کو ایک معاہدے پر متفق کرنے کے بعد جو تھا بڑا کام یہ کیا کہ علاقہ بھر میں فوجی دستے روانہ فرمائے۔ جن فوجی دستوں یا جنگوں میں آپؐ بنفسِ نفیس شریک رہے۔ ان کو غزوہ کہتے ہیں۔ اور جن میں آپؐ خود شریک نہیں ہوئے۔ ان کو سریّہ

کیا جاتا ہے۔ اب آپؐ کی ان آٹھ فوجی مہمات کا ذکر کیا جاتا ہے جو جنگِ بدر سے پہلے آپؐ نے پیغمبرانہ بصیرتِ ایمانی سے اختیار فرمائیں جو ان عزائم اور مذموم ارادوں کے ہوتے ہوئے ضروری تھیں جن کا مظاہرہ استیصالِ اسلام کے لئے بعد میں قریش نے بدر۔ احد۔ اور خندق وغیرہ میں کیا۔

آپؐ کی سیاسی و فوجی مہمات

(۱) سریہ حمزہؓ — آپ نے حضرت امیر حمزہؓ کو تیس مہاجر سوار دیکر ابوجہل کے مقابلہ کے لئے مقام عیص کی طرف روانہ کیا۔ ابوجہل کے ساتھ تین سو سوار تھے۔ مگر مجدی بن عمرو الجہنی نے درمیان پڑ کر بیچ بچاؤ کر دیا۔

(۲) سریہ عبیدہؓ بن حارث — آپ نے ان کو ساٹھ مہاجر سوار دے کر ابوسفیان کے مقابلہ کے لئے مقام رابغ کی طرف روانہ فرمایا۔ جس کے ہمراہ دو سو سوار اور پیادے تھے۔ مگر جنگ کا موقعہ نہ ملا۔

(۳) سریہ سعدؓ بن ابی وقاص — ان کو آٹھ مہاجر سوار دے کر قریش کے ایک قافلے کی مزاحمت کے لئے بھیجا مگر وہ آگے سے بھاگ گیا۔

(۴) غزوہ ودان — آپؐ بنفسِ نفیس دو سو سوار اور پیادے لے کر مقامِ ودان تشریف لے گئے۔ کسی سے تصادم نہیں ہوا۔ آپؐ وہاں قبیلہ بنی ضمرہ سے معاہدہ کر آئے۔

(۵) غزوہ بواط — آپؐ بذاتِ خود دو سو آدمی لے کر امیہ بن خلف کے قافلے کو روکنے کے لئے تشریف لے گئے۔ امیہ بن خلف دوسرے غیر معروف راستے سے بھاگ گیا۔ مگر آپؐ نے بواط کے پہاڑی قبائلیوں سے معاہدہ کر لیا۔

(۶) غزوۃ العُشیرہ

آپؐ بنفسِ نفیس دو سو سوار اور پیادے لے کر ابوسفیان کے مقابلہ کے لئے مقامِ عشیرہ کی طرف روانہ ہوئے جس کے ساتھ قریش بنی مدلج اور بنی ضمرہ کی طاقت تھی ۔ ابوسفیان تو بچ نکلا۔ آپؐ نے قبائل سے معاہدہ کر لیا۔

(۷) غزوۂ بدرِ اولیٰ

کرز بن جابر جو مکہ معظمہ کا رئیس تھا۔ مدینہ منورّہ کی چراگاہ پر حملہ کر کے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے مویشی لوٹ کر لے گیا تھا۔ آپؐ نے دو سو آدمی لے کر اس کا تعاقب کیا اور وادی سفوان تک گئے۔ مگر وہ نہیں ملا۔

(۸) سریہ عبدؓ اللہ بن جحش

ان کو آپؐ نے آٹھ آدمی دے کر قریش کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ اور ان کو خط لکھ کر دیا اور حکم فرمایا کہ دو دن کے سفر کے بعد اس کو کھول کر پڑھنا۔ جب دو دن کے بعد اس کو پڑھا اس میں لکھا تھا کہ تم یہاں سے نخلہ تک جا کر قریش کا حال معلوم کرو۔ اس خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ آگے جانے کے لئے اپنے رفقاء میں سے کسی ایک کو مجبور نہ کرنا، مگر آپؐ کے ایک رفیق نے بھی علیحدگی پسند نہ کی سب ساتھ رہے ۔ جب یہ آگے گئے اتفاقاً ان کے سامنے دشمن کا ایک تجارتی قافلہ چند آدمیوں پر مشتمل آنکلا ۔ حضرت عبدؓ اللہ بن جحش نے ان پر حملہ کر کے ان کے سردار عمرو بن حضرمی کو قتل کر دیا اور دو آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ پھر ان دو اسیروں اور مالِ غنیمت کو لے کر مدینہ منورّہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے پاس آئے ۔ یہ اسلام میں پہلے اسیر تھے اور یہ پہلا مالِ غنیمت تھا۔ خدا کی شان کہ یہ واقعہ ماہ رجب کی پہلی تاریخ میں پیش آیا جو چار متبرک مہینوں میں شمار ہوتا تھا جن میں قتل و خونریزی عربوں میں سخت معیوب تھی۔ حضرت عبدؓ اللہ بن جحش نے اس تاریخ کو جمادی الثانی کی آخری تاریخ سمجھا مگر وہ یکم رجب تھا جو دو آدمی گرفتار ہوئے وہ بھی عثمان اور نوفل رؤسا مکہ میں سے تھے۔ حضرت عبدؓ اللہ بن جحش نے مالِ غنیمت اور اسیروں کو آپؐ کے سامنے پیش فرمایا۔

قریش نے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف خوب پروپیگنڈا کیا۔ جس کا جواب خود رب العزت جل و علا نے دیا۔

قل قتال فیہ کبیر و صد عن سبیل اللہ و کفر بہ و اخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ من القتل و الفتنۃ اشد من القتل ٥

ترجمہ :- آپؐ فرما دیجئے کہ شہر حرام میں لڑنا واقعی بڑی بات ہے (مگر) اللہ کی راہ سے روکنا۔ اور خدا (کے احکام) سے انکار کرنا اور وہاں والوں کو وہاں سے نکالنا خدا کے ہاں قتل سے (بھی) بڑا گناہ ہے۔ اور فتنہ پردازی تو قتل سے بھی سخت ہے (کیونکہ فتنوں کے دامن میں ہزاروں قتل چھپے ہوئے ہوتے ہیں)

ان مہمات کے فوائد

بہرحال آپؐ نے ہجرت کے بعد من جملہ دیگر انتظامات کے یہ فوجی مہمات اس لئے روانہ فرمائیں، یا خود بھی ہمراہ تشریف لے گئے کہ آپؐ کو یقین تھا کہ قریش مسلمانوں کو آرام سے بیٹھنے اور تبلیغ کرنے نہ دیں گے اور موقع ملتے ہی جارحانہ حملے بھی کریں گے تاکہ اسلام اور اہلِ اسلام کی بیخ کنی کر سکیں۔ اس لئے بحیثیت بہترین قائد و رہنما کے فرض تھا کہ اس کا فوری انتظام کیا جائے چنانچہ آپؐ نے ان مہمات سے مندرجہ ذیل فوائد و مقاصد حاصل کئے۔

(۱) آپؐ نے دشمن کی نقل و حرکت کی اطلاعات حاصل فرمائیں جس کے لئے آج کل لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کئے جاتے ہیں۔

(۲) آنے والی جنگوں کی پیش بندی کے لئے آپؐ نے صحابہؓ کی تربیت (ٹریننگ) بھی کر دی اور وہ بھی اس طرح کہ ٹریننگ کی نمائش نہ کی بلکہ ان کو اسفار و تکالیف کا خوگر بنانے کے سوا خدا تعالیٰ کے ہاں سے ثواب و اجر بھی دلایا اور ٹریننگ کے ساتھ ساتھ ان سے

حقیقی کام بھی لیئے۔

(۳) تمام علاقے اور راستوں سے آگاہی حاصل کی اور کرائی۔

(۴) سب کے سامنے اس کا ثبوت پیش کیا کہ مسلمان اپنا دفاع کر سکتے ہیں۔ اس طرح قبائل اور تمام غیر مسلموں پر اچھے اثرات ڈالے۔

(۵) آپ نے امن کے معاہدات میں بہت سے قبائل کو شامل کر کے اطمینان حاصل کیا۔ اور بہتوں سے غیر جانبداری کا یقین حاصل کیا یا غیر جنگی معاہدے کیئے جس کو آج کل بقائے باہمی کہا جاتا ہے۔

(۶) آپؐ نے دشمن کی اقتصادی ناکہ بندی کی۔ اور مکہ معظمہ سے شام تک ان کی تجارتی شاہراہ کو خطرہ میں ڈال دیا تاکہ وہ جنگی استعداد بڑھا نہ سکے۔ آج کل تمام حکومتیں ہمیشہ دشمن کی جنگی طاقت پر نگاہ رکھتی ہیں۔ اور اس کی اقتصادی ناکہ بندی کی کوشش کرتی ہیں۔ آپؐ نے اس اصول پر چودہ سو سال پہلے عمل کیا۔ بعد کے واقعات نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احتیاطی تدابیر صحیح بلکہ ضروری تھیں۔ بلکہ یہ سب کچھ ایمانی بصیرت اور وحی خفی کے تحت ہو رہا تھا۔

(۷) آپؐ نے اپنے دائرہ اقتدار اور زیرِ حراست علاقے کے حدود بھی ایک لحاظ سے مقرر کر کے سب کو متنبہ کر دیا کہ ان حدود کی خلاف ورزی برداشت نہ ہوگی۔ پھر یہ کہ سب کچھ اس طرح کیا گیا کہ عرب قبائل کو ناگوار بھی نہ ہو۔ اور نہ وہ یہ تصور کریں کہ آپؐ ان پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اس قرب وجوار میں مسلمان ہی سب سے بڑی اور منظم طاقت تھی اور انہی پر علاقے کی حفاظت کی ذمہ داری عائد ہوتی تھی۔

آج کل کسی علاقے پر دوسروں کے ہوائی جہازوں کی پرواز بھی بلا اجازت نہیں ہو سکتی۔

جنگِ بدر کے اسباب

(۱) قریش آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اور آپؐ کے صحابہؓ کو نہ تو خدا کی عبادت کرنے دیتے تھے اور نہ ہی تبلیغ اسلام کی اجازت۔

(۲) جب مجبور ہو کر آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو حبشہ کو ہجرت کر جانے کی اجازت دی تو قریش نے وہاں بھی وفد بھیج کر وہاں کے بادشاہ نجاشی کو کہلا بھیجا کہ یہ مسلمان ہمارے مجرم ہیں ان کو پناہ نہ دو بلکہ ہمارے حوالہ کر دو۔ مگر اس نے طرفین کے دلائل سُن کر مسلمانوں کو امن دیا۔

(۳) جب مکہ معظمہ میں عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر اہل مدینہ منورہ نے آپؐ کو مدینہ آنے کی دعوت دی اور ہر طرح حفاظت و امداد کا یقین دلایا۔ اور قریش کو کسی نہ کسی طرح اس بات کی خبر ہو گئی تو انہوں نے اہلِ مدینہ کو سخت دھمکی دی اور کہا کہ ہم نے ایسا سُنا ہے۔ اس کا نتیجہ تمہاری تباہی ہو گا۔

(۴) اس کے بعد جب آپؐ مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لے آئے تو قریش نے اہلِ مدینہ کو خط لکھا کہ ہمارے مجرموں کو پناہ نہ دو ورنہ تمہاری اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔ اس پر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ایک ایک کے پاس جا کر ان کو سمجھایا کہ اگر تم کو قریش سے لڑنا پڑا تو باہر والوں سے لڑنا پڑے گا۔ لیکن اگر تم مسلمانوں سے الجھے تو اپنے بھائی بندوں اور اولاد سے لڑنا ہو گا۔ ان کی سمجھ میں آپؐ کی بات آگئی۔ اور انہوں نے قریش کی کوئی پرواہ نہ کی جس سے قریش اور بھی آگ بگولہ ہو گئے۔

(۵) اس پر مستزاد یہ ہُوا کہ عمرو بن حضرمی قتل ہو گیا جو بڑا آدمی تھا اور اس کے حلیف مکہ معظمہ کے بڑے سردار تھے۔ ساتھ ہی یہ واقعہ چونکہ محرم میں ہُوا تھا۔ اس لئے شاعروں نے مسلمانوں کے خلاف خوب پروپیگنڈا کیا اور ساتھ ہی ملک بھر میں انتقام

کی آگ بھڑکا دی۔

(۶) خدا تعالیٰ کی شان تھی کہ انہی ایام میں معلوم ہوا کہ ابو سفیان کا تجارتی قافلہ شام سے بے پناہ سامان لے کر واپس مکہ معظمہ جا رہا ہے جس سے قریش کی جنگی استعداد اور اسلحہ کا توازن یقیناً اور زیادہ بگڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ تجارتی قافلے کے سوا قریش سے جنگ کا خطرہ بھی تھا۔ آپؐ تین سو تیرہ آدمی لے کر مقام بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے قافلۂ تجارت اور فوج میں سے ایک عطا کر دینے کا وعدہ فرما دیا تھا۔ بعض صحابہؓ کی رائے تھی کہ قافلے کا تعاقب کیا جائے۔ فوج کو چھوڑ دیں۔ بعض کی رائے تھی کہ فوج سے ٹکر ہو جائے اللہ تعالیٰ نے اسی کی تائید فرمائی۔ ارشاد ہوا۔

كما اخرجك ربك من بيتك بالحق ۔ وان فريقا من المومنين لكارهون

ترجمہ:۔ جس طرح آپؐ کے پروردگار نے آپؐ کو آپؐ کے گھر سے صحیح کام کے لئے نکالا۔ اور مسلمانوں کی ایک جماعت (اس کام کو) پسند نہیں کر رہی تھی (مگر حکم مان رہی تھی۔

يجادلونك في الحق بعد ما تبين كانما يساقون الى الموت وهم ينظرون ○ اذ يعدكم الله احدى الطائفتين انها لكم وتودون ان غير ذات الشوكة تكون لكم ويريد الله ان يحق الحق بكلماته ويقطع دابر الكافرين ○

ترجمہ:۔ وہ ایک صحیح بات میں آپؐ سے بحث کر رہے تھے۔ جب کہ وہ بالکل واضح ہو چکی تھی۔ گویا ان کے دیکھتے دیکھتے ان کو موت کی طرف ہانکا جا رہا ہے اور جب اللہ تعالیٰ تم کو وعدہ دے رہا تھا کہ دو جماعتوں میں سے ایک تم کو ہاتھ لگے گی اور تم یہ چاہتے تھے کہ جس میں تکلیف نہ ہو وہ تم کو ملے۔ اور اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ سچ کو سچ کر دکھائے اپنی باتوں سے۔ اور کافروں کی بیخ کنی کر دے۔"

یہاں بعض حضرات نے یہ بے ضرورت بحث چھیڑ کر خواہ مخواہ قارئین کے دل و دماغ

کو پریشان کیا ہے کہ اسلامی لشکر قافلے کے لئے گیا تھا یا فوج سے لڑنے کے لئے مگر آیت کریمہ نے معاملہ صاف کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ دو میں سے ایک چیز مسلمانوں کے ہاتھ لگے گی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا تاکہ لڑائی ضرور ہو جائے۔ (بَعْدَمَا تَبَيَّنَ) سے بھی اشارہ ہوتا ہے کہ پہلے ایک بات متعین نہ تھی۔ بہر حال اگر قافلہ مل جاتا اس پر حملہ ہو جاتا۔ اگر اس کی بجائے لشکرِ قریش سے مقابلہ آ پڑے تو یہ ہو جائے ان باتوں میں خاص ٹکر نہیں ہے۔ غیر متعین حالت میں اگر ایک فریق بجائے جنگ کے دوسری صورت چاہے تو یہ فطری امر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ اپنے بندوں سے جس طرح چاہے خطاب فرمائے ان کی اصلاح کرے۔ اور ان کی چھوٹی سی غلطی کو ان کی شان کے لحاظ سے بڑی بنا کر تنبیہ کرے۔ بعضوں کو یہ تصوّر کھائے جا رہا ہے کہ غیر مسلم یہ نہ کہیں کہ مسلمان قافلہ لوٹنے جا رہے تھے۔ بھلا یہ کوئی قابلِ اعتراض بات ہے جب دشمنی مسلّم ہے اور جنگ سر پہ منڈلا رہی ہے تو دشمن کی اقتصادی ناکہ بندی یا اس کی طاقت کو کمزور کرنا کس اصولِ جنگ کے خلاف ہے۔ کیا آج کل ایسا نہیں ہو رہا۔ یہ کافروں سے مرعوبیت پر مبنی ہے ورنہ پہلے پہل کچھ ابہام تھا پھر بات متعین ہو گئی۔ ممکن ہے بعضوں پہ اس کا بوجھ پڑا ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے شایانِ شان قرار نہ دے کر سخت الفاظ میں ذکر کر دیا۔

ابوسفیانؓ کو اطلاع

اس واقعہ کی ابوسفیانؓ کو اطلاع ہو گئی (جو اب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) اور وہ مسلمانوں کی مزاحمت سے ڈرے اور فوراً ہی ایک تیز رفتار قاصد ضمضم غفاری کو بنام مکہ معظمہ روانہ کیا کہ جلدی پہنچو ورنہ لاکھوں کا مال تجارت اور قافلہ تباہ ہو گیا۔ تیز رفتار قاصد بھیج کر ابوسفیانؓ دوسرے راستے سے نکل کر صحیح و سلامت مکہ معظمہ جا پہنچے۔ مگر قریشِ مکہ کو اس کی اطلاع نہ ہو سکی۔ وہ پہلے چل دیئے۔ جب ان کو خبر ہوئی کہ قافلہ خطرے میں ہے وہ بہت جلد تیاری کر کے عظیم لشکر بنا کر بدر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ اگر مسلمانوں کے سامنے لوٹ کھسوٹ کا مقصد ہی ہوتا

تو ابوسفیانؓ کے نکل جانے کے بعد وہ واپس لوٹ جاتے۔ اسلحہ بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ آدمیوں کی تعداد بھی تہائی کے برابر تھی۔ مگر جیسے کہ قرآن میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ حق و باطل کی ٹکر ہو کر آج حق کا رعب قائم ہو جائے۔ اور تیرہ سال تک ظلم و ستم کی چکی میں پسے ہوئے صحابہؓ کی دھاک بیٹھ جائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی قافلے کے نکل جانے اور قریش کے آ پہنچنے کا علم ہو گیا تھا۔ اور آیت مذکورہ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب سب اہلِ ایمان کو لشکرِ کفار سے مٹھ بھیڑ ہونے کا خیال تھا۔

جناب عاتکہ کا خواب

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک عمّہ (پھوپھی) مکّہ معظمہ میں تھیں۔ انہوں نے ضمضم غفاری کے مکّہ معظمہ میں پہنچنے سے تین رات پہلے خواب دیکھا۔ جس سے وہ گھبرا گئیں۔ اور اپنے بھائی عباسؓ کو بلا کر کہا۔ بھائی جان! آج رات میں نے خواب دیکھا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ آپ کی قوم پر کوئی آفت آنے والی ہے۔ آپ اس کو راز میں رکھیں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سوار مکّہ معظمہ میں آ کر اونچی آواز میں پکار رہا ہے۔ اے بدر والو! تین دن کے بعد اپنی موت کے ٹھکانوں کو چلو۔ پھر یہ شخص مسجد حرام میں آیا۔ لوگ اس کے ارد گرد جمع ہیں اس نے کعبہ سے پھر بلند آواز سے آواز دی۔ اے بدر والو تین دن کے اندر اپنی موت کے ٹھکانوں پر پہنچ جاؤ۔ پھر اپنا اونٹ جبلِ قبیس پر چڑھا کر تیسری بار وہی آواز دی۔ پھر ایک بڑا پتھر لے کر پھینکا۔ جب وہ پتھر پہاڑ کے نیچے پہنچا تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور مکّہ معظمہ کے ہر ہر گھر میں اس کا ایک ایک ٹکڑا جا پہنچا۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا۔ عاتکہ یہ خطرناک خواب ہے اس کو کسی سے بیان نہ کرنا۔ لیکن خود حضرت عباسؓ نے اس خواب کو اپنے عظیم الشان دوست ولید سے بیان کر دیا جس نے اپنے باپ عتبہ

سے بیان کر دیا ۔ وہ مکہ معظمہ کا رئیس تھا۔ ہوتے ہوتے خواب کا چرچا ہو گیا۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں دوسری صبح کو میں خانہ کعبہ کا طواف کرنے مسجد میں گیا وہاں ابوجہل قریش کے چند آدمیوں کے ہمراہ بیٹھا ہے مجھے کہنے لگا کہ طواف کر کے یہاں آکر بات سُننا۔ جب میں فارغ ہو کر اس کے پاس گیا۔ تو کہنے لگا اے عبدالمطلب کے بیٹو۔ یہ تمہارے اندر عورت کب سے نبی بنی ہے۔ میں نے کہا کیا بات ہے۔ اس نے کہا یہ تمہاری بہن عاتکہ نے جو خواب دیکھا ہے کیا یہ کم تھا کہ تمہارے اندر مرد نبی بن بیٹھے ۔ اب عورتیں بھی نبی بننے لگی ہیں۔ دیکھو ہم تین دن انتظار کریں گے اگر یہ خواب سچی ہوئی تو خیر ورنہ ہم ایک اعلان لکھ دیں گے کہ تمہارا گھر بڑا جھوٹا ہے ۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی بات کو کوئی اہمیت نہ دی۔ لیکن جب رات ہوئی تو بنو عبدالمطلب کے خاندان کی کوئی عورت نہ رہی جس نے آکر مجھ سے یہ نہ کہا ہو کہ تم نے اس خبیث فاسق ابوجہل کو واگذار کر رکھا ہے۔ پہلے تمہارے مردوں کی باتیں کرتا تھا اب تمہاری عورتوں کی باتیں کرنے لگا ہے۔ اور تم یہ سب کچھ دیکھ سُن رہے ہو۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں میں نے عورتوں سے کہا کہ کل میں اس سے نمٹ کر تم کو اس سے چھڑا دوں گا۔ وہ فرماتے ہیں کہ دوسری صبح میں مسجد حرام میں گیا اور ابوجہل کی طرف بڑھا کہ اس پر حملہ کروں۔ وہ دروازے کی طرف بھاگا۔ میں حیران ہُوا کہ کیا یہ مجھ سے ڈر کر بھاگا۔ مگر بات اور تھی۔ میں نہیں سن رہا تھا لیکن اس کے کان میں ضمضم غفاری کی آواز آرہی تھی۔ جو زور سے پکار رہا تھا۔ کہ اے قریش اپنے تجارتی قافلے کو بچاؤ۔ اس کو (حضرت) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے روک لیا ہے۔ جب مجھے یہ معلوم ہُوا۔ پھر نہ مجھے ابوجہل کا خیال رہا۔ نہ اس کو میرا۔ سب لوگوں میں افراتفری پیدا ہو گئی۔ بات یہ تھی کہ اس تجارتی قافلے میں قریش کے ہر ایک آدمی کا مال شریک تھا۔ اس میں ہزار اونٹ اور لاکھوں روپوں کا مال تھا۔ اس لیئے ہر شخص کو غم تھا۔ ہر ایک نے بڑھ چڑھ کر جنگی تیاری میں حصہ لیا۔

قریش کی جنگی تیاری

قریش نے تین دن کے اندر اندر تیاری مکمل کرلی۔ تمام سرداران قریش ہمراہ ہیں۔
کم وبیش ایک ہزار بہادروں کا لشکر ہے۔ تقریباً سو شہسواروں کا دستہ بھی ساتھ ہے۔
ہزاروں اونٹ ہیں تیز زرہیں، نیزے تلواریں کافی ہیں۔ بہادر سردار اور پہلوان
بھی ہمراہ ہیں۔ جوش دلانے کے لیئے عورتیں بھی ساتھ لے رکھی ہیں۔ شرابوں کے مٹکے لدے
ہوئے ہیں۔

ابوجہل، عتبہ، ولید، شیبہ، حرث بن عامر، نضر بن حارث، عباس، امیہ بن
خلف، سب سردار رہنمائی اور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے سب کو شیر دل بنا رہے ہیں۔
یہ لشکر بڑی شان وشوکت سے مکہ سے روانہ ہوا تاکہ ہمیشہ کے لئے اسلام کی بیخ کنی کردے۔
اور جاتے جاتے بدر کے مقام تک جا پہنچا۔ اس لشکر کے ٹھاٹھ باٹھ اور غرور وتکبر کا ذکر
قرآن پاک نے اس طرح فرمایا ہے۔

ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا و رئاء الناس ویصدون عن سبیل اللہ

ترجمہ:۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو اپنے گھروں سے اکڑتے اتراتے ہوئے
نکلے لوگوں کو دکھانے کے لئے اور اللہ کی راہ سے روکتے ہوئے۔

آپؐ کو پتہ چلا کہ ابوسفیان کا قافلہ بچ کر نکل کر مکہ معظمہ جا پہنچا۔ اس نے اپنے
پہنچ جانے کی اطلاع قریش کو دے کر یہ مشورہ بھی دیا کہ اب لشکر واپس آجائے۔ اب
سردار عتبہ اور بعض دوسروں کی رائے ہوئی کہ جنگ میں کوئی فائدہ نہیں اب واپس
چلا جانا چاہیئے لیکن ابوجہل نے نہ مانا چنانچہ بعض قبائل ناراض ہو کر لوٹ گئے۔ ابوجہل

نے کہا کہ ہم بدر تک جائیں گے۔ وہاں چند دن رہ کر جشن منائیں گے۔ اونٹ ذبح کرینگے شرابیں پئیں گے۔ عورتیں نچائیں گے تاکہ رہتی دنیا تک ہمارا نام روشن ہو جائے۔ اس نے رئیس قریش کو ایک طرح بزدلی کا طعنہ بھی دیا۔ عتبہ کا بیٹا ابو حذیفہؓ مسلمان تھا اور مسلمانوں کے لشکر کے ہمراہ تھا۔ عتبہ نے طعن کے جواب میں کہا کہ کل پتہ لگ جائے گا کہ ہم جنگ میں کیا کرتے ہیں۔ یہ سردار تھا اور سارے لشکر کا علمبردار بھی تھا۔ اس کا بھائی شیبہ اور بیٹا ولید بھی شریک جنگ تھا۔

مسلمانوں کا لشکر

مسلمانوں کا لشکر صرف تین سو تیرہ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ اس میں صرف دو گھوڑے تھے۔ تلواریں بھی صرف آٹھ تھیں۔ اسی میل سفر طے کرنے اور بار برداری کے لئے صرف ستر اونٹ تھے۔ تین سو تیرہ آدمیوں کے لئے یہ کس طرح پورے ہو سکتے تھے۔ آپؐ نے ایک ایک اونٹ پر دو دو چار چار آدمی باری باری سوار ہونے کا انتظام فرمایا اور اپنے ہمراہ بھی دو صحابی رکھے۔ جنہوں نے آپؐ کے آرام کے لئے بہت اصرار کیا کہ ہم پیدل چلیں گے۔ آپؐ اکیلے سوار ہوں مگر آپؐ نے نہ مانا اور فرمایا تم مجھ سے طاقت میں زیادہ نہیں ہو اور میں تم سے اجر و ثواب کے شوق میں کم نہیں ہوں۔ لشکر روانہ ہو کر بدر کے مقام تک جا پہنچا۔ یہ لشکر بے شک بے سروسامان تھا مگر اس میں صدیقین، صالحین اور فرشتوں کے ہم پلہ بزرگ شریک ہیں۔ خود سرورِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجود ہیں جن کے دیدار سے مسلمان سکون و اطمینان حاصل کرتے اور آنکھیں ٹھنڈی کرتے۔

حضرت حبابؓ بن منذر کا مشورہ

لشکر نے بدر کے ایک مقام پر ڈیرہ ڈالا۔ ایک صحابی حضرت حباب بن منذر نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس مقام کا انتخاب خدا تعالیٰ کے حکم سے ہوا ہے اگر ایسا ہے تو ہم کو دم مارنے

کی گنجائش نہیں نہ ہم چون وچرا کر سکتے ہیں یا آپؐ کی تدبیر جنگ اور رائے ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ صرف رائے اور تدبیر ہے تو صحابی نے عرض کیا پھر یا رسول اللہ لشکر کو آگے بڑھا کر پانی کے چشمہ پہ قبضہ کریں اور آس پاس کے چشموں کا پانی بھی اس میں ڈال کر تالاب سا بنا دیں پھر دوسرے کنویں برباد کر دیئے جائیں تاکہ ہم کو پانی کی کمی نہ رہے اور دشمن کنویں استعمال نہ کر سکے۔ اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوگئیں ایک یہ کہ صحابہ کرامؓ جانتے تھے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن کے سوا وحی خفی بھی آتی ہے اور آپؐ کے اکثر احکام خدائی رہنمائی پر مبنی ہوتے ہیں اس لئے وہ مشورہ دیتے وقت پہلے احتیاطاً دریافت کر لیتے تھے۔ اسی طرح کا واقعہ غزوۂ خندق میں بھی پیش آیا جو آپ آئندہ پڑھیں گے۔ دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہؓ کے مشوروں کو سنتے اور ان پر عمل کرتے تھے۔ آپؐ نے اس رائے کو پسند فرما کر ایسا ہی کیا مگر پانی پینے کی دشمنوں کو بھی اجازت دیدی گئی۔ ہاں ایک مشرک نے قسم کھائی تھی کہ زبردستی پانی پیوں گا۔ اس کو قتل کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی مزید مہربانی

اس پہ اللہ تعالیٰ نے مزید مہربانی فرما کر بارش کر دی جس سے ریتلی زمین ذرا سخت ہوگئی۔ گرد جم گئی۔ جابجا پانی بھی جمع ہوگیا۔ جو نہانے دھونے کے کام آیا۔ اس احسان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهِ

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ نے بادلوں سے پانی برسا دیا تاکہ اس کے ذریعے تمہیں پاک وصاف کرے۔

روانگی سے پہلے لشکر کا امتحان اور مشورہ

حضرت مقداد بن عمرؓ کی تقریر

مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ اس کو آپ لشکر کا امتحان بھی کہہ سکتے ہیں۔

آپؐ کی گفتگو سننے کے بعد آپؐ کا اندازہ معلوم کر کے حضرت مقداد بن عمرؓ ایک مہاجر صحابی نے تقریر فرمائی ۔ یا رسول اللہ ہم موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کی طرح نہیں ہیں کہ کہیں

اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ۝

ترجمہ :۔ تم اور تمہارا خدا جاکر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔

ہم آپؐ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے لڑتے رہیں گے ۔ اور اگر آپؐ ہم کو برک الغماد تک جانے کا حکم دیں تو ہم ساتھ چلیں گے (برک الغماد مکہ معظمہ سے یمن کی طرف کو چار پانچ منزل دور ہے)

حضرت سعدؓ بن عبادہ کی تقریر

اس کے بعد حضرت سعد بن عبادہؓ نے فرمایا یا رسول اللہ شاید آپؐ انصار کی رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں ۔ آپؐ نے اثبات میں جواب دیا ۔ بات یہ تھی کہ اہلِ مدینہ نے مکہ معظمہ میں مدینہ میں آپؐ کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا اور مدینہ کے معاہدہ میں مدینہ کی حفاظت مشترکہ طور پر کرنے کا ذکر تھا ۔ مدینہ سے باہر جاکر لڑنے کے وہ پابند نہ تھے ۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیغمبر تھے آپؐ نے ازراہِ احتیاط ان کی رائے معلوم کرنی ضروری سمجھی ۔ یہ آپؐ کی انتہائی دیانتداری تھی بات کا صاف کرنا ضروری تھا بہرحال پھر حضرت سعد نے فرمایا ۔ یا رسول اللہ ہم آپؐ پر ایمان لائے ہیں ۔ آپؐ کو اپنا نجات دہندہ سمجھا ہے آپؐ ہم کو حکم دیں گے کہ سمندر میں گھس جاؤ تو گھس جائیں گے ۔ آپؐ خوش ہوئے اور دعا دی ۔ (او کما قال)

نابالغ بچّوں کا شوقِ جہاد

آپؐ نے آگے چل کر فوج کا جائزہ لیا ۔ جو کم عمر تھے ان کو واپس کر دیا ۔ مگر حضرت عمیر بن ابی وقاص جو کمسن تھے جب ان کی واپسی کا حکم ہوا وہ رو پڑے ۔ آپؐ نے ان کو اجازت

دیدی۔ ان کے بھائی حضرت سعد بن وقاصؓ نے اس چھوٹے مجاہد کے گلے میں تلوار حمائل کی۔
اب فوج کی کل تعداد تین سو تیرہ تھی۔ جن میں ساٹھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔ آپؐ نے جاتے وقت
مدینہ منورہ میں ابو لبابہ بن عبدالمنذر کو حاکم مقرر فرما کر واپس جانے کا حکم دیدیا اور مدینہ کے
عوالی (بالائی حصہ) پر حضرت عاصم بن عدیؓ کو حاکم مقرر فرمایا۔ خبر رسانی کے لئے آپؐ نے چند
آدمی آگے روانہ فرما دیئے اور خود جاتے جاتے بدر تک جا پہنچے۔

نقشۂ جنگ اور انتظامات

اب دونوں لشکر میدانِ جنگ میں پہنچ چکے ہیں۔ قریش اتراتے اور اکڑتے پھرتے
ہیں۔ مسلمان بھی اللہ کی راہ میں لڑنے مرنے کو تیار ہیں۔ آپؐ نے نقشۂ جنگ تیار کیا۔ میدانِ
جنگ کے کنارے آپؐ کے لئے ایک اونچی جگہ پر ایک عارضی چھت ڈال دی گئی۔ جہاں سے
آپؐ نظارۂ جنگ دیکھ اور ہدایات دے سکیں۔ پانی کا انتظام کیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت
سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دبی ہوئی ریت کو میدانِ جنگ بنایا جہاں پاؤں نہ دھنس سکتے تھے۔
اور نقل و حرکت کی دشواری نہ رہی۔ فوج کے تین حصے فرمائے۔ (۱) مقدمۃ الجیش آگے
رہنے والی فوج (۲) فوج اکبر اعلیٰ اور اصلی فوجی طاقت (۳) مؤخرہ یعنی پیچھے رہنے
والی فوج۔ مہاجرین کا علم آپؐ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کے حوالے فرمایا۔ قبیلہ خزرج کا علم
حضرت حباب بن منذر کو دیا۔ اور قبیلہ اوس کا علم بردار حضرت سعد بن معاذؓ کو بنایا۔ رات
کو اسلامی لشکر نے انتظامات اور ٹھکانے سنبھالنے کے بعد آرام کیا۔ لیکن سرورِ عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ساری رات اپنے رَبّ کے سامنے گڑگڑاتے اور دعائیں مانگتے رہے۔ صبح
ہوتے ہی اذان ہوئی نماز باجماعت ادا فرمائی۔ آپؐ نے صفوف درست کیں۔ جنگی صفوں
کو تیر سے درست فرمایا۔ صفوں میں نہ ٹیڑھا پن تھا۔ نہ شور و شغب۔ اللہ کے بندے کوہ وقاری

سے کھڑے حکم کے منتظر تھے۔ ان کو پہلا حکم ملا۔ کہ جب تک دشمن زد میں نہ آجائے تیر نہ چلانا۔ صفیں ایسی مضبوط تھیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہو۔ کتنے ہی صحابہؓ شہید ہوئے مگر صفیں نہ ٹوٹیں۔ صف بندی کے طریقۂ جنگ سے عرب ناآشنا تھے۔ ان کو کر و فر کے طریقہ سے جنگ کرنے کی عادت تھی۔

کرّ و فر کا طریقۂ جنگ

کرّ و فر کی جنگ یہ ہے کہ یکبارگی دشمن پر ٹوٹ پڑو اور لڑتے لڑتے ان کو بھگا دو۔ تھک گئے تو آرام کرنے اور سسکنے کے لئے اپنے کیمپ کی طرف پیچھے ہٹ آؤ اور جب موقع ملے پھر تابڑ توڑ حملہ کرو۔ اس طرح حملہ کرنے کو کرّ اور پیچھے ہٹنے کو فر کہتے تھے۔ اسی طرح حملے پر حملہ کرتے جاؤ یہاں تک کہ جنگ کا فیصلہ ہو جائے یہ طریقۂ جنگ کر و فر کہلاتا ہے۔ اس میں صفیں نہیں ہوتیں۔ کمانڈر کا کنٹرول نہیں رہ سکتا۔ فوج منتشر ہو جاتی ہے اور فوجیں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ آپؐ نے عرب میں پہلی مرتبہ صف بندی کا طریقۂ جنگ اختیار فرمایا۔

صف بندی کا طریقۂ جنگ

آپؐ نے حکم دیا کہ صفوں میں پہاڑ بن کر کھڑے رہو۔ دشمن کے حملوں کو استقامت اور جانبازی سے روکتے رہو۔ زخمی ہونے شہید ہو جانے کی پرواہ نہ کرو۔ جب دشمن قریب ہو کر زد میں آجائے۔ اس پہ حملہ کر دو اور جب وہ تھک کر اور ہمت ہار کر پسپا ہونے لگے تو پوری ہمت اور جوانمردی سے اس کا تعاقب کرو۔ اس سے پہلے صفوں میں انتشار نہ ہونے پائے۔ اس طرح لڑو جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔ قرآن پاک میں ہے۔

وَيُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

ترجمہ :- اور اللہ کی راہ میں اس طرح صف باندھ کر لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہو۔ ثابت قدم صفوں کو ہر وقت حکم دیا جا سکتا ہے۔ آج ترقی یافتہ دنیا میں بھی فوج کا آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا افسر کے حکم کے تحت ہوتا ہے۔

شعار (واروڈ) اپنے اور دشمن کو پہچاننے کے لئے کبھی سخت ضرورت پیش آتی ہے۔ اس تعارف کے لئے تعارفی لفظ مقرر کیا جاتا ہے اس کو شعار کہتے ہیں۔ آج کل اس کو وارو ڈ کہہ دیتے ہیں۔ اس کا تعین خاص طور پر وہاں بہت ضروری ہوتا ہے۔ جب فریقین جنگ ایک قوم اور ایک معاشرے سے تعلق رکھتے ہوں بدر کے دن مسلمانوں کا شعار لفظ احد تھا۔

خدا تعالیٰ سے التجاء تمام انتظامات مکمل کر کے آپؐ اپنی مخصوص جگہ میں جا کر مصروف عبادت ہو گئے عاجزانہ دعائیں مانگنی شروع فرما دیں۔ کفر و اسلام میں یہی فرق ہے کہ مسلمان فتح و نصرت اللہ تعالیٰ ہی سے سمجھتا اور اسی پر بھروسہ کرتا اور اسی سے مانگتا ہے۔ اسی موقع پر آپؐ نے وہ مشہور دعا مانگی۔

اللّٰھم ھٰذہ العصابۃ ان تھلکھا لن تعبد ابدًا ۰

ترجمہ :- اے اللہ یہ جماعت ہے اگر آپ اس کو ہلاک کر دیں تو پھر کبھی آپ کی عبادت نہ ہوگی

اس دعا میں آپ نے یہ حقیقت بھی واضح فرما دی کہ آپؐ کے بعد نہ کوئی نبی بن سکتا ہے نہ شریعت آسکتی ہے۔ ورنہ آپؐ یہ کیوں فرماتے کہ پھر آپؐ کی عبادت نہ ہوگی۔ آپؐ نے اتنی دعائیں مانگیں کہ عالمِ بے خودی میں چادر کندھے مبارک سے گری جاتی تھی حضرت صدیقؓ نے عرض کی: حَسْبُکَ یَارَسُولَ اللّٰہ۔ یا رسول اللہ بس کیجئے آپؐ کے لئے یہ کافی ہے۔ حضرت صدیقؓ پر صفتِ امید کا غلبہ تھا، اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صفتِ عبدیت کا، آپؐ پر اللہ تعالیٰ کی شان خود مختاری اور شانِ بے نیازی کے احساس کا غلبہ تھا۔ حضرت صدیقؓ کی درخواست کے بعد آپ اپنی قیام گاہ سے باہر تشریف لائے۔ آپ صحابہؓ کو فتح کی خوشخبری سنا رہے تھے، زبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے۔

سیھزم الجمع ویولون الدبر

ترجمہ :- ابھی عنقریب اس فوج کو شکست ہوگی اور یہ پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلیں گے۔

بعض روایات میں ہے کہ آپؐ نے صحابہؓ کو فرشتوں کی آمد کی خوشخبری سنائی اور فرشتہ کو یہ کہتے سُنا کہ اقدم حیزدم ۔ ترجمہ حیزدم آگے بڑھو۔
حیزدم فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا۔ باہر آکر آپؐ نے صفوف کا جائزہ لیا۔

دُشمن کی خبروں کا انتظام

آپؐ نے اس سے پہلے ہی دشمن کے لشکر کے بارہ میں معلومات فراہم کرنے کے لئے کہ ان کی گنتی کتنی ہے ۔ راشن کیا ہے۔ کہاں تک پہنچ گئے ہیں ۔ آپؐ نے صحابہؓ کے چھوٹے چھوٹے دستے مختلف اطراف میں بھیج دیئے تھے ۔ ان میں سے ایک دستہ نے جس میں حضرت علیؓ حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ شامل تھے ۔ دو لڑکے پکڑ لئے جب یہ لائے گئے ۔ صحابہؓ نے ان سے پوچھ گچھ شروع کی ۔ آپؐ نماز میں مصروف تھے ۔ جب وہ سچ کہتے تو صحابہؓ یقین نہ کرتے اور سختی کرتے اور جب وہ جھوٹ بولتے تو صحابہؓ ان کو چھوڑ دیتے ۔ آپؐ نے فارغ ہو کر خود ان سے گفتگو فرمائی ۔ پھر فرمایا کہ دشمن کا لشکر نوسو اور ہزار افراد کے درمیان ہے ۔ روزانہ نو یا دس اونٹ ذبح ہوتے ہیں ۔ اور یہ اونٹ مکہ معظمہ کا ایک ایک سردار باری باری ذبح کرکے سب کو کھلاتا ہے ۔ آپؐ نے ان سے یہ پتہ لگا لیا کہ دشمن کا لشکر رتیلے ٹیلے کے اس طرف ہے۔ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى

وفاء عہد کی بے مثال تعلیم

آپؐ جانتے ہیں کہ ایسے وقت میں جبکہ اپنا لشکر دشمن سے تعداد ۔ اسلحہ ۔ راشن اور ہر طرح سے کم اور کمزور ہو ۔ ایسے وقت میں ایک ایک آدمی کا اضافہ بھی بہت بڑی امداد اور سہارا ہوتی ہے ۔ دو صحابیؓ مدینہ منورہ آرہے تھے ۔ راستہ میں ان کو لشکر قریش نے پکڑ لیا کہ تم مسلمانوں کی مدد کرنے جا رہے ہو ۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ ہم جنگ میں حصہ نہ لیں گے ۔ اس پر ان کو چھوڑ دیا گیا ۔ جب وہ آئے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قصہ سُنا کر جنگ میں شریک ہونا چاہا ۔ آپؐ نے اجازت نہ دی اور فرمایا تم وعدے پر قائم رہو ۔ ہمارا بھروسہ

اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اس سے آپؐ پیغمبرانہ تعلیم اور اسلامی اخلاق کی برتری کا اندازہ کرسکتے ہیں۔

آپ کی ایک سچی پیشن گوئی

لڑائی سے پہلے آپؐ نے میدانِ جنگ میں اپنے مبارک ہاتھ سے ایک ایک سردار کی موت کی جگہ بتائی، خدا کی شان کہ جنگ میں ہر آدمی اسی جگہ مرا جہاں کی آپؐ نے نشاندہی فرمائی تھی۔

قرآن پاک کا وعدہ

اسی طرح ربّ العزت جل وعلا نے قرآن پاک میں صحابہؓ کی امداد کا وعدہ فرمایا بلکہ فرشتوں کے بھیجنے کا ذکر کیا۔

ایک لطیفہ

ہجرت سے ایک دن پہلے "دار الندوہ" میں بیٹھ کر جن چودہ سرداروں نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے قتل کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ بدر میں ان میں سے گیارہ قتل ہو گئے اور تین بعد میں مسلمان ہو گئے۔

میدانِ جنگ کا منظر

اب دونوں لشکر آمنے سامنے ہیں یہ تماشا آسمان نے کم دیکھا ہوگا جو صحابہ کرامؓ کو پیش آیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کی تلواروں کی زد میں خود ان کے جگر گوشے۔ بھائی۔ چچا۔ ماموں باپ اور قریبی رشتہ دار ہیں۔ مگر وہ اسلام کے مقابلے میں تمام رشتوں ناطوں اور قرابتوں کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

عشق کا بندہ ہونے کے بعد فلاں ابن فلاں کی حیثیت کیا ہے۔

دنیا مسلمانوں کے ایثار پر عش عش کرتی ہے، بلکہ ان کی عقیدتِ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم

کے ساتھ کس درجہ کی تھی، عتبہ لشکر قریش کا سردار اور علمبردار ہے اور اس کا بیٹا ابو حذیفہؓ مسلمان لشکر اسلام کی طرف سے لڑ رہا ہے۔ عبد الرحمٰن بن ابو بکرؓ اس وقت مسلمان نہ تھے یہ ابوجہل کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ اور ان کے والد حضرت صدیقؓ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جاں نثار کر رہے تھے۔ جناب ابو طالب کے بیٹے حضرت عقیل جو اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے۔ کفار کی طرف سے لڑ رہے تھے اور خود ان کے بھائی حضرت علیؓ اس کے سامنے سینہ سپر ہیں۔ حضرت عمرؓ خود اپنے ماموں کو تلوار مارتے ہیں۔ حضرت عباسؓ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے داماد حضرت ابو العاص اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ کفار کے لشکر میں شامل ہیں۔ جو جنگ میں گرفتار ہوئے اور اوروں کے ساتھ رہا کئے گئے۔ حضرت عباس سے پورا پورا زر فدیہ وصول کیا گیا۔ مشہور روایت ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد جب حضرت عبدؓ الرحمٰن بن ابی بکر مسلمان ہوئے۔ اپنے باپ صدیقؓ سے کہنے لگے کہ بدر کے دن آپ میری زد میں آگئے تھے مگر میں نے رعایت کی۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ اگر تم میری زد میں آجاتے تو خدا کی قسم گردن مار دیتا تم اس وقت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لڑنے آئے تھے۔ بہر حال اسلام کے فدائیوں نے وہ تماشا دکھایا جو اس آسمان کے نیچے نہ کسی نے دیکھا نہ دکھایا۔

جنگِ بدر کا آغاز کس طرح ہوا؟

جنگ کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ابو جہل نے حضرمی مقتول کے بھائی عامر کو بلا کر حکم دیا۔ اس نے عرب کے قانون کے مطابق اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ اور گرد اڑا کر واہ عمراہ واہ عمراہ کے نعرے بلند کرنے شروع کر دیئے۔ پھر کیا تھا۔ کفار کے تمام لشکر میں آگ لگ گئی۔ بہادروں نے تلواریں سونت لیں۔ نیزے بلند ہو گئے۔ تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ طرفین کے بہادر داد شجاعت دینے لگے۔ کسی مقتول کے لئے لڑنے کو عرب ثار کہتے تھے۔ اس اعلان کے ساتھ رواج کے مطابق قوم آگ بگولہ ہو جاتی ہے۔

لڑائی کا ایک نظارہ

دو بچوں کا جذبۂ عشقِ رسولؐ

اسلامی لشکر کی صفوں میں حضرت عبدؓ الرحمٰن بن عوف ایک بہادر اور مشہور صحابی تھے۔ ان کے دائیں بائیں دو ناتجربہ کار بچے معوذؓ و معاذؓ کھڑے تھے۔ حضرت عبدؓ الرحمٰن بن عوف کے دل میں خیال آیا کہ دونوں بچے ناتجربہ کار ہیں۔ کہیں کمزوری نہ دکھائیں۔ یہ خیال آتا تھا کہ دونوں لڑکوں نے ان کی چٹکی لے کر پوچھا۔ "چچا جان ابوجہل کون سا ہے؟" انہوں نے کہا ابوجہل سے کیا کرنا ہے۔ کہا ہم نے سنا ہے کہ وہ ہمارے پیغمبر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے، ہم نے قسم کھائی ہے کہ اس کو دیکھیں گے تو یا وہ رہے گا یا ہم۔ حضرت عبدؓ الرحمٰن بن عوف نے اشارے سے بتایا کہ وہ لوہے میں ڈوبا ہوا سردار ابوجہل ہے۔ یہ سننا تھا کہ دونوں نوجوان باز کی طرح جھپٹے اور ابوجہل تک پہنچ کر اس پر وار کر دیا، معلوم نہ ہوا کہ کس کے وار سے وہ زخمی ہوا۔ بہرحال ابوجہل زمین پر ڈھیر تھا۔ دونوں بچے واپس آئے۔ حضرت عبدؓ الرحمٰن بن عوف مطمئن ہو گئے کہ بچے اچھے اور قابلِ اعتبار ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ابوجہل کے بیٹے نے حضرت معاذؓ کا تعاقب کیا اور اس پر وار کر کے ان کا بازو کاٹ دیا۔ بازو کا صرف ایک تسمہ رہ گیا، جو لٹکتا تھا، حضرت معاذؓ نے بازو کو پاؤں کے نیچے رکھ کر زور سے دبایا، تسمہ علیحدہ ہو گیا اور اب وہ جہاد آسانی سے کرنے لگے۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ آپؐ نے لعاب مبارک لگایا اور وہ اچھا ہو گیا لیکن بعض دوسروں نے لکھا ہے کہ دونوں اسی جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ بہرحال انہوں نے اپنی قسم پوری کر کے اللہ کی راہ میں اپنی جان کی قربانی دے دی۔

جنگ کا دوسرا نظارہ

کفار کے لشکر سے ایک شخص مسمی اسود بن عبد الاسد جو بڑا بہادر تھا نکلا اور مسلمانوں کے کنویں کی طرف بڑھا۔ اگرچہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رحمت نے مخالفین کو بھی پانی پینے کی اجازت دے رکھی تھی لیکن اسود بن عبد الاسد نے چونکہ قسم کھائی تھی کہ مسلمانوں کے کنویں سے ضرور پانی پیوں گا یا کنواں تباہ کر دوں گا یا مر جاؤں گا۔ اس چیلنج کی وجہ سے حضرت حمزہؓ اسکے مقابلہ کے لئے نکلے وہ کنویں کی طرف بھاگا۔ حضرت حمزہؓ نے وہاں پہنچکر اس کا کام تمام کر دیا۔

جنگ کا تیسرا نظارہ

کفار کی طرف سے مسمی ابو کرش نکلا اور اکڑتے ہوئے پکارا کہ کوئی مسلمان ہے جو مجھے مار کر دوزخ میں پہنچا دے یا میرے ہاتھ سے مر کر جنت میں چلا جائے۔ حضرت زبیر بن عوام اس کے مقابلہ کے لئے نکلے وہ لوہے میں ڈوبا ہوا تھا۔ سر سے پاؤں تک لوہے میں محفوظ تھا۔ صرف آنکھ نظر آتی تھی، حضرت زبیرؓ نے اس طرح تاک کر برچھا مارا کہ اس کی آنکھ میں پیوست ہو گیا اور وہ زمین پر ڈھیر تھا، حضرت زبیرؓ نے اس پر پاؤں رکھ کر برچھا کھینچا اور نکالا۔

جنگ کا چوتھا نظارہ

اس وقت عربوں میں دستور تھا کہ عمومی جنگ شروع ہونے سے پہلے بہادر لوگ صفوں کے سامنے آکر للکارتے اور دشمن کو کہتے کہ تم میں کوئی مقابلہ کر سکتا ہے وہ آئے اس کو مبارزت کہتے تھے۔ چنانچہ لشکر قریش کی طرف سے تین مشہور بہادر

سردار عتبہ (علمبردار قریش) اس کا بھائی شیبہ اور بیٹا ولید میدان میں آئے مسلمانوں کو پکارا۔ ان کے مقابلہ کے لئے تین انصار نکلے۔ انہوں نے پوچھا تم کون لوگ ہو انہوں نے کہا ہم مدینہ کے انصار ہیں۔ قریش بولے ہم اپنی تلواروں کو تمہارے قتل سے خون آلود نہیں کرنا چاہتے۔ ہم اپنے ہم سر ہم قوم مہاجر قریش چاہتے ہیں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ سنتے ہی تینوں انصار کو واپس بلالیا اور حکم دیا۔

قُمْ یا حمزہ :- یہ آپؐ کے حقیقی چچا تھے

قُمْ یا علیؓ :- یہ آپؐ کے مشہور چچا زاد تھے

قُمْ یا عبیدہ :- یہ بھی آپؐ کے چچا زاد تھے

سبحان اللہ پیغمبرؐ نے سب سے پہلے اپنے گھر کے اعلیٰ افراد کو اللہ کی راہ میں لڑنے کے لئے آگے بڑھایا۔ حضرت حمزہؓ نے جاتے ہی شیبہ کو جہنم رسید کر دیا۔ حضرت علیؓ نے وار کر کے ولید کو ٹھکانے لگا دیا۔ مگر حضرت عبیدہ بن الحارثؓ اور عتبہ میں لڑائی ہوئی دونوں نے ایک دوسرے کو زخمی کر دیا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے جاکر عتبہ کا کام بھی تمام کر دیا اور اپنے زخمی حضرت عبیدہؓ کو اٹھا کر آپؐ کے پاس لے آئے انہوں نے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آتے ہی کہا آج ابوطالب زندہ ہوتے تو میں کہتا کہ ان کے اس شعر کا مصداق میں ہوں۔

ونسلمہ حتی نصرع حولہ　　　　ونذھل عن ابنائنا والحلائل

ترجمہ:- اور ہم ان کو اس وقت دشمن کے حوالے کریں گے جب ہماری لاشیں ان کے گرد پڑی ہوں اور ہم اپنے بچوں اور بیویوں کو بھول جائیں۔

آپؐ کا مہاجرین میں سے اپنے تینوں قریش رشتہ داروں کو بہادر سرداروں کے مقابلہ میں بھیجنا اس بات کو واضح کرتا ہے کہ پیغمبر اللہ کی راہ میں لڑنے مرنے

کو نجات و جنت کا یقینی ذریعہ سمجھتے اور اس کے لئے اپنے خاص آدمیوں کو قربان کرنے پر خوش ہوتے اور اس نعمت کے حصول کے لئے ہر قربانی کی خاطر دوسروں پر اپنوں کو مقدم سمجھتے ہیں۔ پھر صحابہؓ کا شہادت پر مسرت و اطمینان کس زبردست یقین کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے آمین۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں شہید ہوں آپؐ نے فرمایا کہ بے شک تم شہید ہو۔ انہوں نے نہایت اطمینان سے جان جانِ آفریں کے حوالے کر دی۔

جنگ کا پانچواں نظارہ

کفار اپنے سرداروں کا یوں خاتمہ ہوتے دیکھ کر آپے سے باہر ہوگئے اور انہوں نے یکدم عمومی حملہ کر دیا۔ اَب کیا تھا میدانِ جنگ میں یا نیزے سینوں کو پرو رہے تھے یا تیروں کی بارش تھی یا تلواروں کی جھنکار، کفار کی یلغار اہلِ اسلام کے پایۂ ثبات میں لغزش پیدا نہ کر سکی اور چودہ مسلمان شہید ہو کر بھی صفیں بدستور قائم اور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرتی رہیں۔ مسلمان لڑتے رہے اور تھوڑا تھوڑا (حکم کے تحت) آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ دشمن تھک کر چور چور ہو گیا۔ جب وہ مسلمانوں کی زد میں آیا آپؐ نے حملہ کرنے اور تیروں سے بارش کر دینے کا حکم دیا۔ گھمسان کا رن پڑا مگر کفار کے قدم جم نہ سکے۔ آپؐ نے فوج کو دشمن کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ دشمن میں پراگندہ ہو کر بھاگ مچ گئی تھی۔ چنانچہ ستر چوٹی کے افراد قتل ہوئے اور ستر سرداران قریش وغیرہ گرفتار کر لئے گئے۔ مالِ غنیمت بھی جمع کیا گیا۔ اور اس طرح جنگ کا خاتمہ ہوا۔

جنگ کا چھٹا نظارہ

مسلم شریف میں روایت ہے کہ ایک صحابیؓ نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے واقعہ بیان فرمایا کہ بدر کے دن میں ایک کافر کا تعاقب کر رہا تھا کہ اچانک ایک کوڑا مارنے کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی یہ آواز کہ اقدم حیزدم حیزوم فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ کافر آگے پڑا تھا اس کا منہ اور ناک پھٹا ہوا تھا اور وہ مرا ہوا تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ فرشتہ تیسرے آسمان کا تھا جو امدادی فرشتوں کے ساتھ آیا تھا۔

امام بیہقی رحمۃ امام ابونعیم اور امام ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ مشرکین مدینہ کے دو آدمی بدر کے پہاڑیوں میں سے ایک مقام پر یا پہلے سے موجود تھے یا جنگ کا تماشا دیکھنے آئے تھے۔ اُن میں سے ایک بیان کرتا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا بادل ہمارے سروں پر سے گزرا۔ اس میں سے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز آئی وہ ایسی وحشتناک تھی کہ میرا دوست یعنی چچا زاد بھائی وہ سن کر موقعہ پر ہی ہلاک ہو گیا۔ یہ بادل میدانِ جنگ کی طرف جا رہا تھا اور اس میں سے آواز آئی (اقدم حیزدم) حیزوم آگے بڑھو۔ حیزوم فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس دو آدمی لڑ رہے تھے جن کو نہ پہلے دیکھا گیا تھا نہ بعد میں یعنی جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام۔

جنگ کا ساتواں نظارہ

گھمسان کی جنگ جاری تھی کہ ایک صحابی مجذرؓ کی زد میں ابو البختری نام مشہور

قریشی آگیا۔ صحابی نے کہا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تمہارے بارہ میں ہم رعایت کریں۔ اس نے ساتھی کی طرف اشارہ کیا کہ اس کو بھی کچھ نہ کہا جائے گا۔ صحابی نے فرمایا۔ ایسا نہیں ہو سکتا صرف تمہاری رعایت کی جا سکتی ہے۔ اس نے جواب میں شعر پڑھا

لن یسلم ابن حرۃ زمیلہ   حتیٰ یموت او یری سبیلہ

ترجمہ:۔ شریف زادہ اپنے رفیق کو نہیں چھوڑ سکتا، یہاں تک کہ مر جائے یا اپنا راستہ دیکھ لے۔

اس نے حضرت مجذر پر حملہ کر دیا اور خود بھی مارا گیا اور اس کا ساتھی بھی۔

جنگ کا آٹھواں نظارہ

جنگِ بدر میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بڑا دشمن امیّہ بن خلف بھی شریک تھا۔ اس نے حضرت بلالؓ پر بڑے مظالم کئے تھے۔ اس امیّہ سے کسی زمانہ میں حضرت عبدؓ الرحمٰن بن عوف نے معاہدہ کیا تھا کہ امیہ مدینہ میں آئے گا تو وہ اس کی جان کا ضامن ہو گا۔ اس دشمنِ خدا سے انتقام لینے کا خوب موقعہ تھا مگر اسلام میں عہد کی پابندی لازمی ہے اس لئے عبدؓ الرحمٰن بن عوف اس کو بچانے کے لئے اس کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ اتفاقاً امیہ پر حضرت بلالؓ کی نگاہ پڑ گئی۔ انہوں نے کہا (لا نجوت ان نجا) کہ یہ بچ نکلے تو میرا جینا بے کار ہے اور ساتھ ہی انصار کو خبر کر دی۔ دفعتاً لوگ امیّہ پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے امیّہ کے بیٹے کو آگے کر دیا۔ لوگوں نے اس کو بھی قتل کر دیا۔ پھر امیّہ کی طرف بڑھے۔ حضرت عبدؓ الرحمٰن نے اس کو لٹا دیا خود اس پر چھا گئے تا کہ لوگ مار نے نہ پائیں۔ صحابہؓ نے ان کی ٹانگوں

کے اندر سے ہاتھ ڈال کر اسکو قتل کر دیا۔ اس طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی زخمی ہوئے اور مدتوں یہ نشان باقی رہا (بخاری شریف کتاب الوکالہ)

فتح کی خوشخبری اور مالِ غنیمت کی تقسیم

آپؐ نے فتح کی خوشخبری سنانے کے لئے عبداللہ ابن رواحہؓ کو مدینہ منورہ روانہ کیا جہاں حضرت رقیہ (بنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یعنی حضرت عثمانؓ کی زوجہ مبارکہ کے تجہیز و تدفین سے اس وقت مسلمان فارغ ہوئے تھے۔ آپؐ نے مالِ غنیمت میں ہر پیدل غازی کو ایک حصہ اور سوار کو دو حصے دئے۔ مدینہ منورہ میں بعض حضرات جو جہاد میں ترغیبی کام کرتے یا حصہ لے رہے تھے ان کو بھی حصہ دیا۔

بدر میں قیام اور شہداء کی تدفین

آپؐ نے فتح کے بعد بدر میں تین دن قیام فرمایا۔ وہاں مسلمان شہداء کو دفن فرمایا اور مشرک مقتولین کو بھی ایک گڑھے میں دفن کرایا۔ سوائے ایک آدمی کے کہ اس کی لاش اتنی خراب ہو چکی تھی کہ دوسری جگہ منتقل نہیں کی جا سکتی تھی اس پر وہیں خاک ڈال کر دفن کر دیا۔ اسی طرح آپؐ نے مشرکین کے زخمیوں کا بھی علاج فرمایا۔

ابوجہل کا انجام

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی جا کر ابوجہل کا پتہ کرے اس کا کیا ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے۔ لاشوں میں اس کو دیکھا۔ ابھی زندگی کی رمق باقی تھی۔ پوچھا کیا حال ہے کہنے لگا کیا ہوا ایک سردار کو اس کی قوم نے لڑائی میں مار ڈالا۔ پوچھنے لگا لڑائی کا کیا انجام ہوا۔ صحابیؓ نے

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو فتح عطا فرمائی۔ پھر اس کا سر تن سے جدا کرنے لگے تو بولا۔ دیکھنا گردن ذرا نیچے سے کاٹنا۔ سردار کا سر ہے اونچا دکھنا چاہیئے (اللہ اکبر) اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی بلند شان ظاہر کرنے کے لئے کیسے کیسے فرعون مخالف پیدا فرمائے تھے بلکہ فرعون نے تو ڈوبتے ہوئے توبہ کا اعلان کیا جو اس وقت منظور نہ ہوئی مگر اس فرعون نے مرتے وقت بھی اپنی مکمل فرعونیت کا مظاہرہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کا سر کاٹ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے پاس لے آئے

قیدیوں سے سلوک

آپؐ نے ستر قیدیوں کو صحابہ کرامؓ میں تقسیم کر دیا اور اچھے سلوک کا حکم دیا۔ صحابہؓ نے اتنا اچھا سلوک کیا کہ خود کھجور اور دودھ پر گزارہ کر لیتے مگر ان کو روٹی کھلاتے۔

قیدیوں کی رہائی

آپؐ نے صحابہؓ سے قیدیوں کے بارہ میں مشورہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ ہر قیدی کو اس کا رشتہ دار قتل کر دے۔ حضرت صدیقؓ وغیرہ نے مشورہ دیا کہ ان سے فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے۔ چنانچہ آپؐ نے اسی پر عمل فرمایا مگر اللہ تعالیٰ نے پہلی رائے پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اللہ تعالیٰ کے حکم آنے کے بعد بہت پچھتائے اور روئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگر پہلے سے میرا فیصلہ نہ ہو گیا ہوتا تو تم کو مال لینے پر سخت مواخذہ کیا جاتا۔

بہر حال مکہ معظمہ کے لوگ دو دو ہزار چار چار ہزار درہم یا کم و بیش بھیج بھیج کر اپنے قیدی رہا کراتے رہے۔ حضرت عباسؓ مالدار تھے ان سے زیادہ وصول کیا گیا۔ حضرت

ابو العاص جو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ ان کی بیوی حضرت زینبؓ نے اپنا قیمتی ہار خاوند کی رہائی کے لئے بھیج دیا۔ آپؐ نے دیکھا تو آبدیدہ ہو گئے۔ آپؐ کو پرانا زمانہ یاد آ گیا۔ یہ ہار حضرت خدیجہؓ نے اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا تھا۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا چاہو تو ماں کی نشانی بیٹی کو واپس کر دو۔ سب صحابہ نے فوراً برضا و رغبت اس کو واپس کر دیا اور حضرت ابو العاص کو صرف اس شرط پہ رہا کر دیا کہ آئندہ مسلمانوں سے لڑنے نہ آئیں۔ دوسرے حضور کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو مدینہ منورہ بھیج دیں۔ حضرت ابو العاصؓ نے دونوں باتیں قبول کر لیں پھر پوری بھی کر دیں اور بالآخر خود بھی مسلمان ہو گئے۔

تعلیم کی حوصلہ افزائی

آپؐ نے ان قیدیوں سے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے یہ کام لیا کہ ان کے ذمہ مسلمانوں کے دس دس بچے لگا دیئے کہ ان کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔ انہوں نے سکھایا اور آپؐ نے ان کو رہا کر دیا۔ یہ تعلیم حاصل کرنے والے آئندہ وحی لکھنے اور دوسرے تمام کاموں کی بنیاد بنے۔

شانِ رحمت

بعض قیدی جو فدیہ ادا نہ کر سکتے تھے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو مفت ہی رہا کر دیا۔ آپؐ اور آپ کے صحابہؓ کے بہترین طرز عمل اور انسانی شفقت و ہمدردی ایسی نہ تھی جو اثر کے بغیر رہ جائے چنانچہ اس کا گہرا اثر ہوا اور بہت سے آدمی مشرف باسلام ہو گئے۔

مکہ معظمہ میں کیا اثر ہوا

قریش کی شکست و تباہی اور قید و بند کی خبر مکہ معظمہ پہنچی تو وہاں کہرام مچ گیا۔ گھر

گھر میں ماتم برپا ہو گیا۔ جناب عاتکہ کے خواب کی تعبیر سامنے آ گئی۔ اس ذلت و رسوائی سے بچنے بچانے کے لئے قریش نے فیصلہ کیا کہ ماتم قطعاً نہ کیا جائے۔ بلکہ بدلہ لینے کے لئے تیاری کی جائے۔ حضرت ابو سفیانؓ کے مالِ تجارت کا سارا منافع جنگ کے لئے وقف ہو گیا۔ ابھی سے انتقام کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ ابو سفیانؓ نے قسم کھائی کہ جب تک بدلہ نہ لوں گا غسل نہ کروں گا۔ مشہور بہادر سردار عمرو بن ودنے بھی قسم کھائی کہ جب تک بدلہ نہ لوں گا سر میں خوشبو نہ لگاؤں گا۔

عمیر بن وہب عمیر قریش میں اسلام کا سخت دشمن تھا وہ ایک دن صفوان ابن امیہ کے ساتھ مسجد حرام میں اکٹھے بیٹھا تھا۔ دونوں بدر کے مقتولین پر رو رہے تھے۔ صفوان نے کہا بخدا اب جینے کا کوئی مزا نہیں ہے۔ عمیر نے کہا اگر مجھ پر قرضہ نہ ہوتا اور بچوں کا خیال نہ ہوتا تو میں جا کر (حضرت) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کر آتا۔ میرا بیٹا بھی وہاں قید ہے۔ صفوان نے قرضے اور بچوں کا ذمہ لے لیا۔

عمیر اپنی تلوار زہر میں بجھا کر چل دیا۔ جب مدینہ میں داخل ہوا، حضرت عمرؓ اس کے تیور دیکھ کر پکڑ کر آپؐ کے سامنے لے آئے۔ آپؐ نے فرمایا عمر چھوڑ دو اور ساتھ ہی فرمایا عمیر قریب آؤ۔ بتاؤ کس نیت سے آئے ہو۔ بولا، کہ بیٹے کو چھڑانے آیا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تلوار کیوں حمائل ہے۔ کہنے لگا بدر کے دن تلواریں کس کام آئیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم نے اور صفوان نے قتل کی سازش نہیں کی؟ عمیر یہ بات سُن کر حیران ہو گیا کہنے لگا۔ محمدؐ! واقعی تم خدا کے پیغمبر ہو۔ میرے اور صفوان کے سوا اس معاملہ کی کسی کو خبر نہ تھی۔ قریش منتظر تھے کہ آپؐ کے قتل کی خبر سُنیں گے۔ انہوں نے عمیر کے مسلمان ہونے کی خبر سُنی، عمیر نے مکہ معظمہ آ کر بہت سے آدمیوں کو مسلمان کیا۔

مدینہ منورہ میں اس کا اثر

مدینہ منورہ اور علاقے میں بلکہ عرب بھر میں اسلام کی دھاک بیٹھ گئی۔ لوگ مرعوب

ہونے لگے۔ مدینہ کے بہت سے مشرک اب مسلمان ہو گئے اور بہتوں نے مسلمانوں سے معاہدات کر لئے۔ مگر بعض قبائل پر یہ بُرا اثر پڑا کہ قریش کی تجارت بند ہو گئی تو ان کی آمد و رفت سے جو فوائد ہم کو حاصل ہوتے تھے ان سے ہم محروم ہو جائیں گے۔ اسی طرح یہودیوں نے بھی اس کا اُلٹا اثر لیا۔

یہودیوں کی آبادی

مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس یہودیوں کے تین قبیلے آباد تھے۔ بنی قینقاع یہ گویا مدینہ منورہ کا ایک محلہ تھا بہت ہی قریب تھے ان کا بازار بھی تھا۔ یہ زیادہ تر زرگری اور صرافی کا کام کرتے تھے۔

دوسرا قبیلہ بنو نضیر تھے یہ ذرا فاصلے پر تھے مگر یہود مدینہ ہی کہلاتے تھے تیسرے بنو قریظہ تھے یہ بھی قریب ہی تھے مگر تھوڑا فاصلہ تھا۔ ان تینوں قبائل یہود کے مضبوط قلعے تھے اور سب زردار اور متمول تھے ـــــ جنگ سے بھی واقف تھے۔ پہلے تو یہ عرب قبائل سے کہتے کہ عنقریب پیغمبر آخر الزماں ظاہر ہونے والا ہے۔ جب وہ آئیں گے ہم ان کے ساتھ مل کر تم مشرکوں پر فتح پا کر غالب آئیں گے۔ مگر جب آپؐ تشریف لے آئے اور اسلام کی ترقی شروع ہوئی یہ حسد کی آگ میں جلنے لگے۔ اور سوائے چند آدمیوں کے سارے مخالف ہو گئے۔ جب ان کو بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خبر پہنچی۔ تو یہ جل بھن گئے کہنے لگے کہ قریش جنگ کرنی نہ جانتے تھے۔ مسلمانوں کو کبھی ہم سے پالا پڑا تو ان کو قدر عافیت معلوم ہو جائے گی۔ اس طرح یہ مہاجرین و انصار کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کی بھی کوشش کرتے رہتے۔ اب یہ مسلمانوں کے خلاف مستقل جاسوس (ففتھ کالم) کا کام کر رہے تھے۔

یہود بنی قینقاع کی جلاوطنی

اتنے میں ایک افسوس ناک واقعہ پیش آیا۔ ایک مسلمان عورت بنی قینقاع کے بازار میں

گئی۔ اس کو کسی یہودی نے چھیڑا اس کے احتجاج پر مسلمان اکٹھے ہوگئے اور یہودی کو مار ڈالا یہودیوں نے جمع ہوکر اس مسلمان کو قتل کردیا۔ یہ تمام خبریں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچیں۔ آپ نے یہودیوں کو بہت سمجھایا کہ خدا سے ڈرو ایسا نہ ہو کہ کفارِ بدر کی طرح تم پر بھی عذاب آجائے مگر وہ زیادہ ہی اکڑتے گئے آخرکار آپ نے اہلِ مدینہ کو ساتھ لے کر بنی قینقاع کا محاصرہ کرلیا جو پندرہ دن جاری رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور جان ومال اور اہل وعیال کو بغیر شرط کے مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

یہ غداری اور لڑائی کے جرم میں قتل کئے جاسکتے یا ملکی دستور کے تحت غلام بنائے جاسکتے تھے۔ ان کے مال ضبط کئے جاسکتے تھے۔ مگر مدینہ منورہ کا مشہور منافق عبداللہ بن ابی آڑے آیا جو بظاہر مسلمان ہوگیا تھا۔ یہ قبیلہ خزرج کا سردار تھا اور خزرج کا بنی قینقاع کے ساتھ اسلام سے پہلے معاہدہ تھا۔ یعنی ایک دوسرے کے حلیف تھے۔ ہر چند سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رائے یہود کے بارہ میں سخت تھی مگر عبداللہ بن ابی نے سخت اصرار کیا اور آپ سے ان کی جان بخشی کی درخواست کی۔ آخر میں آپ نے اس شرط پر ان کو رہا کر دیا کہ جو سامان سوائے ہتھیاروں کے اپنے ساتھ لے جاسکیں لے کر یہاں سے نکل جائیں چنانچہ وہ اونٹوں پر سامان لاد کر شام کے علاقہ اذرعات میں جا آباد ہوئے مگر خدا تعالیٰ کی شان تھی کہ کہیں بھی وہ جم کر نہ رہ سکے آخر اِدھر اُدھر ہوکر پراگندہ اور ہلاک ہوگئے۔ اور ان کو نقضِ عہد اور اسلام دشمنی کی سزا مل گئی۔ یہود کی یہی بڑی قوت تھی جو مدینہ سے نکل گئی اور اس سازشی گروہ (ففتھ کالم) سے مدینہ محفوظ ہوگیا۔ باقی یہود مدینہ سے اتنے قریب نہ تھے۔

جنگِ بدر پر تبصرہ

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فوجی قیادت کا مظاہرہ

غیبی امداد

اس جنگ میں آپ نے دیکھ لیا کہ خدائی امداد۔ غیبی نصرت .. فرشتوں کی شرکت۔ اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی دعاؤں کا خاص اثر اور دخل تھا۔ اور اس کا اندازہ آپ حضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم) کی ان پیشگوئیوں سے کر سکتے ہیں جو مشرکین کے گر پڑنے اور ہلاک ہونے کے مقامات کے بارہ میں فرمائی تھیں بلکہ زمین میں ایک ایک کے مصرع (جائے ہلاکت) کی نشاندہی فرمائی تھی۔ اور عریش سے نکلنے کے وقت خوشخبری حضرت جبرئیلؑ کے بارے میں بھی سنائی تھی۔ پھر یہ آیت کریمہ زبان زد تھی۔

سیہزم الجمع ویولون الدبر

ترجمہ :۔ عنقریب وہ گروہ شکست کھا جائے گا اور پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے۔

یہ باتیں دلیل ہیں کہ جنگ بدر کی فتح اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد سے ہوئی اور تمام لڑائیوں میں بھی ہوتا ہے مگر کہیں سامان و اسباب کا دخل نمایاں نظر آتا ہے کہیں غیبی امداد کا اثر۔

سرورِ عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی قیادت اور اصول پر عمل

مگر ہر صورت میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے بحیثیت قائدِ لشکرِ اسلام جو کردار ادا فرمایا وہ تاریخی تھا اور رہتی دنیا تک رہنمائی کے لئے کافی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس لئے آپؐ کو چنا اور تمام طرح کی استعداد فرمائی اور پھر ہر موقعہ پہ حکمت و مصلحت کے تحت رہنمائی اور امداد فرمائی۔ یہ کامل استعداد جامع قابلیت اور بروقت خدائی امداد

ہدایت اور رہنمائی دلیل ہیں کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ چنانچہ اس جنگِ بدر میں آپؐ سے بڑھ کر اس وقت کوئی بھی فوجی کمانڈر کوئی کردار ادا نہیں کر سکتا تھا۔

(چنانچہ اس جنگ میں)

(۱) آپؐ نے دشمن کی اطلاعات اور خبریں حاصل کرنے کی سعی فرمائی۔

(۲) پانی پر پہلے قبضہ فرمایا۔

(۳) ماتحتوں کے مشوروں پر غور کرنے کا نمونہ قائم فرمایا اگرچہ ماتحتوں کے دل و دماغ کا جلاء و صفائی بھی آپؐ ہی کی برکت تھی۔

(۴) فوج کو احکام دینے اور تمام حالاتِ جنگ کے معائنہ کے لئے اونچی جگہ تجویز فرمائی۔

(۵) فن مباغتہ (اچانک نئی صورتِ حال دشمن کے سامنے پیش کر دینے) کا مظاہرہ فرمایا اور اسلوبِ جنگ میں جدت پیدا فرما کر صف بندی فرمائی۔ جب کہ عرب میں عام رواج کر و فر کا تھا۔

(۶) فوج کے حوصلے بڑھائے ان کو فتح کا یقین دلایا۔

(۷) فوج کو بہترین مقصد اور مضبوط و صحیح عقیدے کی خاطر لڑنے مرنے پر آمادہ کر رکھا۔ چنانچہ مسلمان موت کو اس زندگی سے ہزاروں درجے زیادہ بہتر زندگی تصوّر کر کے شوق سے لڑے۔

(۸) بے ضرورت اسلحہ جنگ (تیروں) کو ضائع کرنے سے بچایا اور حکم دیا کہ جب دشمن نزدیک آئے تب تیروں کی بارش کر دیں۔

(۹) اپنے رشتہ داروں کو مبارزت (جنگ طلبی) کے وقت سب سے پہلے پیش فرمایا۔

(۱۰) خود کبھی کبھار جنگ میں حصہ لیتے اور آ آ کر شریک ہوتے رہے جس سے شرکاءِ جنگ کے حوصلے اور بلند ہو جاتے تھے۔

(۱۱) ڈسپلن (ضبط) قائم رکھا کہ حکم کے بغیر جنگ اور حملہ شروع نہ کیا جائے۔

(۱۲) اپنی صفوف میں رخنہ نہ پڑنے دیا۔

(۱۳) درست وقت پر بہادروں کو عام حملہ کی اجازت دی۔ یعنی جب دشمن کا زور گھٹ گیا وہ اپنے سرداروں اور بہادروں سے محروم ہو گیا۔ مسلمانوں نے یکدم تیز حملہ کرکے پیش قدمی شروع کر دی۔

(۱۴) جب دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ان کے تعاقب میں کوئی کمی نہیں ہونے دی۔ اور بہترین طریق سے ان کو گرفتار کیا۔

(۱۵) مقتولین دشمن کی صورتیں نہیں بگاڑیں بلکہ ان کو ایک بڑے گڑھے میں دفن کرنے کا انتظام فرمایا۔

(۱۶) آپ نے شہیدوں کے لئے دعائے مغفرت کی اور ان کو عزت سے دفنایا۔

(۱۷) اسیرانِ جنگ سے حسنِ سلوک کا نمونہ قائم فرمایا۔ جن میں سے بہت سے بعد میں مسلمان ہو گئے۔

(۱۸) اسیرانِ جنگ سے جو فائدہ حاصل ہو سکتا تھا حاصل فرمایا۔ کسی سے فدیہ لیا کسی سے تعلیمی خدمت لی کسی کو یونہی آئندہ جنگ نہ لڑنے کے وعدے پر رہا کر دیا۔

(۱۹) قریش کے تجارتی قافلہ نکل جانے کے باوجود دشمن کی اطلاع پاکر بہت ہی معمولی طاقت اور دشمن سے تقریباً تہائی افراد ساتھ ہونے اور بہت ہی کم اسلحہ رکھنے کے باوجود جنگ کے لئے اس طرح ڈٹ گئے کہ دنیا کا کوئی بہادر سے بہادر جرنیل اس کا نمونہ پیش نہیں کر سکتا، بلکہ یہ پیغمبرانہ معجزہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے دو میں سے ایک کا وعدہ کر دیا ہے۔ تجارتی قافلہ یا مشرکین، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دونوں فریق کا سامنا کرا دیا تاکہ تیرہ چودہ سال کے مظالم کی کسر نکل جائے اور باطل کی کمر توڑ دی جائے۔ دراصل یہ فتح ان مظلوموں کی استقامت اور فریادوں کا نتیجہ تھی جو مکہ معظمہ میں آگ کی بھٹی میں جل جل کر تمام طرح ظاہری و باطنی میل کچیل سے صاف

ہو کر اس قابل ہو چکے تھے کہ فرشتے ان کے ہمراہ لڑیں (اللہ اکبر کبیرا)

(۲۰) آپؐ نے اس فتح سے جو جو فوائد حاصل ہو سکتے تھے حاصل کئے۔ اسلام کی حقانیت کا چرچا ہوا۔ علاقہ بھر میں دوست و دشمن کی تمیز ہو گئی۔ بعض کا بغض اور عداوت کھل کر سامنے آ گئی اور آپؐ نے ان سے نمٹا لیا۔ اور آئندہ کے لئے مدینہ منورہ کو محفوظ قلعہ بنا لیا۔

(۲۱) جنگ سے پہلے آپؐ نے مکہ معظمہ تک صحابہؓ کو مختلف ٹولیوں میں معاہدات و اطلاعات یا اقتصادی ناکہ بندیوں کے لئے بھیج کر فوجی ٹریننگ کرالی۔ ایسی ٹریننگ جو ٹریننگ بھی تھی اور خاص خاص مقاصد کا حصول بھی تھا۔

(۲۲) آپؐ نے جنگ سے پہلے انصار و مہاجرین کا امتحان بھی لیا ان کے ارادے اور حوصلے بھی معلوم کئے۔ دعائیں بھی دیں، حوصلے بھی بلند فرمائے۔

بہر حال اس وقت کے لحاظ سے آپؐ نے وہ تمام امور اختیار کئے جو بڑے سے بڑا ماہر جنگ اختیار نہیں کر سکتا۔ آپؐ نے اس سے یہ تعلیم دی کہ کچھ بھی ہو اور چاہے اللہ تعالیٰ کا قطعی وعدہ بھی ہو لیکن عبدیت اور بندگی کے تقاضوں کو بروئے کار لا کر تمام طرح کے اسباب و تدابیر اختیار کرنے میں کمی نہ کی جائے۔

عبدیّت کا کمال

باوجود اس کے کہ آپؐ کو قرآن پاک نے فتح کی خوشخبری دی تھی۔ خود آپؐ نے اکابر قریش کی موت کی جگہیں ہاتھ سے بتا دی تھیں۔ فرشتوں کی امداد آپ کو معلوم تھی۔ دین کے غالب کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا تھا مگر آپؐ نے ہر موقعہ پر مکمل عبدیت اور بندگی کا مظاہرہ کیا۔ تمام اسباب و تدابیر اختیار فرمائیں جو کسی لائق قائد کو اختیار کرنا چاہیئے اور عجز و انکسار نیز مشورے اور مساوات کا وہ مظاہرہ کیا جس کی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی۔ یہ آپؐ کے مقامِ عبدیت

کے کمال اور نمونۂ عمل ہونے کی دلیل تھی تاکہ رہتی دنیا تک آپؐ کا اسوۂ حسنہ تمام شعبہ جات زندگی میں رہنما ہو سکے۔

جنگِ بدر کے بعد

جنگ بدر کے بعد مسلمانوں کا عام رعب بیٹھ گیا۔ مگر اردگرد کے بعض قبائل نے سرکشی کی۔ آپؐ نے ان کی سرکوبی فرمائی۔ مگر خاص شہر مدینہ منورہ میں مخالف اسلام دو فریق تھے۔ مشرکین اور یہود۔ مشرکین تو اکثر انصار کے رشتہ دار تھے۔ ان سے ان کے تعلقات قائم تھے۔ اس لئے انہوں نے مخالفت نہ کی بلکہ اسلام کا غلبہ دیکھ کر آہستہ آہستہ مسلمان ہو گئے۔ باقی یہود کے تین قبائل تھے۔ یہود بنی قریظہ یہ مدینہ سے تھوڑے فاصلہ پر تھے۔ دوسرے یہود بنی نضیر یہ بھی خاصے دُور تھے۔ مگر ان کے مضبوط قلعے تھے اور بڑی قوم تھے۔ تیسرے بنو قینقاع۔

غزوۂ بنی قینقاع

یہ تقریباً مدینہ کے اندر ہی رہتے تھے۔ یہ مار آستین تھے۔ جب بدر میں سردارانِ قریش قتل ہوئے یہ بڑے بجز بز ہوئے۔ آپؐ نے ان کو کہلا بھیجا کہ جو جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہے اس پہ قائم رہیں لیکن انہوں نے جواب دیا۔ تم کو قریش کے ہارنے سے دھوکہ نہ ہو۔ وہ جنگ نہ جانتے تھے ہم سے پالا پڑے تو پتہ لگ جائے گا کہ ہم بھی مرد ہیں۔ یہ کھلا ہوا چیلنج تھا۔ ادھر ایک واقعہ ہو گیا۔ ایک مسلمان عورت بنی قینقاع کے بازار میں ایک زیور بیچنے لگی۔ یہودی سنار نے اس عورت کو چھیڑا جس پہ اس نے احتجاج کیا۔ اس پہ مسلمانوں نے اس یہودی کو قتل کر ڈالا۔ یہودیوں نے اس مسلمان کو قتل کر ڈالا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانانِ مدینہ کو ساتھ لے کر بنو قینقاع کا محاصرہ کر لیا۔ پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد یہودیوں نے تنگ ہو کر درخواست کر دی کہ ہماری جان و مال، بچوں، عورتوں وغیرہ کے بارہ میں جو

نوٹ :- جنگِ بدر کے بعد غزوہ بنی قینقاع کا ذکر تکرار نہ سمجھا جائے ربط کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا۔ ۱۲

فیصلہ حضور فرمائیں ہم کو منظور ہے۔ اس پر محاصرہ ختم کر دیا گیا۔ اب یہودیوں کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ ایسا فیصلہ جو ایسے غداروں کے مناسب حال ہوتا ہے جو کفار کو بھڑکا کر سارے مسلمانوں کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے اور خود مدینہ میں بیٹھ کر ففتھ کالم (جاسوسی) کا کام انجام دیتے اور تمام حالات سے قریش کو واقف کراتے تھے۔ فیصلے سے پہلے مدینہ کا مشہور منافق عبداللہ بن ابی آ حاضر ہوا اور حضور سے درخواست کی کہ یہ یہودی میرے دوست ہیں سات سو لڑاکے جو ان ہیں تمام دنیا سے میری حفاظت کرتے ہیں۔ آپؐ کل صبح ان سب کا خاتمہ کر دیں گے۔ ان کو معاف کر دیں۔ آپؐ نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اس نے آپؐ کی ذرہ پکڑی اور اصرار کرتا رہا کہ جب تک آپؐ نہ مانیں گے مَیں نہ چھوڑوں گا۔ آخر کار آپؐ نے فرما دیا، جاؤ ان کی جانیں تمہاری خاطر بخش دیں مگر یہ مدینہ میں نہ رہیں چنانچہ وہ سب یہودی یہاں سے نکل کر شام کے پاس آباد ہو گئے۔ آخر کار وہاں بھی اجڑ کر تباہ و برباد ہوئے اور اس طرح اس (ففتھ کالم) جاسوسی گروہ اور مار آستین سے مسلمانوں کو نجات ملی۔

غزوہ بنی سلیم

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو اطلاع ملی کہ قبیلہ غطفان اور بنی سلیم کی جماعت نے مسلمانوں پر حملہ کا منصوبہ کیا ہے۔ آپؐ دو سو آدمیوں کو ساتھ لے کر قرقرۃ الکدر (ایک مقام ہے) تک تشریف لے گئے تاکہ ان کا راستہ روک لیں مگر وہ اونٹ وغیرہ چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ آپؐ نے مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کیا اور تین دن وہاں قیام کر کے واپس تشریف لائے۔

غزوۃ السّویق

جنگ بدر کے بعد ابو سفیان نے نذر مانی تھی میں جنابت کا غسل نہ کروں گا جب تک بدلہ

نہ لے لوں۔ چنانچہ وہ ہجرت کے دوسرے سال ماہ ذی الحجہ میں دو سو سوار لے کر مدینہ کے اطراف میں رات کے اندھیرے میں بنی نضیر یہودیوں کے پاس ٹھہرا حالات معلومات کئے۔ پھر مدینہ کے قریب عُریض نامی جگہ پر حملہ کر کے وہاں دو گھر اور کھجوریں جلا دیں۔ ایک انصاری اور ایک ان کے ساتھی اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے دونوں کو قتل کر کے بھاگ گیا۔ آپؐ نے صحابہؓ کو ساتھ لے کر اس کا تعاقب کیا مگر وہ دُور بھاگ چکا تھا اور کھانے پینے کا بھاری سامان بھی پھینک گیا تھا۔ جن میں زیادہ تر ستو کی بوریاں تھیں چنانچہ اس غزوہ کا نام ہی غزوۃ السویق پڑ گیا۔ (سویق ستو کو کہتے ہیں)

غزوۂ ذوامر

ذی امر ایک جگہ ہے نجد کے علاقہ میں۔ آپؐ کو اطلاع ملی کہ وہاں پر بنی ثعلبہ اور محارب قبائل جمع ہوئے ہیں تاکہ مدینہ کے اردگرد حملہ کریں۔ آپؐ چار سو پچاس آدمی لے کر وہاں گئے مگر وہ بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے۔ آپؐ وہاں ان کے علاقہ میں ایک ماہ تک قیام کر کے پھر واپس ہوئے۔

غزوہ بحران

آپؐ کو خبر ملی کہ قبیلہ بنی سلیم میں کا بڑا حصہ جنگ کی تیاری کر رہا ہے۔ آپؐ راز داری سے تین سو آدمی لے کر مقام بحران کے پاس پہنچے معلوم ہوا کہ وہ مسلمانوں کا سُن کر منتشر ہو گئے ہیں۔ آپؐ وہاں تقریباً دو ماہ قیام کر کے واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

زید بن حارثہ

قریش مکہ کی زندگی کا دارومدار تجارت پر تھا اور مسلمانوں نے شام کا راستہ بند

کر دیا۔ ایک دن صفوان بن امیہ نے قریش سے کہا کہ ساحلِ بحر پر مسلمانوں کا قبضہ ہے اور دوسرے لوگوں سے انہوں نے معاہدات کر رکھے ہیں۔ اب ہم کدھر جائیں۔ بیٹھ کر کھائیں سارا ذخیرہ ختم ہو جائے گا۔ اسود بن عبد المطلب نے کہا شام کا راستہ چھوڑ کر عراق سے تجارت کرو۔ پھر اس کو راستہ بتانے والا فرات بن حیان بھی بتا دیا کہ اس کو ساتھ لے جاؤ صفوان تقریباً لاکھ دراہم کا سامان تیار کر کے قافلہ لے کر چل پڑا یہ سارا قصہ مدینہ منورہ کا ایک باشندہ نعیم بن مسعود سن رہا تھا اس نے مکہ معظمہ سے مدینہ آ کر راز فاش کر دیا۔ آپؐ نے فوراً زید بن حارثہ کو سَو سوار دے کر روانہ کر دیا۔ انہوں نے اس قافلہ کو قردہ کے مقام پر جا لیا۔ مشرک بھاگ نکلے اور مسلمانوں نے قافلہ کی دولت پر قبضہ کر لیا بلکہ راہنما فرات بن حیان کو گرفتار بھی کر لیا جو مدینہ پہنچ کر مسلمان ہو گیا۔ اس طرح قریش پر شام کے بعد عراق کی تجارت کا راستہ بھی بند ہو گیا۔

مقاصد

جنگ بدر کے بعد ان مہمات سے آپؐ کا مقصد اہلِ علاقہ کو اس بات سے روکنا تھا کہ وہ مسلمانوں کو چھیڑیں یا حملہ کریں۔ دوسرا مقصد شام و عراق کے راستوں پر قبضہ تھا۔ تاکہ قریش کی اقتصادی ناکہ بندی مکمل ہو سکے۔ اس اقتصادی ناکہ بندی اور دیگر انسدادی تدابیر کو آج کل سرد جنگ کہتے ہیں۔ جو آپؐ نے چودہ سو سال پہلے اختیار فرمائی۔ آپؐ کا مقصد صرف مال غنیمت نہ تھا ورنہ لوٹ گھسوٹ کرنے والے اموال لوٹ کر واپس لوٹ جاتے ہیں تاکہ کوئی حملہ کر کے ہم سے مال واپس نہ لے سکے۔ مگر مسلمان ایک ماہ دو ماہ تک وہاں قیام فرماتے اور کہیں تین دن تک رہے۔ ان مہمات کے پیشِ نظر یہ بات تھی کہ مادی اور اخلاقی اثرات ڈالیں تاکہ قریش مسلمانوں کے بارہ میں اپنے رویّہ پر نظرِ ثانی کریں اور ان کی دعوت و اشاعت آزادانہ ہو سکے۔

فوج کا وہ جرنیل کیسے لائق کہلا سکتا ہے کہ جو اچھی طرح سمجھے کہ غیور وجسور قوم قریش دبنے والی نہیں ان کو اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا ہے پھر وہ پیش بندی کر کے دشمن کو زچ کرنے اور اپنے لیئے آسانیاں پیدا کرنے کی تدابیر نہ کرے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی یہ ساری مہمات آنے والی جنگ کی خاطر تھیں۔

یہودی کعب بن اشرف کا قتل

ربیع الاول ۳ھ ہجری

یہ کٹر یہودی اور اسلام کا سخت دشمن تھا۔ شاعری کی وجہ سے علاقہ بھر پہ اثر تھا۔ اس کا باپ قبیلہ طے سے تعلق رکھتا تھا۔ بنو نضیر کا حلیف بن کر مدینہ منورہ میں آیا اور بنو نضیر یہودیوں کے سردار ابو رافع بن ابی الحقیق کی لڑکی سے شادی کر لی جس سے کعب بن اشرف پیدا ہوا۔ یہ عربوں اور یہودیوں دونوں سے تعلق رکھنے کے ساتھ ساتھ شاعر اور بڑا امیر و مالدار آدمی تھا۔ اسلام کا سخت مخالف تھا۔ مخالف یہودی علماء کو تنخواہیں دیتا تھا۔ جب بدر کی فتح کی خوشخبری مدینہ پہنچی تو آپے سے باہر ہو گیا۔ اور کہنے لگا اب زندگی سے مرنا بہتر ہے۔ پھر یہ کہہ کر مکہ معظمہ پہنچا اور بدر کے مقتولین کے وارثوں کے پاس گیا مرثیے پڑھے اور ملک بھر کو تصویر ماتم بنا دیا۔ عربوں میں یہی پروپیگنڈے کا ذریعہ تھا۔ پھر یہ مدینہ منورہ واپس آ کر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی ہجو میں اشعار کہنے لگا اور مسلم خواتین کی بھی برائیاں شعروں میں لکھنے لگا۔ آخرکار قبیلہ اوس کے رؤسا کے مشورے سے محمد بن مسلمہؓ نے جا کر ربیع الاول ۳ھ ہجری میں اس کو قتل کر دیا۔ محمد بن مسلمہؓ نے جا کر رات کو پکارا۔ بیوی نے کہا کہ آواز میں خون کی بو آتی ہے اس نے پرواہ نہ کی باہر آیا مسلمانوں نے کہا ہم پر برے دن آ گئے ہیں کچھ غلہ قرض دو۔

اس نے بیوباں رہن رکھنے کا کہا۔ انہوں نے نہ مانا اور ہتھیار رہن رکھنے پر راضی ہوگئے۔ محمد بن مسلم نے اس کے سر کی خوشبو سونگھی اور تعریف کی دوبارہ سونگھتے ہی اس کو قتل کردیا۔ اس طرح اس خطرناک چنگاری سے نجات مل گئی جو سارے عرب کو ابھار کر حق و صداقت کے خرمن کو ہمیشہ کے لئے بھسم کر دینے والی ہو سکتی تھی۔ یہ واقعہ جنگ اُحد سے پیشتر ہوا جو شوال سکمہ ہجری میں ہوئی۔

دوسری عظیم جنگ

جنگِ اُحُد

جنگ بدر نے مشرکینِ مکہ اور قریش کی عزت خاک میں ملا دی تھی اور غزوہ سویق میں ابوسفیان کے فرار اور سریہ زید بن حارثہ میں قافلہ قریش پر قبضہ کرنے سے ان کا رہا سہا وقار بھی تباہ ہو گیا تھا۔ انہوں نے ابوسفیان کے قافلہ تجارت کا چوتھائی حصہ مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لئے وقف کر رکھا تھا اور دوسری تیاریاں بھی کر رہے تھے۔ ان کے سامنے بدلہ لے کر اپنا وقار دوبارہ بحال کرنا تھا۔

اس لئے انہوں نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دی۔ مسلمانوں کا مقصد مدینہ منورہ کی حفاظت اور اسلام کی اشاعت تھا۔

مشرکین تین ہزار کا لشکر تیار کر کے چلے۔ بعض نے لکھا ہے کہ پانچ ہزار کا لشکر تیار کیا جس میں دو سو شہسوار تھے اور تین ہزار اونٹ تھے اور اکثر زعماء قریش نے بیویاں ساتھ رکھیں تاکہ قوم میں جوش پیدا کریں اور بہادری سے لڑنے مرنے کے لئے حوصلے بڑھاتی رہیں۔ امیر لشکر ابوسفیان تھا۔ میمنہ پر خالد بن ولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل تھا۔ علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ د بنی عبدالدار، تھا۔ بہتوں نے بہت سے غلاموں کے لئے انعام مقرر کئے تھے اگر وہ ان کے بدر کے مقتولوں کے عوض مسلمانوں کو قتل کریں۔ چنانچہ جبیر بن مطعم نے وحشی نام غلام کو کہا تھا کہ حمزہؓ کو قتل کرو تو تم آزاد ہو۔ یہ لشکر بڑے جوش و خروش غرور و تجنتر کے ساتھ مدینہ کی طرف چل پڑا۔

حضرت عباسؓ کا مراسلہ

حضرت عباسؓ نے مکہ معظمہ سے ایک خفیہ خط لکھ کر مدینہ منورہ روانہ کر دیا جس میں قریش کی روانگی ان کی فوج اور وقت روانگی سے مطلع کیا تھا۔ قاصد نے مدینہ تک کا راستہ تین دن میں طے کر کے خط سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مسجد قبا میں پیش فرمایا حضرت ابی بن کعب نے خط پڑھ کر سنایا۔ آپؐ نے خط کا حال سنانے سے روک دیا اور فوراً مدینہ تشریف لے آئے۔

آپؐ کی تیاری

(۱) آپؐ نے دو صحابی فوراً روانہ فرما دیئے کہ دشمن کہاں تک پہنچ گیا ہے۔ آپؐ کو معلوم ہوا کہ دشمن مدینہ منورہ سے چند میل کے فاصلے پر اہلِ مدینہ کی فصلوں میں گھوڑے اور اونٹ چھوڑے ہوئے ہے۔

(۲) مسلمانوں کو اس جنگ کے نتیجے کی فکر تھی وہ حضورؐ کے حکم سے ہتھیار باندھ کر مسجد نبوی میں جمع رہے اور مدینہ منورہ کے راستوں کی پہرہ داری کرتے۔

(۳) آپؐ نے جمعہ کی صبح کو یعنی ہجرت سے تیسرے سال ۱۵ شوال کو اہل رائے حضرات کو مشورہ کے لئے جمع کیا کہ جنگ کی کیا صورت اختیار کی جائے۔ آپؐ کی اپنی رائے یہ تھی کہ ہم مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کریں اس طرح مسلمان گلی کوچوں سے واقف ہونگے۔ دشمن ناواقف ہوں گے۔ مسلمان ان سے زیادہ محفوظ ہوں گے اور دیواروں اور چھتوں کی آڑ سے بھی لڑ سکیں گے۔ اس طرح ان کو عظیم نقصانات پہنچا سکیں گے۔ بڑے بڑے اہل الرائے حضرات کی بھی یہی رائے تھی۔ مگر نوجوان حصہ اور خاص کر جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکا تھا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ باہر میدان میں جا کر لڑیں گے۔ بعض

صحابہؓ کی بھی یہی رائے تھی تاکہ کافر ہم کو یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم ڈر کر شہر میں لڑ رہے ہیں۔ اکثریت انہی کی تھی چنانچہ آپؐ مکان میں تشریف لے گئے۔ تلوار وغیرہ سامان جنگ لے کر باہر تشریف لائے اب صحابہؓ کو خیال ہوا کہ آپؐ کو اس رائے پر مجبور کیا گیا۔ انہوں نے آپؐ کی رائے پر عمل کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ مگر آپؐ نے نہ مانا اور فرمایا کہ نبی کی یہ شان نہیں کہ ہتھیار باندھ کر پھر اتار دے جب تک اللہ تعالیٰ اس کے اور دشمن کے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔ آپؐ نے بار بار رائے بدلنے کو کمزوری کا مظاہرہ سمجھا۔ کہ کبھی یہ تجویز کر و کبھی وہ۔

(۴) آپؐ ایک ہزار کا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے احد پہاڑ کی طرف چلے جو مدینہ منورہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔ راستہ میں لشکر کا جائزہ لیا اس میں بعض غیر معروف آدمی تھے۔ پوچھا یہ کون ہیں معلوم ہوا کہ یہ عبداللہ بن ابی (منافق) کے حلیف یہودی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا یا مسلمان ہو جائیں یا واپس چلے جائیں۔ ہمیں ان کی مدد نہیں چاہیئے۔ چنانچہ وہ واپس ہو گئے۔ پھر عبداللہ بن ابی بھی تین سو آدمی لے کر واپس ہو گیا کہ ہم مرنے کے لئے مسلمان نہیں ہوئے۔ اب حضور کے پاس سات سو صحابہؓ رہ گئے جن کو تین ہزار یا پانچ ہزار بہادر فوج سے لڑنا ہے۔ آپؐ نے احد پہاڑ کے سامنے فوجوں کو ٹھہرایا۔ اُحد پہاڑ کی طرف پیٹھ کر کے صف آرائی فرمائی۔ پہاڑی پر پچاس تیر اندازوں کو مقرر کر دیا تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر سکے۔ بعضوں نے ان تیر اندازوں کی جگہ خود اُحد پہاڑ کو قرار دیا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اُحد پہاڑ کے سامنے مدینہ منورہ کی طرف کو ایک چھوٹی پہاڑی ہے جہاں اب مکانات تعمیر ہو چکے ہیں مگر پہاڑی کا ایک حصہ اب بھی نمایاں طور پر موجود ہے۔ اس کے پیچھے سے چکر لگا کر دشمن اچانک آ کر عقب سے حملہ کر سکتا تھا۔ آپؐ نے اس پہاڑی پر ان پچاس تیر اندازوں کو مقرر فرما کر سخت الفاظ میں حکم دے دیا کہ ہم غالب ہوں یا مغلوب تم یہاں سے نہ ٹلنا۔ دشمنوں کے سواروں کو تیروں سے پرونا

اس لئے کہ گھوڑے تیروں کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے۔ اس پہاڑی پر ڈٹے ہوئے مسلمان یہ نگرانی بھی کر سکتے تھے کہ دشمن اس پہاڑی کی آڑ میں اوجھل ہو کر مدینہ منورہ پر نہ چڑھ دوڑے۔ یہاں کے تیر انداز بہر صورت اونچی جگہ سے مدینہ منورہ کی دیکھ بھال بھی کر سکتے تھے۔ آپؐ ان کو وہاں مقرر کر کے خود ساڑھے چھ سو صحابہؓ کو لے کر دشمن کے سامنے صف آرا ہو گئے۔ آپؐ نے جھنڈا حضرت مصعبؓ بن عمیر کے حوالہ کیا جو ایک بہادر نوجوان مہاجر صحابی تھے۔ جنرل محمد اکبر خان صاحب نے لکھا ہے کہ آپؐ نے ایسا نقشہ جنگ تیار فرمایا جو بڑے سے بڑا جرنیل بھی تیار کرتا تو اس سے بہتر نہ ہو سکتا تھا۔

(۶) آپؐ نے حکم دیا کہ کوئی شخص اجازت کے بغیر جنگ شروع نہ کرے۔ پھر صحابہؓ کو بہادری سے لڑنے اور قتال میں صبر و استقامت کا ثبوت دینے کی ترغیب دی۔

(۷) آپؐ نے بہادری پر ابھارنے کے لئے اپنی تلوار نکال کر فرمایا کہ اس تلوار کا حق کون ادا کر سکتا ہے کہ اس کو لے کر لڑے۔ بہتوں نے خواہش ظاہر کی۔ آپؐ نے نہ دی حتیٰ کہ حضرت زبیر بن عوام کو بھی نہ دی جو آپؐ کی پھوپھی حضرت صفیہ کے بہادر فرزند تھے۔ اتنے میں حضرت ابو دجانہؓ نے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ اس تلوار کا حق کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا دشمنوں پر اس طرح چلائی جائے کہ اس کی دھار مڑ جائے۔ حضرت ابو دجانہؓ نے آپؐ کی تلوار سنبھالی اور سر پہ سرخ پٹی باندھ لی۔ جب وہ یہ سرخ پٹی باندھ لیتے تھے سب سمجھ جاتے تھے کہ اب یہ خونریز جنگ کرنے والے ہیں لوگوں نے اس پٹی کا نام عصابۃ الموت (موت کی پٹی) رکھا تھا۔ حضرت ابو دجانہؓ میدان میں نکل کر دونوں صفوں کے درمیان اکڑ کر ٹہلنے لگے۔ آپؐ نے دیکھا تو فرمایا کہ یہ چال اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں مگر صرف ایسی ہی جگہوں میں پسند ہے۔

(جہاں کفار سے مقابلہ ہوا)

شمال

نقشۂ جنگ

جبل اُحد

جبل اُحد

جبل اُحد

مسلمانوں کا لشکر

مشرکین کا لشکر

پچاس تیر اندازوں کی پہاڑی
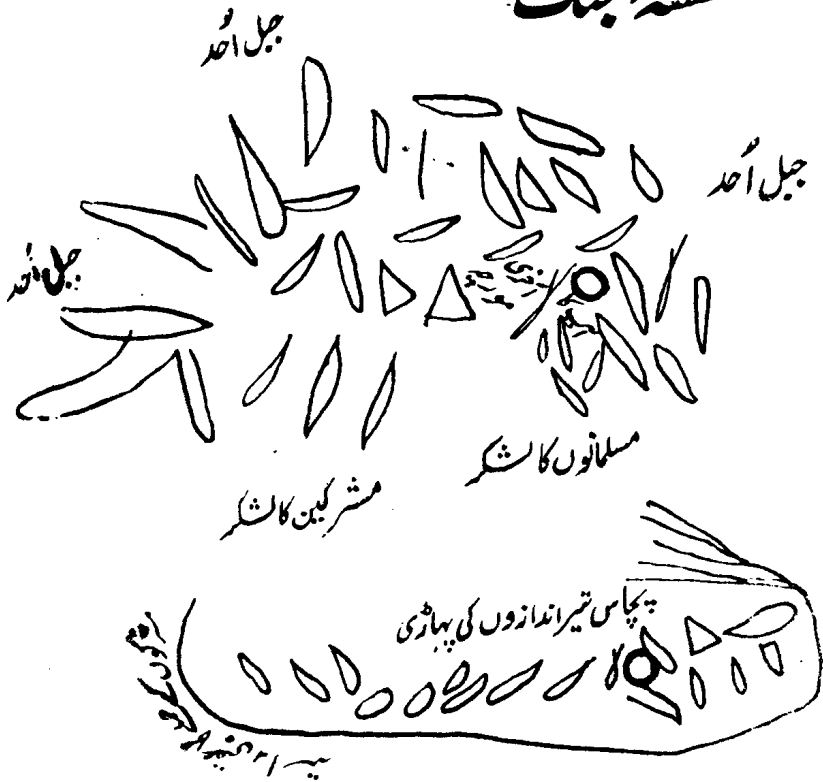
جنوب

مدینہ منورہ

جنگ کا پہلا دور

سب سے پہلے قریش کی فوجوں میں سے ایک دستہ لے کر ابو عامر راوسی، آگے بڑھا یہ مدینہ کا رہنے والا قبیلہ اوس میں سے تھا۔ مدینہ چھوڑ کر مکہ جا آباد ہوا تھا۔ یہ قریش کو حضورؐ سے لڑنے پر اکساتا رہتا تھا۔ اس نے قریش کو یقین دلایا تھا کہ جب میں اپنے قبیلہ اوس کو بلاؤں گا تو وہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر میرے پاس آجائیں گے۔ اسی امید پر آگے بڑھا اور آواز دی کہ اے قبیلہ اوس میں ابو عامر ہوں اس کو کیا خبر تھی کہ قبیلہ اوس کے دلوں میں ایمان ایسا رچ گیا تھا کہ باپ بیٹے اور سارے جہان بلکہ اپنی جان سے بھی پیارا تھا۔ قبیلہ اوس والوں نے اس کو جواب دیا او فاسق بدکار تجھے خدا غارت کرے۔ اور پھر اس پر حملہ کر دیا اور اب حضورؐ کے حکم سے میدانِ جنگ گرم ہو گیا۔ ابو جہل کے بیٹے عکرمہ اور ابو عامر نے مسلمانوں کے دستوں کو گھیرنا چاہا مگر پتھروں کی بارش سے شکست کھا گئے۔

مشرکین کے علمبردار طلحہ ابن ابو طلحہ نے پکارا ہے کوئی جو میرے سامنے آئے یا مجھے دوزخ میں دھکیلے یا خود جنت میں چلا جائے یہ طعن تھا، مگر حضرت علیؓ آگے بڑھے اور اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

حضرت ابو دجانہ تلوار لے کر دشمنوں کی صفوں میں جا گھسے اور بہتوں کو جہنم رسید کیا۔ حضرت زبیر بن عوامؓ فرماتے ہیں میں ابو دجانہ کا تماشا دیکھ رہا تھا کہ اچانک ان کا گزر ہند پر ہوا۔ ابو سفیان کی بیوی اور عتبہ کی بیٹی تھی جو بدر میں مارا گیا تھا۔ تلوار اٹھا کر پھر چھوڑ دیا کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلوار کی بے عزتی ہے کہ ایک عورت پر چلائی جائے۔

جنگ نے شدت اختیار کر لی حضرت حمزہ دشمنوں میں دور تک جا گھسے جن کی

تاک میں وحشی چھپا بیٹھا تھا جس کو اس کے آقا جبیر بن مطعم نے کہا تھا کہ حمزہ کو قتل کردو تو تم آزاد ہو۔ اس نے تاک کر نشانہ لگایا اور اپنا حربہ (ایک قسم کا نیزہ ہے) حضرت حمزہ پر پھینک دیا جو ان کے پیٹ میں ناف کے نیچے لگا جس سے وہ شہید ہوگئے اب باوجود حضرت حمزہؓ کے شہید ہونے کے میدانِ جنگ پر صحابہؓ کا کنٹرول اور غلبہ رہا۔ مشرکین کا علمبردار حضرت علیؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا تو فوراً اس کو عثمان بن ابی طلحہ نے تھام لیا۔ جب وہ قتل ہوا جھنڈا ابوسعید بن ابوطلحہ نے بلند کر دیا غرضکہ اسی طرح بنی عبدالدار کے نو بہادر علمبردار یکے بعد دیگرے قتل ہوگئے۔ سردارانِ قریش کی عورتوں نے دف بجانا اور بہادروں کو لڑنے مرنے پر اکسانے کے لئے یہ رجز پڑھنا شروع کر دیا۔

نحن بنات طارق — نمشی علی النمارق

ان تقبلوا نعانق — اِن تدبروا نفارق

ترجمہ:- ہم آسمانی تاروں کی بیٹیاں ہیں اور قالینوں پر چلنے والیاں ہیں اگر تم آگے بڑھو گے ہم گلے لگائیں گی، پیچھے ہٹو گے تو قریب نہیں پھٹکنے دیں گی۔

لیکن مسلمان جاں نثاروں کے مقابلہ میں ان کے پاؤں نہ جم سکے، حتیٰ کہ ان کا جھنڈا زمین پر گر پڑا۔ آخر کار ایک بہادر مشرک خاتون نے پھر اس کو بلند کیا اور قریش کو للکارا۔ چنانچہ بعض مشرکین کو پھر کچھ جرأت ہوئی، لیکن مشرکوں کی صفیں اُلٹنے کے بعد مسلمانوں نے ان پر دھاوا بول دیا، اُونٹ پر لاد کر جو بُت تبرک کے لئے لائے تھے زمین پر اوندھے گر پڑا۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب شروع کر دیا یہاں تک کہ میدانِ جنگ سے ان کو باہر نکال دیا، پھر لوٹ کر مالِ غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے۔

جنگ کا دُوسرا دَور

پہاڑی پر سے پچاس تیر اندازوں نے جب یہ حالت دیکھی انہوں نے کہا جاؤ انزد

ہم بھی مالِ غنیمت جمع کریں۔ ان کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر نے منع کیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا تاکیدی حکم ہے کہ کسی حالت میں یہاں سے نہ ہلنا مگر ساتھیوں نے یہ سمجھ کر کہ وہ تو جنگ میں فتح کے لئے تھا اب فتح ہوگئی یہاں ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے وہ اپنے امیر کی حکم عدولی کرکے نیچے اتر آئے۔ مشرکین کے سواروں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی پشت خالی ہوچکی ہے۔ خالد بن ولید نے جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے سواروں کو لے کر پیچھے سے چکر کھا کر حملہ کر دیا اور پہاڑی پر رہے سہے چند آدمیوں کو قتل کرکے مشرکین کو آواز دی کہ لوٹ آؤ ہم نے مسلمانوں کو گھیر لیا ہے چنانچہ وہ آگے سے لوٹ آئے اور انہوں نے پیچھے سے بے پناہ حملہ کر دیا اور یہ سب کچھ اچانک تھا اس لئے مسلمان جو اس پر قابو نہ پا سکے۔ اور نرغے میں آ کر ستر آدمی شہید ہوگئے۔ حضرت مصعب بن عمیر مسلمانوں کے علمبردار بھی شہید ہوگئے جو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے بہت مشابہ تھے۔ یہ خبر اڑ گئی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم شہید ہوگئے۔ اس افواہ نے مسلمانوں کے حوصلوں پر سخت اثر ڈالا۔ وہ حیران و پریشان بکھرے ہوئے تھے۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے حضور کو پہچان کر آواز دی کہ یہ رسول اللہ موجود ہیں پھر دشمنوں میں جا گھسے اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ جب بعد میں ان کے جسم کو دیکھا گیا۔ اس پر ستر کے قریب تیروں اور تلواروں کے زخم تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

چونکہ مسلمانوں کی صفیں قائم نہ رہی تھیں کہ وہ پھر جم کر لڑیں مالِ غنیمت اور تعاقب کے سلسلہ میں بکھر چکے تھے اس لئے اب دشمنوں کا سارا زور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم پر آ پڑا چاروں طرف سے آپؐ کو گھیر لیا گیا۔ دشمن یہاں تک قریب آ گئے کہ ایک نے پتھر مار کر آپؐ کے چہرے مبارک کو زخمی اور دندان مبارک کو شہید کر دیا۔ اسی طرح مغفر (لوہے کی ٹوپی) کی دو کڑیاں آپؐ کے چہرے مبارک میں گھس گئیں۔ زیادہ خون جانے سے آپؐ ایک گڑھے میں گرنے لگے کہ

چند صحابہؓ نے آپؐ کو تھام لیا۔ مشرکوں کی یہ کوشش رہی کہ بے پناہ دھاوا بول کر حضورؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کا فیصلہ ہی کر دیں۔ ایک نے اعلان بھی کر دیا کہ مَیں نے آپؐ کو قتل کر ڈالا ہے، اس وقت جو دس بارہ صحابہؓ آپؐ کے ارد گرد جمع تھے، ان کی جاں نثاری قابلِ دید تھی۔ زیادؓ بن سکنؓ پانچ انصار کو ساتھ لے کر دشمن کو روکنے کے لئے آگے بڑھے اور ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ حضرت زیادؓ زیادہ زخم لگنے سے چُور چُور ہو کر گرے، آپؐ نے انھیں اپنے پاس منگایا۔ آپؐ کے قدموں میں اُنہوں نے جان دے دی، کیا خوش قسمت تھے کہ حضورؐ کا جمال دیکھتے دیکھتے جاں بحق ہو گئے۔

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے
کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

اب تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ حضرت ابو دجانہؓ تیروں کے وار اپنی پیٹھ پر لے رہے تھے اور حضورؐ پر جھکے ہوئے تھے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو حضورؐ تیر دیتے جاتے اور وہ دشمنوں کی طرف پھینکتے جاتے، حضورؐ نے فرمایا:

ارم یا سعد فداك أمي وأبي

ترجمہ: "تیر چلاتے جاؤ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں"۔ حضرت سعدؓ ساری عمر ان مبارک کلمات پر فخر فرماتے رہے۔

حضرت طلحہؓ ہاتھ سے ڈھال کا کام لے رہے تھے۔ حتیٰ کہ وہ کٹ گیا۔ آخر کار کعب بن مالکؓ نے حضورؐ کو پہچان کر کہا کہ "مسلمانو! رسُولِ خدا یہ ہیں" یہ سُن کر چاروں طرف سے پروانے اس طرف کو دوڑے اور لڑتے بھڑتے آپؐ تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ دشمنوں نے بھی پُورا دباؤ ڈال دیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چاروں طرف پروانوں کی لاشیں پڑی ہیں، گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے اور مُٹھی بھر مسلمان دشمنوں کی صفوں کو چیر کر پہاڑ پر چڑھنے کا راستہ بنانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ آخر کار صحابہؓ کی جاں سپاری اور جذبۂ شہادت

نے اثر دکھایا، کفّار کے ہجوم و شدت میں تھوڑی سی کمی آئی مسلمانوں نے مشرکین کو دھکا دیا اور راستہ بنانے میں کامیاب ہو گئے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان مُٹھی بھر ساتھیوں کو لے کر احد پہاڑ کے ایک حصہ پر چڑھ گئے۔

جنگ کا تیسرا دور

ابھی جنگ کا فیصلہ نہیں ہوا، اور مشرکین کو یہ بات کھائے جا رہی ہے کہ بغیر قطعی فیصلہ کئے کیونکر واپس جائیں۔ چنانچہ ابی بن خلف گھوڑے پر سوار ہو کر آپؐ کی طرف بڑھا کہ محمدؐ کہاں ہیں؟ اگر آج وہ بچ جاتے ہیں تو میری زندگی کا کیا فائدہ؟۔ صحابہؓ مارنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ آپؐ روک کر فرماتے ہیں قریب آنے دو، جب وہ قریب آیا آپؐ نے ایک صحابیؓ سے نیزہ لے کر اس کو زخمی کر دیا، وہ بھاگا اور لڑکھڑا کر گھوڑے سے گر گیا، وہ شور و واویلا کر رہا تھا، مشرکین ہر چند تسلی دیتے رہے کہ معمولی زخم ہے خیر ہو گی، اس نے کہا یہ محمدؐ کے ہاتھ کا زخم ہے میں بچ نہیں سکتا، چنانچہ مشرکین اس کو لے گئے، لیکن وہ مر گیا۔

اب مشرکین کے ایک سوار دستے نے پہاڑ پر چڑھنے کی کوشش کی، مگر مسلمانوں نے حملہ کر کے ان کا حملہ ناکامیاب بنا دیا۔ وہ واپسی پر مجبور ہو گئے۔ جب مسلمانوں نے مشرکین کے حملے بار بار ناکام بنا دیئے اور وہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثاروں کا صفایا کر کے قطعی فیصلہ باوجود اتنی طاقت کے نہ کر سکے۔ حالانکہ صحابہؓ کی صفیں دشمن کا تعاقب کرنے کی وجہ سے ٹوٹ چکی تھیں اور مالِ غنیمت جمع کرنے اور تیر اندازوں کے اُتر آنے سے بھی ان میں انتشار پیدا ہو چلا تھا۔ اچانک دشمن کے حملے اور چاروں طرف سے گھیرنے کے باوجود کامیاب نہ ہونے سے دشمن ہمت ہار گئے۔ جنگ بندی کا فیصلہ کر لیا اور مسلمانوں کے نقصانات ہی کو کافی سمجھ کر واپس ہو گئے۔

مشرکین تھکے ہوئے تھے، وہ بھی علمبردار ضائع کر چکے تھے، جنگ سرد پڑگئی۔
ابوسفیان پہاڑی کی طرف آیا اور پکارنے لگا کہ محمدؐ زندہ ہے؟ آپؐ نے کہا جواب نہ دو اس نے کہا۔ ابوبکرؓ زندہ ہے؟ آپؐ نے جواب دینے سے روک دیا۔ اس نے کہا عمرؓ زندہ ہے؟ کسی نے جواب نہ دیا، ابوسفیان بولا یہ سب مارے گئے۔ حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا، حضرت عمرؓ پکار اُٹھے۔ تم کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لئے سب زندہ ہیں اور حضورؐ خود تمہاری باتیں سُن رہے ہیں، اُس نے نعرہ لگایا "اُعلُ ھُبَل" "ھُبَل کی جے"۔ یہ اُن کا بُت تھا۔ آپؐ نے فرمایا جواب دو اَللّٰہُ اَعلیٰ وَ اَجَلّ اللہ بہت بلند اور بڑا ہے۔

ابوسفیان بولا۔ لنا العزّٰی و لا عزّٰی لکم
ترجمہ :- ہمارا عزّٰی ہے اور تمہارا عزّٰی نہیں ہے
(عزّٰی ان کے بڑے بُت کا نام تھا)

آپؐ نے حکم دیا جواب دو۔ لنا المولیٰ ولا مولیٰ لکم
ترجمہ :- ہمارا مولیٰ آقا ہے، تمہارا کوئی آقا نہیں ہے۔

قتلانا فی الجنّہ وقتلاکم فی النّار
ترجمہ :- ہمارے مقتول جنّتی اور تمہارے جہنّمی ہیں۔

ابوسفیان نے کہا یہ بدر کا بدلہ ہے، آئندہ سال بدر کے مقام پر پھر لڑیں گے آپؐ نے اس کا چیلنج قبول کر کے اعلان کر دیا کہ آئندہ سال بدر میں پھر مقابلہ ہو گا۔

جنگ کا خاتمہ
اور
آپ کی فراست

ابوسفیان یہ کہہ کر مکہ معظمہ کو واپس لوٹ جاتا ہے لیکن سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحقیق کے لئے حضرت علیؓ کو بھیجتے ہیں کہ قریش کا حال معلوم کریں کیا کر رہے ہیں اگر اونٹوں پہ پالان باندھتے ہیں تو مکہ معظمہ جارہے ہیں۔ اگر گھوڑوں پہ سوار ہیں تو مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ان لوگوں نے مدینہ کا قصد کیا تو میں ان پر حملہ کر کے ان کو پوری پوری سزا دوں گا۔ (او کما قال)

حضرت علیؓ نے گئے دیکھا کہ کفار لدا کر مکہ معظمہ کا رخ کئے ہوئے تھے۔ اس موقعہ پر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ستر شہیدوں کو بغیر غسل کے کپڑوں سمیت دفنایا۔ ایک ایک قبر میں دو دو شہید دفن کئے گئے جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اسکو پہلے آگے رکھتے دوسرے کو بعد میں۔ بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت مصعبؓ بن عمیر کو دفن کرنا چاہا تو ان کی ایک ہی چادر تھی۔ جس سے سر ڈھانکتے تو پاؤں کھلے رہ جاتے۔ پاؤں ڈھانکتے تو سر کھلا رہ جاتا۔ آخر پاؤں کو اذخر گھاس سے ڈھانک دیا گیا۔

بغیر سبزہ نہ پوشد کسے مزار مرا
کہ پردہ پوشِ غریباں ہمیں گیاہ بس است

کفّار کی واپسی اور آپؐ کا تعاقب

حضرت علیؓ کی رپورٹ کے عین مطابق کفّارِ مکّہ واپس لوٹ گئے مگر جب وہ مقام روحا کو پہنچے وہ اہلِ مکّہ کے طعنوں سے ڈر رہے تھے کہ وہ کہیں گے تم نے مدینہ پر کیا کیا۔ نہ تم نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجائی۔ نہ تم کوئی مسلمان قیدی ہمراہ لائے۔ نہ مالِ غنیمت ہے۔ پھر مسلمان میدانِ جنگ میں رہے اور تم میدان چھوڑ کر واپس آ گئے۔ مانا کہ مسلمانوں کا نقصان زیادہ ہوا مگر تم نے اپنے بائیس بہادر سردار اور علمبردار قتل کرائے یہ سوچ کر وہ دوبارہ مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے کہ انہوں نے افواہ سُنی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم لڑنے کے لئے چل پڑے ہیں۔ ابو سفیانؓ ڈرا مبادا آپؐ مدینہ سے تازہ دم فوج لے کر آ جائیں اور دوبارہ جنگ میں ہم مغلوب ہو جائیں۔ اس طرح پہلی شیخی بھی کرکری ہو جائے گی اور فتح کے شکست میں تبدیل ہونے کا خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ اس اثناء میں اس کو راستہ میں ایک آدمی معن نامی ملا۔ بعضوں نے اس آدمی کا نام معبد بن معبد لکھا ہے۔ ابو سفیان نے اس سے پوچھا کہ تم پیچھے کیا دیکھ آئے ہو؟ اس کو مسلمانوں سے ہمدردی تھی اگرچہ وہ مسلمان نہ ہوا تھا۔ وہ بولا کہ آپؐ بڑا لشکر تیار کر رہے ہیں۔ ابو سفیانؓ اور بھی خوفزدہ ہوا، اور اس نے اسی میں خیر سمجھی کہ مکہ کو بھاگ جائے چنانچہ وہ مکّہ ہی کو واپس لوٹ گیا۔ البتہ قبیلہ بنی عبد القیس کا ایک قافلہ مدینہ منورہ جا رہا تھا۔ ابو سفیان نے حیلہ بنا کر اس کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ اس نے مسلمانوں کے استیصال اور بیخ کنی کے لئے دوبارہ حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مقصد یہ کہ مسلمان ڈر کر تعاقب نہ کریں یہ کہہ کر خود مکّہ معظمہ کی طرف چل پڑا۔

تعاقب کے وقت سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا حکم

ادھر آپؐ مدینہ منورہ پہنچے تو فیصلہ کیا کہ مشرکین کا تعاقب کیا جائے۔ چنانچہ آپؐ

نے حکم دیا کہ تعاقب میں صرف وہی آدمی شریک ہوں جو کل جنگ میں شریک تھے چنانچہ تھکے ماندے اور زخمی مسلمان بڑی تعداد میں فوراً تیار ہو گئے۔ آپؐ نے ان کو لے کر مدینہ منورہ سے آٹھ میل دور حمراء الاسد کے مقام پہ جا کر پڑاؤ کیا۔ یہاں تین دن تک آپؐ نے انتظار کیا مگر لشکرِ قریش کو نہ آنا تھا نہ آیا۔ آپؐ تین دن کے بعد مدینہ منورہ کو واپس ہو گئے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی تعریف فرمائی ہے جو زخموں کے باوجود پیغمبر کی آواز پہ لبیک کہتے ہوئے دشمن کے تعاقب کے لئے تیار ہو گئے۔

الذین استجابوا للہ ورسولہ من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم

ترجمہ:۔ جنہوں نے خدا اور رسول کی بات پر لبیک کہا جبکہ ان کو زخم پہنچ چکے تھے۔ ان میں سے جنہوں نے نیکی کی اور تقویٰ اختیار کیا۔ ان کے لئے بڑا اجر ہے۔

نقصانات کے اسباب

اس میں شک نہیں کہ اس جنگ میں جانی نقصان مسلمانوں کا زیادہ ہوا۔ حالاتِ جنگ پڑھنے سے آپ کو اس کے اسباب معلوم ہو گئے ہوں گے۔

پہلا سبب

سب سے بڑا اور پہلا سبب تو یہی ہے کہ پہاڑی کے تیر اندازوں میں اختلاف ہوا اور چند آدمیوں کے سوا باقی کی رائے یہ ہو گئی کہ اب فتح ہو چکی ہے مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہیں چلیں ہم بھی جمع کریں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہاں سے نہ ہلنے کی تاکید جنگ میں فتح کے لئے فرمائی تھی۔ اب تو فتح ہو گئی۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حکم عدولی کتنی ہی نیک نیتی سے کیوں نہ ہو۔

ابتلاء کا سبب بن گئی۔ آپؐ کے صاف و اضح ارشاد کے مقابلہ میں قیاس کا نتیجہ کیسے اچھا ہو سکتا تھا۔ خاص کر جبکہ آپؐ کا ارشاد بالمشافہ اور تاکیدی تھا اور اس میں بعض روایات کے مطابق تصریح تھی کہ تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔ چنانچہ اس حکم عدولی کے بارہ میں قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے۔

ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونھم باذنہ حتّٰی اذا فشلتم و تنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما ارٰکم ما تحبّون منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاٰخرۃ ثم صرفکم عنھم لیبتلیکم ج ولقد عفا عنکم واللہ ذو فضل علی المومنین ہ

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ تمہارے ساتھ سچ کر دکھایا۔ جب تم ان (کفار) کو اللہ کے حکم سے کاٹ رہے تھے حتیٰ کہ تم بزدل ہو گئے اور جھگڑنے لگے اس کام میں اور حکم عدولی کر بیٹھے۔ اس کے بعد کہ تم کو تمہاری پسند کی چیز اس نے دکھا دی۔ (فتح) تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض آخرت کے خواہاں تھے پھر تم کو کفار سے پھیر ڈالا تاکہ تمہاری ابتلاء ہو اور اللہ تعالیٰ نے تم کو معافی دیدی ہے۔ وہ خدا ایمانداروں پر بڑا ہی فضل کرنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں جنگ کے پہلے مرحلے کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا تم دشمنوں کو تباہ کر رہے تھے اور نتائج کو اپنی پسند کے مطابق دیکھ رہے تھے مگر جب تم نے بزدلی اور کمزوری دکھائی۔ اور آپس میں اختلاف ہو گیا اور حکم عدولی کر ڈالی اس وقت حالات بدل گئے اور ابتلاء پیش آیا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے نقصان کی وجہ کمزوری اور بزدلی بتائی اور اس کا سبب اختلاف کو قرار دیا اور اختلاف سبب حکم عدولی کو قرار دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ اختلافات و بے اتفاقی سے بزدلی اور کمزوری پیدا ہوتی ہے اور اختلاف رفع کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اسلام پر سب

منتشر ہو جائیں۔ رسولؐ کے احکام کے سامنے جھک جائیں، ورنہ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ اختلافات ہوں گے۔ پھر کمزوری آئے گی اور بزدلی چھا جائے گی، اور تم جیتی ہوئی بازی ہار جاؤ گے۔ آخر میں تمام مسلمانوں کی معافی کا بھی اور ان پر اپنے بے پایاں فضل و کرم کا اعلان بھی کر دیا۔ اس اعلانِ معافی کے بعد صحابہؓ پر تنقید کرنا یا ان کے کاموں میں کیڑے نکالنا کسی صحیح مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا۔

دوسرا سبب

اصلی اور بڑا سبب تو یہی تھا جو ذکر ہوا، اب عالمِ اسباب پر نظر کریں تو دوسرا سبب مسلمانوں کا انتشار اور پراگندگی تھی۔ بعض مالِ غنیمت کے جمع کرنے میں مصروف تھے اور بعض دشمنوں کا تعاقب کر رہے تھے، اور یہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ جنگ دوبارہ ہو گی۔

تیسرا سبب

ظاہر بینوں کے لئے تو یہ سبب بھی ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی کل تعداد سات سو تھی جب کہ دشمن کی تعداد اگر پانچ ہزار مان لی جائے تو سات گنا زیادہ تھی اور اگر تین ہزار ہی مان لی جائے تو چار گنا سے زیادہ تھی، پھر حملہ بھی اچانک اور بے خبری میں ہوا۔ راشن کی کمی اور اسلحہ کی قلت تو ظاہر ہی ہے۔

چوتھا سبب

میدانِ جنگ میں موجود مسلمانوں کا محصور ہو جانا تھا کہ خالدؓ بن ولید نے سواروں کے دستہ سے پیچھے سے حملہ کر دیا اور مڑ کر آنے پر بھاگنے والے دشمن واپس آ گئے انہوں

نے دوسری طرف سے تیروں کی بارش کر دی۔ اس ناگہانی افتاد کی تاب لانا عام بشریت کے لئے مشکل تھا۔ اس لئے ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ یہ حملے اچانک اور خلاف توقع تھے۔ اس طرح منتشر مسلمانوں پر بے خبری میں پل پڑنا کون سی بڑی بات تھی۔

پانچواں سبب

چونکہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مسلمانوں کے علمبردار تھے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے ان کے شہید ہو جانے سے یہ افواہ اڑا دی گئی کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ اس خبرِ وحشت اثر نے بہتوں کے اوسان خطا کر دیئے۔ چنانچہ جب حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے بعض صحابہؓ کو حیران بیٹھے ہوئے دیکھ کر کہا کہ کیوں بیٹھے ہو جواب میں کہا گیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہید ہو گئے اب ہم کیا کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ پھر جس راہ میں آپؐ شہید ہوئے اسی راہ میں تم بھی شہید ہو جاؤ۔ بہر حال ان حالات میں ایک صحابیؓ کے پکارنے پر صحابہؓ کا حضورؐ کے پاس پہنچنے کی کوشش اور آپؐ کا چند ہمراہیوں سمیت محاصرہ کی حالت میں جنگ جاری رکھتے ہوئے دشمن کو تھکا کر پہاڑ میں مورچہ بنا لینا پھر دشمنوں کو مایوس ہو کر واپس جانے پر مجبور کر دینا کسی طرح شکست نہیں کہلائی جا سکتی۔

جنگ میں فتح ہوئی یا شکست

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ جنگِ اُحد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی یہ قطعاً غلط ہے جانی نقصان بے شک زیادہ ہوا۔ اور جنگ میں نقصانات کی کمی و زیادتی کو نہیں دیکھا جاتا۔ یہاں مقصدی فتح مسلمانوں کی ہوئی۔

اولاً

پہلے تو قریش مکہ میدان چھوڑ کر چلے گئے اور مسلمان آخر تک میدان میں ڈٹے رہے۔

ثانیاً

دوسرے پہاڑی مورچہ پر خالد بن ولید نے سواروں کے دستہ سے حملہ کی کوشش کی جو صحابہؓ نے ناکام بنا دی پھر ابی بن خلف نے چڑھ کر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو للکارا۔ آپؐ نے صحابہؓ کو منع فرمایا اور خود مقابلہ میں تشریف لے گئے اور اس کو برچھا مارا، اس کو معمولی زخم لگا مگر وہ چیختا چلاتا ہوا واپس بھاگ گیا۔ قریش اس کو ہر طرح تسلی دیتے کہ معمولی زخم ہے لیکن وہ کہتا تھا یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ کا زخم ہے، آخر اسی زخم سے وہ مر گیا۔

ثالثاً

تیسرے جب پہاڑی پر چڑھ کر ابو سفیان نے آواز دی کہ کیا محمدؐ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) زندہ ہیں۔ آپؐ نے جواب سے روک دیا، پھر اس نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پوچھا آپؐ نے روک دیا پھر حضرت عمرؓ کا پوچھا۔ آپؐ نے جواب سے روک دیا اس پر اُس نے کہا یہ سب قتل ہو چکے۔ حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا اور فرمایا اے دشمنِ خدا یہ سب زندہ ہیں۔ اور حضورؐ خود تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔ وہ بولا اگلے سال بدر کے مقام پر پھر لڑیں گے۔ آپؐ نے چیلنج قبول کرنے کا اعلان کرا دیا۔ ابو سفیان نے نعرہ لگایا (اُعلُ ھبل) ھبل کی جے۔ حضرت عمرؓ نے آپؐ کے ارشاد کے مطابق جواب دیا اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلّ (اللہ ہی سب سے بڑا ہے) ابو سفیان نے کہا کہ بدر کا بدلہ ہو گیا حضرت عمرؓ نے آپؐ کے ارشاد کے

مطابق جواب دیا ہرگز نہیں موتونا فی الجنۃ وموتاکم فی النار بدلہ کیسے ہوسکتا ہے، ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمہارے دوزخ میں۔ اس پر ابوسفیان خاموش ہوگیا۔

رابعاً

جب قریش واپس ہوئے نہ ان کے پاس کوئی مالِ غنیمت تھا۔ نہ جنگی قیدی تھے۔ نہ ہی وہ قریب مدینہ منورہ پر حملہ کرکے تباہی مچا سکے اور نہ ہی وہ مسلمانوں اور اسلامی طاقت کی بیخ کنی کرنے میں کامیاب ہوئے بلکہ اپنے بیس بائیس سردار اور علمبردار سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اسی لئے راستہ سے ابوسفیان نے لوٹ کر پھر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا، مگر اسلام کا رعب تھا آخر کار وہ مسلمانوں کے عشق رسول اور جذبۂ جاں سپاری سے ڈر کر واپس بھاگ گیا اور مکہ معظمہ میں جا کر دم لیا۔ وہ زبانِ حال سے کہہ رہا تھا۔ جان بچی لاکھوں پائے۔

خامساً

پانچویں یہ کہ جنگِ احد کے دوسرے دن سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو لے کر کفارِ مکہ کا تعاقب کیا اور حمراء الاسد تک جو مدینہ منورہ سے آٹھ میل دور ہے تشریف لائے اور تین دن تک دشمن کا انتظار کیا۔ جب یقیناً معلوم ہوا کہ دشمن مکہ معظمہ چل دیا ہے تو آپؐ واپس مدینہ منورہ کو لوٹ آئے۔ کیا ان حالات و واقعات کے بعد بھی کوئی شخص اس جنگ میں مسلمانوں کی شکست کی بات کرسکتا ہے یہ صحیح ہے کہ نقصان مسلمانوں کا زیادہ ہوا۔

سادساً

جنگ کے پہلے دور میں بڑے بڑے بہادر دشمن قتل ہوئے۔ عورتوں کو بھی

جوش دلانے کے لئے ہمراہ لائے تھے۔ مگر حضرت حمزہؓ کے شہید ہو جانے کے باوجود دشمن کو پسپا ہو کر بے ترتیبی سے بھاگنا پڑا۔

سابعاً

ساتویں یہ کہ دوسرے دور میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم محصور اور زخمی ہیں، بعض جاں نثار و وفادار صحابہؓ کی لاشیں آپؐ کے ارد گرد تڑپ رہی ہیں، حضرت عمار بن یزید بن اسکن انصاری پانچ ساتھیوں سمیت دشمن کو آپ کی طرف آنے سے روکتے ہوئے شہید ہو چکے ہیں، جن کو آپؐ نے اپنے قریب لانے کا حکم دیا اور انہوں نے آپؐ کے قدموں میں اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔

بچہ ناز رفتہ باشد زِ جہاں نیاز مندے
کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

اس نازک صورتِ حال کو دیکھ کر ایک انصاری خاتون نے تلوار چلانا اور دشمن کو قریب آنے سے روکنا شروع کر دیا۔ ان حالات میں جنگ جاری رکھنا اور دشمن کے محاصرے کو توڑتے اور پہاڑی پر چڑھ جانے کو کون آدمی شکست کہہ سکتا ہے۔ آپؐ کے اس عمل سے دُنیا میں شجاعت و استقامت کا ریکارڈ قائم ہوا۔

ثامناً

آٹھویں بات جنگ کے تیسرے دور میں پہاڑی مورچے پر حملوں، دشمن کے ناکام رہنے اور آخرکار واپس ہو جانے کا حال آپ پڑھ چکے ہیں۔ ان حالات میں ان کو شکست کہنا تعصّب اور نادانی ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

خاص بات

خاص بات یہ ہے کہ آپؐ نے حکم دیا کہ آج دشمن کے تعاقب کے لئے وہی لوگ ہمارے ہمراہ چلیں جو کل جنگ میں شریک تھے چنانچہ تھکے ماندے اور زخمی مسلمان فوراً بڑی تعداد میں تیار ہوگئے جیسے کل کوئی واقعہ ہی نہیں ہوا۔ ان تمام باتوں کا اثر یہ پڑا کہ مسلمانوں کے نقصانات سے مسلمانوں کے رعب میں جس کمی کا خطرہ تھا وہ کمی نہ ہوسکی اور کھویا ہوا وقار آپؐ کی فراست سے دوبارہ بحال ہوگیا۔

جنگ کے بعد نقصانات کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی

ایک صحابیہؓ خاتون کا واقعہ

جب جنگ ختم ہوئی مسلمانوں کے نقصانات کی اطلاع مدینہ منورہ پہنچی اور یہ افواہ بھی کہ آپؐ شہید یا زخمی ہوگئے ہیں، پھر کیا تھا، رسولؐ مقبول کے پروانے میدانِ جنگ کی طرف دوڑ پڑے۔ ان میں ایک انصاری خاتون بھی تھی جس کے باپ، بھائی اور خاوند اسی جنگ میں شہید ہوچکے تھے لیکن اس کو صرف سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا غم کھائے جا رہا تھا، اس کو دیکھ کر ایک صحابیؓ بولے۔ تمہارا خاوند جامِ شہادت نوش کرچکا ہے اُس نے کہا:۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ مجھے میرے آقا کی خبر سناؤ۔ دوسرے نے کہا تمہارا بھائی خون میں نہا کر شہید ہوچکا ہے۔ اس نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ مجھے میرے پیارے رسولؐ کی خبر سناؤ۔ تیسرے نے کہا بہن! تمہارے باپ نے داعیِ اجلؔ کو لبیک کہہ کر موت کا پیالہ چکھ لیا ہے۔ اس نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ میرے سردار حضرت محمّد مصطفےٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی خیریت بتاؤ۔ انہوں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تعالیٰ

کہ آپؐ صحیح و سالم موجود ہیں، مگر جب تک اس کی آنکھیں آپؐ کے دیدار سے ٹھنڈی نہ ہوئیں وہ پریشان تھیں جب آپؐ کو دیکھا بے ساختہ بول اٹھیں۔

کل مصیبة بعدک جلل

ترجمہ :۔ آپؐ کے صحیح و سلامت ہونے بعد سب مصیبتیں آسان ہیں۔

سبحان اللہ تبارک و تعالیٰ۔ کتنا سچا عشق تھا۔ کتنا مضبوط ایمان تھا اور کیسی خداداد استقامت تھی۔

مَیں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہِ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

آج کروڑوں مسلمانوں کا ایمان ترازو کے ایک پلڑے میں رکھیں اور اس صحابیہؓ خاتون کا ایمان دوسرے پلڑے میں۔ تو یقیناً اس خاتون کا ایمان بہت ہی وزنی ثابت ہوگا۔ صحابہؓ کرام کا یہی جذبہ اور یہی اخلاص تھا جس کی وجہ سے ان کے ایک سیر یا نصف سیر جو کا صدقہ ہمارے پہاڑ بھر سونے کے صدقے سے زیادہ ہے۔ جیسے کہ حدیث شریف کے مضمون سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت صفیہؓ کی آمد

لڑائی کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی عمّہ (پھوپھی) حضرت صفیہ تشریف لائیں تاکہ اپنے بھائی حضرت حمزہؓ کی لاش دیکھے۔ آپؐ کو ان کا دیکھنا پسند نہ تھا مبادا کوئی بے صبری کے کلمات زبان سے نکل جائیں مگر حضرت صفیہؓ نے جاکر بھائیؓ کی لاش دیکھی۔ جن کے اعضاء کاٹے ہوئے تھے۔ حضرت صفیہؓ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی بڑی قربانی نہیں ہے۔ سبحان اللہ کیا ایمان تھا۔

حضرت حنظلہؓ کا قصہ

حضرت حنظلہؓ ایک صحابی ہیں تازہ شادی کی ہوئی ہے۔ بیوی کے پاس جانے کے بعد غسل نہیں کیا کہ کان میں جہاد کی آواز پڑ گئی۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی دعوت کو قبول کرنے میں دیر کرنا صحابہؓ سے ناممکن تھا۔ بغیر وضو کے میدان جنگ کو چل دیئے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا حنظلہؓ کو فرشتوں نے غسل دیا۔ جب دریافت کیا گیا ان کی بیوی سے حقیقتِ حال کا پتہ چلا اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے یہ جذبہ ہم کو بھی نصیب فرمائے۔ آمین

نقصانات کی حکمت

جنگِ بدر میں آپ مسلمانوں کی عظیم الشان فتح کا حال پڑھ چکے ہیں۔ اگر جنگِ اُحد میں بھی اسی طرح ہو جاتا تو پھر جہاد فی سبیل اللہ میں اجر کیوں ملتا اور اللہ کی راہ میں جہاد اور قربانی کی حیثیت کیا رہ جاتی؟ یہ ابتلاء و امتحان کیسے کہلاتا؟ ہر شخص سمجھتا کہ فتح تو یقینی ہے اور وہ جہاد کو آسان اور معمولی بات سمجھتا۔ بلکہ غیر مسلموں کو مسلمان بنانے اور ان کو اسلام کے اعلیٰ اقدار کی دعوت دینے کی بھی ضرورت بہت کم رہ جاتی۔ دو چار لڑائیوں کے بعد ساری دُنیا کو اسلام کی حقانیت اور خدائی امداد کا یقین ہو جاتا۔

کُفّار کی بدسلوکی کا شکوہ اور ربّانی ہدایت

جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا وَجْهَ رَسُوْلِهِمْ

ترجمہ:۔ وہ قوم کیونکر فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے پیغمبرؐ کے چہرے کو زخمی کر دیا۔

اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ہ

ترجمہ:۔ آپ کو اس کام میں کوئی اختیار نہیں، چاہے خدا تعالیٰ ان پر مہربانی فرمادے، چاہے سزا دے دے، ظالم تو وہ ہیں ہی۔

کتنے پیارے الفاظ وکلمات ہیں۔ جو حکمت ومصلحت کے موتیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ہم اُردو میں محاورے کے مطابق اس کا یوں مطلب بیان کر سکتے ہیں کہ آپ دخل نہ دیں چپ رہیں، جو کچھ ہو رہا ہے ہم دیکھ رہے ہیں ہمارے سامنے ہو رہا ہے، ہمارے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا، ہم چاہیں تو ان کو ہدایت دے کر مسلمان کر دیں اور ان ہی سے اسلام کی خدمت لیں، اور چاہیں تو ان کو سزا دیدیں، ظالم تو وہ ہیں ہی۔ سبحان اللہ العظیم کتنی بروقت ہدایت ہے، اگر اللہ تعالیٰ یہ نہ فرمادیتے تو سارے قریش کی تباہی کا خطرہ تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ کو اپنے رسولؐ کے الفاظ کی لاج رکھنی تھی، وہ سب کے سب نامُراد ہو کر مر جاتے، مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت وحکمت کا تقاضا اور تھا، جہاں ایک طرف اس واقعہ سے اس نے اپنے رسولؐ کے جوہر ظاہر فرمائے کہ اس جنگ میں مسلمانوں کی بچت صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے مثال استقامت اور قوتِ یقین سے ہوئی، پھر آپؐ کی عبدیت وعبودیت کا جلوہ اہلِ عالم کو بتایا۔ دوسری طرف اس نے اسی قوم قریش کو عذاب سے بچا کر مسلمان کرنا تھا اسی خالد بن ولید کے ذریعہ عراق وشام فتح کرانے تھے۔

انہی عمرو بن العاص رضؓ ہی کے ذریعہ مصر فتح کرانا تھا اور یہ دکھانا تھا کہ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ رضؓ نے نازک حالات دیکھ کر اپنے چار سو بہادر سوار ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش کر کے یرموک میں نقشۂ جنگ بدل ڈالا۔ اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا۔

اور ابوسفیان رضؓ کو اتنا پکا مومن بنانا تھا کہ ان کی ایک آنکھ محاصرہ طائف میں ضائع ہوئی دوسری آنکھ جنگِ یرموک میں جس سے یہ بتانا تھا کہ عمر بھر کا مخالف جب کلمہ پڑھتا ہے تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک نگاہِ کرم سے اللہ تعالیٰ اس کی دل کی دنیا بدل دیتے ہیں اور وہ جنگوں میں ہر طرح کی قربانی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

یہ تمام صورت حال آپؐ کے پیغمبرانہ اعجاز کا نتیجہ تھی۔

اسی طرح قریش مکہ کو اتنا پختہ مومن بنانا تھا کہ حضرت صدیق رضؓ کے دور میں جبکہ ہر طرف فتنے کھڑے ہوئے تھے قریش مکہ نے اہلِ مدینہ اور اہلِ طائف کی طرح ثابت قدم رہ کر خلیفۂ وقت رضؓ کا ساتھ دیا اور سارے عرب میں نئے سرے سے اسلام کا بول بالا کیا۔ سچ ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب سے سبقت کرتی ہے۔

جنگِ اُحد کے بعد کے واقعات

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فوجی اقدامات

اور

پیغمبرانہ تدابیر

(۱) جنگ اُحد کے بعد مشرکینِ مکہ نے خوب گپّیں ہانکیں اور مسلمانوں کے نقصانات اور اپنی فتح کا خوب پروپیگنڈا کیا، حالانکہ فوجی نقصانات کے لحاظ سے ان کو کامیابی ہوئی تھی۔ لیکن مقصد کے لحاظ سے ان کو قطعی ناکامی ہوئی تھی، اس لئے کہ اتنی عظیم جنگ اور عظیم فوج کے باوجود نہ قلیل التعداد مسلمانوں کا صفایا کر سکے اور نہ ہی مدینہ منوّرہ پر حملہ کر سکے بلکہ مسلمان میدانِ جنگ میں پہاڑ پر مورچہ سنبھال کر ڈٹے رہے۔ اور وہ میدانِ جنگ چھوڑ کر واپس ہو گئے۔ مگر مسلمانوں کے نقصانات اور ظاہری فتح سے انہوں نے فائدہ اٹھانے کی پوری پوری کوشش کی۔

(۲) مدینہ منوّرہ کے ارد گرد کے دیہات بھی مسلمانوں کے خلاف دلیر ہو گئے اور اب وہ مسلمانوں کو اپنا مالِ غنیمت سمجھ رہے تھے اور اس لئے مدینہ منوّرہ کو لوٹنے اور مار دھاڑ کے منصوبے بنا رہے تھے۔

(۳) منافقینِ مدینہ کے حوصلے بھی بڑھ گئے اور وہ اب علانیہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عوام کو بھڑکاتے اور پروپیگنڈا کرتے۔

(۴) یہودیوں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور انہوں نے ہر طرح کا زور لگا کر اسلام

اور اہلِ اسلام کی بیخ کنی کے لئے ملک بھر میں دوڑ دھوپ شروع کر دی۔

(۵) اب بتیس دانتوں میں ایک زبان کی حیثیت والے مسلمانوں اور پیغمبر اسلام کی سب سے بڑی قابلیت یہ تھی کہ چاروں طرف کے دشمنوں پر نگاہ رکھیں اور ان کو یکجا ہو کر مدینہ منوّرہ پر متفقہ حملہ کرنے سے پہلے ہی ان کی طاقت منتشر کر کے ان کے حوصلے پست کر دیں اور بڑی قابلیت یہ تھی کہ دشمنوں کو پہلے سے خبر نہ ہو کہ اچانک ان کے منصوبے خاک میں ملانے کے لئے آپ ان کے سر پر جا پہنچیں۔

بنابریں آپؐ نے نہایت قابلیت سے تمام پروپیگنڈوں، افواہوں اور دشمنوں کی ڈینگوں اور بلند حوصلگی کے باوجود چاروں طرف نگاہ رکھی اور مدینہ منورہ کو محفوظ اسلامی قلعہ بنانے کی تدابیر شروع کر دیں۔

سریہ ابن سلمہؓ

چنانچہ جب غزوہ اُحد سے دو ماہ کے بعد آپ کو اطلاع ملی کہ قبیلہ بنی اسد کے خویلد کے دو بیٹے طلحہ اور سلمہ مدینہ پر حملہ کر کے اس کو لوٹنا چاہتے ہیں تو آپ نے ڈیڑھ سو سوار اور پیدل فوج ابو سلمہ کی قیادت میں حملے سے پہلے ہی بنی اسد کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمادی جس میں حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی شامل تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ رات کو سفر کریں اور دن کو آرام کریں اور بنی اسد کو حملے سے پہلے خبر نہ ہونے پائے۔ ابو سلمہ نے صبح کے وقت ان کو جا گھیرا وہ سب بھاگ گئے۔ ابو سلمہؓ نے دو دستے ان کے تعاقب میں بھیجے جو مالِ غنیمت لے کر لوٹے اس کے بعد ابو سلمہؓ مدینہ منوّرہ واپس ہوئے

عبداللہ بن انیسؓ کی مہم

آپ کو خبر ملی کہ خالد بن سفیان ہذلی مدینہ پر حملے کے لئے دیہاتیوں کو جمع کر رہا ہے

تو آپ نے تنہا عبد اللہ بن انیس رضؓ کو معلومات کے لئے روانہ فرمایا کہ صحیح واقعات کا علم ہو سکے۔ چنانچہ جب حضرت عبد اللہ بن انیسؓ چلے تو ان کو یہی خالد بن سفیان راستے ہی میں مل گئے جس کے ساتھ چند عورتوں کے بغیر مردوں کی طاقت نہ تھی۔ اس نے پوچھا تم کون ہو۔ حضرت عبد اللہ بن انیسؓ نے جواب دیا عرب کا ایک باشندہ ہوں۔ سنا ہے تم مدینہ پر حملے کے لئے لوگ جمع کر رہے ہو میں بھی آ گیا ہوں۔ اس نے مطمئن ہو کر ان کو ساتھ جانے دیا۔ اور جب ان کو موقعہ ملا اس کو قتل کر کے مدینہ منورہ واپس آ گئے اور خالد بن سفیان کی جماعت اپنے لیڈر کے قتل کی وجہ سے منتشر ہو گئی۔ آپ کا اس دشمن کے مقابلہ کے لئے تنہا ایک صحابیؓ کو بھیجنا دلائل نبوت میں سے ایک ہے۔

غزوہ بنی نضیر

آپ کو معلوم ہو گیا ہے کہ حضرت عمروؓ بن امیہ نے لاعلمی کی وجہ سے بنی عامر کے دو آدمی قتل کر دیئے تھے جن کا حضورؐ کے ساتھ معاہدہ تھا۔ ان بنی عامر کا یہود بنی نضیر سے بھی معاہدہ تھا اس لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی نضیر کے گھروں کی طرف گئے تا کہ ان سے ان دو مقتولوں کی دیت ادا کرنے میں شریک ہونے کا اور اپنا حصہ ادا کرنے کا مطالبہ کریں۔ یہود سے جنگ اور صلح میں شرکت کا معاہدہ تھا، بظاہر یہودیوں نے ہاں کر دی مگر آپؐ کو ایک مکان کی دیوار کے سائے میں بٹھا کر عمرو بن جحاش کو مقرر کیا کہ پیچھے سے جا کر مکان کے اوپر سے چکی کا پاٹ آپؐ پر پھینک کر آپؐ کو شہید کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو خبر کر دی۔ آپؐ وہاں سے اٹھ کر مدینہ تشریف لے آئے اور محمد بن مسلمہ کو بلا کر یہود بنی نضیر کے پاس روانہ فرمایا کہ تم نے عہد شکنی کر دی ہے۔ اب تم کو دس دن کی مہلت ہے اس کے اندر مدینہ منورہ سے نکل جاؤ ورنہ بعد میں جو ملے گا قتل کر دیا جائے گا وہ گھبرا کر نکلنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ مگر عبد اللہ بن ابی وغیرہ منافقینِ مدینہ نے ان کے حوصلے بڑھائے

کہ لڑو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو انکاری جواب کہلا بھیجا کہ جو چاہو کر و ہم نہیں نکلیں گے۔ پھر اپنے قلعوں میں محفوظ ہو کر بیٹھ گئے۔ سال بھر کی خوراک اندر جمع کر لی، پانی کی بھی ان کو سہولت تھی، تمام جنگی تیاری کر لی۔ ایک بار کہلا بھیجا کہ حضوؐر اپنے تیس آدمیوں کے ساتھ آ کر ہمارے علماء سے گفتگو کرو اگر آپؐ کی بات صحیح ثابت ہو جائے تو ہم مسلمان ہو جائیں گے، چنانچہ آپؐ تیار بھی ہو گئے، مگر پھر خبر ملی کہ وہ ہتھیار سنبھالے جنگ کے لئے تیار بیٹھے ہیں، آپؐ لوٹ گئے۔ دراصل بنونضیر کو قریشِ مکہ کی دھمکی بھی پہنچ گئی تھی کہ تم نے حضوؐر کا ساتھ دیا تو ہم تمہارا تیا پانچا کر دیں گے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اہلِ مدینہ کو لے کر ان کا محاصرہ کیا آج یہ راستہ فتح ہُوا کل وہ۔ اسی طرح ایک ایک کر کے تمام راستوں اور گھروں پر قبضہ کر لیا۔ بیس دن کے محاصرہ کے بعد جب ان کو منافقوں کی مدد بھی نہ آئی مجبور ہو کر جان بخشی چاہی اور آپؐ کی ساری شرطیں قبول کر لیں۔ آپؐ نے ہر تین آدمیوں کو ایک ایک اونٹ کی اجازت دے دی کہ ہتھیاروں کے بغیر جو چاہو لاد کر لے جاؤ۔ چنانچہ ان میں سے کوئی خیبر کو گیا کوئی شام کو گیا یہ لوگ پچاس زرہیں۔ تین سو چالیس تلواریں اور بڑا غلّہ چھوڑ کر چلے گئے، ان کی زمینوں پر بھی مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ ان کے سردار حُیَیّ بن اخطب، ابو رافع بن ابی الحقیق اور کنانہ سب خیبر چلے گئے۔ وہاں کے یہودیوں نے ان کو اپنا سردار بنا لیا۔ اس واقعہ کے بعد ایک ماہ تک سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم مدینہ منوّرہ میں قیام پذیر رہے۔

غزوۂ ذاتُ الرِّقاع

اس اثناء میں اطلاع ملی کہ قبیلہ غطفان کی شاخیں بنی محارب اور بنی ثعلبہ شرارت پر آمادہ اور جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ آپؐ حضرت عثمان بن عفانؓ کو مدینہ کا عامل مقرر کر کے چار سو صحابہؓ کے ہمراہ ان کے مقابلہ کے لئے گئے وہ ایک نخلستان میں جمع تھے۔ آپؐ

کی خبر سن کر وہ سب بھاگ گئے۔ جنگ کی نوبت نہ آئی۔ اس غزوہ کا نام غزوہ ذات الرقاع ہے۔ رقاع کپڑے کے ٹکڑوں کو کہتے ہیں۔ چونکہ پتھریلی زمین تھی اس لئے صحابہؓ کے پاؤں زخمی ہو گئے تھے اور انہوں نے پاؤں پر دھجیاں لپیٹ رکھی تھیں۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ ذات الرقاع اس مقام کا نام ہے جہاں تک آپؐ تشریف لے گئے تھے۔

غزوۃ السّویق

یہ سفر علاقہ نجد کا تھا اس کے بعد آپؐ تین ماہ تک مدینہ منورہ میں رہے۔ ابوسفیان غزوہ اُحد کے اختتام پر اعلان کر چکا تھا کہ آئندہ سال مقامِ بدر میں پھر لڑیں گے۔ آپؐ نے اس کا یہ چیلنج قبول کر لیا تھا۔ منافقینِ مدینہ ہر وقت مسلمانوں کے درپے آزار تھے انہوں نے نعیم بن مسعود کو مکہ معظمہ بھیجا تاکہ قریش کو جنگ پر اکسائے۔

اس سال مکہ معظمہ میں قحط کے کچھ آثار تھے۔ ابوسفیان نے نعیم کو کہا کہ تمہارا یہ کام ہے کہ جا کر مدینہ میں چرچا کرو کہ قریش جنگ کی عظیم تیاریاں کر رہے ہیں۔ تاکہ مسلمان ڈر کر اس سال مدینہ سے جنگ کے لئے نہ نکلیں تاکہ اس سال جنگ ٹل جائے اگر تم یہ کام کرلو تم کو بیس اونٹ انعام دیا جائے گا۔ نعیم نے پروپیگنڈہ ازور سے کیا حتیٰ کہ صحابہؓ کو پریشان کر دیا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے ساتھ ایک آدمی بھی نہ جائے تو میں تنہا مقابلہ کے لئے حسب اعلان بدر تک جاؤں گا۔ چنانچہ آپؐ نے تیاری فرمائی اور ڈیڑھ ہزار صحابہؓ کا لشکر لے کر بدر کو روانہ ہوئے۔ اس دفعہ مسلمانوں کے پاس دس گھوڑے تھے۔ حضرت علیؓ کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ ابوسفیان کو جب اس کا علم ہوا تو مجبوراً دو ہزار کا لشکر تیار کر کے مکہ معظمہ سے روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ پچاس سوار تھے۔ مقامِ عسفان تک پہنچا۔ ان کے پاس راشن (کھانے کو) سوائے ستو کے کچھ نہ تھا۔ اس لئے اس لشکر کا نام مکہ معظمہ میں جیش السویق مشہور ہوا۔ جب ابوسفیان کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے ڈیڑھ ہزار لشکر صحابہؓ کی خبر معلوم ہوئی وہ گھبرایا اور ستو چھوڑ کر مکہ معظمہ لوٹ گیا۔ کہ ہم قحط کے سال جنگ نہیں کرنا چاہتے۔ وہاں عورتوں نے خوب بے دے کی کہ تم لڑنے نہیں گئے تھے بلکہ ستو کھانے گئے تھے۔ جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابوسفیان کے مقام عسفان سے واپس مکہ معظمہ جانے کی خبر پہنچی۔ آپؐ بدر میں آٹھ دن قیام کرنے کے بعد مدینہ منورہ لوٹ آئے۔ یہ واقعہ آخر رجب ۴ھ کا ہے۔ اس سفر کا نام غزوہ بدر موعد اسی طرح غزوہ بدر ثانی اور غزوہ بدر صغریٰ بھی ہے۔

غزوہ دومۃ الجندل

یہ مقام مدینہ اور دمشق کے درمیان واقع ہے۔ یہاں کے حاکم مسمی اکیدر بن الملک عیسائی کے بارہ میں معلوم ہوا کہ وہ شام کے راستے حجاز کے تجارتی قافلوں پر ڈاکے ڈالتا ہے اور حملے کی تیاری کر رہا ہے۔ آپؐ ایک ہزار لشکر لے کر وہاں تشریف لے گئے وہ اچانک اسلامی لشکر کے آنے کی خبر پا کر بھاگ گیا۔ آپؐ نے چند دن قیام فرمایا اور ادھر ادھر فوجی دستے بھیج کر سرحداتِ شام پر رعب ڈال کر مراجعت فرمائی۔ اور ان خطرات کا انسداد فرمایا، جو عیسائی مملکت روم کی سرحد کے قریب شام کے پاس ایک عیسائی حاکم کی شرارت سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

غزوہ بنی المصطلق

آپؐ کو اطلاع پہنچی کہ بنی مصطلق جو قبیلہ خزاعہ کی شاخ ہے مکہ معظمہ کے قریب بمقام مریسیع مدینہ پر حملے کے لئے اپنے لوگ جمع کر رہے ہیں۔ آپؐ نے خبر پاتے ہی پہل کی اور ہزار بھر لشکر لے کر وہاں پہنچ گئے۔ بنی مصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار تھا سب شرارت ہی اسی کی تھی۔ حارث نے ایک جاسوس بھیجا تھا جس کو مسلمانوں نے گرفتار کر کے

قتل کر دیا۔ جب حارث نے جاسوس کے قتل اور اسلامی لشکر کے قریب آجانے کی خبر سنی وہ بدحواس ہو گیا۔ لڑائی میں حضرت ابو قتادہ کے ہاتھ سے مارا گیا پھر کیا تھا۔ لشکر کفار کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ان کی پانچ ہزار بکریاں دو ہزار اونٹ مسلمانوں کے ہاتھ لگے اور تقریباً چھ سو مرد و زن بھی گرفتار ہوئے جو اس وقت کے قانون کے مطابق لشکر میں تقسیم کر دیئے گئے۔ قیدیوں میں دشمن فوج کے سردار حارث کی بیٹی جویریہ بھی تھیں جو حضرت ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی تھیں۔

جویریہ کی رہائی اور برکت

جویریہ نے حضرت ثابت بن قیس سے مکاتبت کی درخواست کی یعنی کچھ مال کے عوض آزاد کر دینے کا فیصلہ کر دیں۔ انہوں نے منظور کر لیا۔ جویریہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ میری امداد کی جائے تاکہ میں حضرت ثابت کو مال ادا کر کے آزادی حاصل کر سکوں۔ اس زمانہ میں یہ بات دوست اور دشمن اور کافر سب کو معلوم تھی کہ آپؐ غریبوں اور غلاموں کی مدد کرتے ہیں۔ آپؐ نے اس کی امداد کی وہ آزاد ہو گئی۔ ادھر اس کا باپ حارث بھی چند دن کے بعد حاضر خدمت ہوا کہ میری بیٹی سردار کی بیٹی ہے، اس کو کنیز نہ بنایا جائے۔ آپؐ نے کہا کہ یہ جویریہ کا اختیار ہے، باپ نے بیٹی سے کہا میری عزت بچانا۔ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاملہ تیرے ہاتھ میں چھوڑ دیا ہے۔ اس نے کہا میں حضورؐ کی خدمت میں رہنا چاہتی ہوں۔ آپؐ نے آزاد ہونے کے بعد جویریہ سے نکاح کر لیا۔ صحابہ کرامؓ کو اس نکاح کی خبر ہوئی تو سب نے اپنے غلام اور لونڈیاں آزاد کر دیں کہ حضورؐ کے سسرال سے ایسا سلوک نہیں کیا جا سکتا۔ حارث جو بیٹی کو رہا کرانے آیا تھا خود حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ صحابہؓ نے مال غنیمت بھی واپس کر دیا۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ اپنی قوم کے لئے جویریہ سے زیادہ برکت

والی عورت میں نے نہیں دیکھی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

غزوہ بنی مصطلق میں ابنِ اُبَیّ کی شرارت

منافق لڑائیوں میں شریک نہ ہوا کرتے تھے لیکن مسلسل مال غنیمت دیکھ کر مال کے لالچ سے اس سفر میں عبداللہ بن ابی منافق بمعہ دیگر منافقوں کے شریک ہو گیا۔ راستہ میں ایک انصاری اور ایک مہاجر کے درمیان معمولی سی جھڑپ ہوئی تو دونوں نے اپنے اپنے لوگوں کو بلالیا اس طرح مہاجر اور انصار کا سوال بڑھ سکتا تھا اس کو ہوا دینے کے لئے ابن ابی منافق نے بہت سی باتیں کہیں کہ تم انصار نے خود مہاجرین کی یہ مصیبت اپنے سر سوار کی ہے نہ تم مال و دولت اور ٹھکانا دیتے نہ یہ تمہارے سر چڑھتے۔ مدینہ پہنچ کر وہاں عزت و غلبے والا دوسروں کو نکال دے گا۔ اس کی یہ باتیں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم تک پہنچیں۔ آپؐ نے فوراً کوچ کا حکم دیا اور تقریباً تیس گھنٹہ مسلسل سفر کرایا جس سے عبداللہ بن ابی کی ساری بکواس اور اشتعال انگیزی بے اثر ہوگئی اور طبقاتی سوال آگے نہ بڑھ سکا۔ یہ آپؐ کا پیغمبرانہ علاج تھا جو کارگر ثابت ہوا۔ بحث اور ثبوت و اثبات سے تکدر پیدا ہو سکتا تھا۔ جس کا موقعہ ہی آپؐ نے نہ آنے دیا۔

ابنِ اُبَیّ کا قصہ

ابن ابی منافق نے آپؐ کے پاس آکر قسمیں کھا کر ان باتوں سے انکار کر دیا۔ آپؐ نے چشم پوشی فرمادی۔ صحابہؓ کا خیال تھا کہ مدینہ پہنچکر آپؐ اس کو قتل کرنے کا حکم دیں گے۔ عبداللہ ابن ابی کا بیٹا عبداللہ بن عبداللہ بن ابی پکا مسلمان اور مخلص مومن تھا۔ اس کو پتہ لگا کہ میرا باپ اب واجب القتل ہوگیا اور اس نے یہ یہ باتیں کی ہیں وہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اپنے باپ کی گردن

مارنے کی اجازت دیجئے وہ اسلام سے پیارا نہیں ہے۔ بعضوں نے لکھا ہے اس نے کہا کہ کسی اور سے قتل کرائیں گے تو مبادا مجھے اس قاتل کو دیکھ کر غلط خیال آنے لگا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہم اس کو قتل نہیں کریں گے بلکہ جب تک ساتھ رہے گا۔ رکھیں گے بمنافق دل سے مسلمان نہ تھے صرف ڈرکے مارے کلمہ پڑھ لیا تھا اور ظاہری طور پر روزہ نماز ادا کر لیتے تھے اور شریعت ظاہر ہی کو دیکھ سکتی ہے۔ اس لئے ان کو ہمراہ جانے سے نہ روکا گیا اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا ایسا نہ ہو کہ لوگ کہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ اس کا بیٹا پہلے آکر مدینہ منوّرہ کے باہر کھڑا ہو گیا۔ جب باپ آیا تو روک کر کہنے لگا جب تک سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم داخل نہ ہوں تم نہیں آسکتے۔

منافقوں کی ایک اور شرارت

اسی سفر کے دوران ایک اور افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ اس سفر میں حضرت عائشہ صدیقہؓ ہمراہ تھیں۔ ایک پڑاؤ میں وہ قضائے حاجت کو گئیں وہاں کسی جھاڑی سے الجھ کر ان کا ہار بکھر گیا۔ موتیوں کو چننے میں دیر لگ گئی ادھر لشکرِ اسلام روانہ ہو گیا۔ حضرت صدیقہؓ ہلکی پھلکی تھیں ہودج کو اونٹ پر رکھتے وقت صحابی یہ نہ سمجھے کہ اس کے اندر ام المومنین ہیں یا نہیں چنانچہ وہ خالی ہودج اونٹ پر رکھ کر قافلے کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

حضرت صدیقہؓ واپس آئیں تو نہ لشکر ہے نہ اونٹ حیران رہ گئیں پیچھے سے حضرت صفوان بن معطلؓ اونٹ پر سوار آرہے تھے۔ ان کو آخیر میں آنے کا حکم تھا کہ لشکر سے کوئی چیز رہ گئی ہو تو دیکھتے آنا۔ وہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کو دیکھ کر حیران ہو گئے۔ آہستہ سے اونٹ بٹھایا اور ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اس پر سوار ہوئیں اور وہ مہار پکڑ کر چل دیئے حتیٰ کہ لشکر میں پہنچا دیا۔

بس اتنی سی بات تھی جس سے منافقین اور ناتجربہ کار لوگوں نے بتنگڑ بنا ڈالا۔ طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں جس سے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو اذیت پہنچی۔ اور حضرت ام المومنین کم وبیش مہینہ بھر میکے میں رہیں۔ اس وقت کے غم و اندوہ کا اندازہ ہر شخص نہیں لگا سکتا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ایک صحابیؓ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ آپؐ نے ان سے نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے یا خودبخود آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ پاکوں کے لئے پاک ہی تجویز کرتے ہیں وہ آپؐ کے لئے کیسے نامناسب جوڑا تجویز کر سکتے ہیں۔

الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات و الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات ٥

ترجمہ: ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کیلئے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کیلئے ہیں۔ اور پاک عورتیں پاک مردوں کیلئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پہلے ایک اور صدیقہ حضرت مریم علیہا السلام پر بھی یہودیوں نے بہتان باندھا تھا جن کا منہ آخر کار کالا ہوا۔

بالآخر قرآن پاک کی آیتیں نازل ہوئیں جن میں حضرت صدیقہؓ کی صفائی اور پاکدامنی بیان کی گئی۔ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں میرا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ضرور حقیقتِ حال سے واقف کر دیں گے لیکن اس سعادت کا تو خیال ہی نہ تھا کہ میری براءت کے لئے قرآن کی آیتیں نازل ہوں گی (او کما قال)

آپؐ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے گھر جا کر یہ خوشخبری سنائی۔ حضرت صدیقہ کی والدہ نے کہا عائشہ اٹھو حضور کا شکریہ ادا کرو۔ بیوی خاوند کا بھی خاص تعلق ہوتا ہے وہ بولیں میں اس خدا کا شکر کیوں ادا نہ کروں جس نے میری صفائی اور براءت نازل فرمائی (او کما قال)

آپؐ کے اقدامات کی نوعیت

(۱) ظاہر ہے کہ مدینہ منورہ کے چاروں طرف دشمن قبائل آباد تھے اور اب ان کے حوصلے بھی بلند تھے۔ اگر آپؐ ان کو جمع ہونے دیتے تو مسلمانوں کی تعداد ان کے مقابلے میں بہت کم تھی۔ آپؐ نے معمولی معمولی تعداد سے علیحدہ علیحدہ سب کو بے بس کر دیا۔

(۲) آپؐ نے ان مہمات و اقدامات میں رات کا سفر اختیار کیا تاکہ دشمن کو خبر نہ لگ سکے۔ اور آپؐ کا حملہ اچانک ہو سکے۔

ورنہ ان کے حلفاء اور انصار و اعوان موجود تھے اگر ان کو ان کے اکٹھا کرنے کا موقعہ مل جاتا ہر جنگ آپؐ کو مہنگی پڑتی۔

(۳) پہلی فتح کا اثر انسانی فطرت پر ہمیشہ زیادہ پڑتا ہے۔ احد کے نقصانات کے بعد آپؐ نے مختلف فتوحات حاصل کیں۔ اس لئے جب بھی باقی قبائل آپؐ کی فتوحات کی خبریں سُنتے مرعوب ہو کر پست ہمت ہو جاتے اسی لئے آپؐ نے ہر ہر مخالف و محارب قبیلہ کو سر اٹھانے اور سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا۔ اور ہر ایک کو شکست دے کر اوروں پر اثر ڈالا۔

(۴) رات کو سفر کر کے صبح سویرے دشمن پر حملہ کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے یا تو دشمن سویا ہوتا ہے یا سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت میں ہو کر جلدی مقابلہ کا انتظام نہیں کر سکتا۔ مگر اس دھندلکے میں جنگ کرنا آسان نہیں اس میں کامیابی کے لئے ایک تو سخت قابلیت و احتیاط کی ضرورت ہے کہ کہیں آپس ہی میں ایک دوسرے کو قتل نہ کرنے لگیں۔ دوسرے انتہائی ضبط (ڈسپلن) کی ضرورت ہے۔ مکمل کنٹرول کے بغیر اندھیرے میں فوج کو نہیں لڑایا جا سکتا۔ پھر اس حالت میں بچوں، عورتوں اور

بوڑھوں کو بچانے کا کام بھی خاص مشکل ہے۔ بہر حال آپؐ نے ہر طرح کامیابی سے اس کو نبھایا۔

(۵) یہودی بنی نضیر نے راستوں میں پتھروں کے ڈھیر لگا کر ان کو اپنی ڈھال بنا دیا تھا گھروں اور پتھروں کے ڈھیروں کی آڑ میں سختی سے جانبازوں کی طرح لڑ رہے تھے اور شہروں کے اندر لڑائی اسی لئے حملہ آور کو بہت مہنگی پڑتی ہے اور شہری دفاع کرنے والوں کو کوچوں اور راستوں کا علم ہونے کی وجہ سے بڑی سہولت ہوتی ہے۔ ایسی لڑائیوں میں آپؐ کا ہر ہر راستے کو صاف کر کے آہستہ آہستہ آگے کو بڑھتے جانا اور ایک ایک گھر پہ قبضہ کر کے ان کے محفوظ قلعوں تک پہنچ کر ان کو اپنی شرائط ماننے پر مجبور کرنا آپؐ کے انتہائی قابلیت اور اعلیٰ کنٹرول کی دلیل ہے۔

(۶) ابداع کا فن بھی عجیب ہے کہ ایسی نئی چال چلی جائے کہ دشمن سمجھ ہی نہ سکے اور وہ آپؐ کے مقاصد ماننے پر مجبور ہو جائے۔ آپؐ نے حضرت عبداللہ بن انیس کے طریق کار کو دیکھا کہ دشمن سمجھ ہی نہ سکا اور صرف اس کے قتل سے ہزاروں انسانوں کی ہولناک جنگ ٹل گئی۔ اسی طرح آپؐ نے دیکھا کہ غزوہ بنی مصطلق کے بعد عبداللہ بن ابی منافق نے انصار و مہاجرین کا فتنہ کھڑا کرنے کے لئے کتنی شرارت کی۔ آپؐ نے بالکل نیا علاج تجویز فرمالیا۔ اس بحث ہی میں نہ پڑے اور کوچ کا حکم دے دیا۔ مسلسل تیس گھنٹے کے سفر سے تھکے ماندے مسلمان خوب سوئے اور جب جاگے تو سوائے مظفر و منصور اور کامیاب بامراد لوٹنے کے کوئی بات بھی نہ تھی۔ دلوں سے سب کچھ ختم ہو چکا تھا نہ ان باتوں کا چرچا ہو سکا۔

بہر حال آپؐ نے جنگِ احد کے اندر بھاری نقصانات کے باوجود قریش کے پروپیگنڈے پڑوسی قبائل کی شرارت پسندی، یہودیوں کی سازشوں اور منافقوں کے کرتوتوں کے جواب میں جس بالغ نظری کا ثبوت دیتے ہوئے مدینہ منورہ کو مضبوط مرکز

بنانے کی سعی کی۔ یہ آپؐ ہی کا حصّہ تھا۔ ان باتوں سے پیغمبرانہ برکات کے سوا عالم اسباب میں آپؐ کی بے مثال جنگی قیادت کا ثبوت ملتا ہے۔ اب مدینہ اور اس کے آس پاس سوائے یہود بنی قریظہ کے کوئی قابل لحاظ طاقت اسلام کے مقابلہ کی نہ رہی اور بنو قریظہ مدینہ منوّرہ سے قریب ہی تھے مگر ان سے معاہدہ کی تجدید ہو گئی تھی۔ جس پر وہ آخر تک قائم رہے البتہ غزوہ خندق کے موقعہ پر دیگر روساء یہود نے ان کو نقضِ عہد پر مجبور کر دیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

جنگِ خندق

جنگِ احد کے بعد مشرکین ۔ منافقین اور یہودیوں کی خفیہ کوششیں اور سازشیں جاری رہیں کہ اس نومولود (تازہ) مسلم قوت کو کچل دیا جائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحیثیت ایک اعلیٰ مدبر اور بہترین سیاست دان کے اس سے غافل نہ تھے۔ آپؐ نے پہلے تو جنگِ احد میں مسلمانوں کے نقصانات سے جو اثرات پیدا ہوئے تھے یا مخالفین کے حوصلے بڑھے تھے یا اس جنگ کو ظاہری نقصانات کی وجہ سے مسلمانوں کی شکست قرار دے کر جو پروپیگنڈا کیا گیا تھا۔ آپؐ نے پڑھ لیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس طرح اس کو ختم کیا۔

(۱) پہلے تو آپؐ نے چند ہمراہیوں سمیت ہزاروں محاصرین کا محاصرہ توڑ کر ان کے درمیان سے راستہ بنا کر پہاڑ میں مورچہ سنبھال لیا۔

(۲) جب وہاں دشمن کے سوار دستوں نے پے در پے حملے کئے مٹھی بھر مسلمانوں نے ان کا منہ موڑ دیا۔

(۳) اور جب ابی بن خلف حضورؐ کا نام لے کر آپؐ پر حملہ آور ہوا۔ آپؐ کے دستِ مبارک سے زخمی ہو کر بھاگا اور مکہ پہنچنے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا اور یہ ایک ہی بدبخت شخص ہے جو آپؐ کے دستِ مبارک سے قتل ہوا۔

(۴) آپؐ نے ابوسفیان کا آئندہ سال بدر میں لڑنے کا اعلان جنگ خود قبول کیا۔

(۵) دشمن کی فوجیں نہ مٹھی بھر مسلمانوں کا صفایا کر سکیں نہ مدینہ پہ حملہ آور ہو سکیں جو دو تین میل کے فاصلہ پہ پاس ہی تھا۔

(۶) سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مٹھی بھر دستوں کو ساتھ لے کر جنگ جاری رکھی اور ان نازک حالات میں سات سو صحابہؓ میں سے صرف دس فی صد کی قربانی دیکر

نو حصہ فوج کو بچا لیا۔

(۷) دشمن میدانِ جنگ چھوڑ کر تھک کر واپس ہو گیا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد میں شہیدوں کو دفنا کر آرام سے مدینہ کو لوٹے۔

(۸) دشمن نہ ایک آدمی گرفتار کر سکا۔ نہ مال غنیمت حاصل کر سکا، بلکہ اپنے دس بارہ قیمتی علمبردار اور مشہور سردار قتل کرا چکا تھا۔ اس لئے مکہ معظمہ واپس جانے سے شرما رہا تھا۔ اور اسی لئے اس نے فیصلہ کیا کہ راستہ سے پھر لوٹ کر مدینہ پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں تاکہ اہلِ مکہ کو کوئی کارنامہ تو بتایا جا سکے۔ مگر جب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسرے دن صرف کل کے شرکاءِ جنگ کو ساتھ لے کر ان کا تعاقب کیا تو وہ بھاگ گئے اور آپؐ حمراء الاسد کے مقام پر تین دن قیام کر کے واپس آئے۔

(۹) اس کے بعد آپؐ نے مسلسل دشمنوں کے اجتماعات یا منصوبوں کی خبریں حاصل کرنے کے بعد ان کو نہس نہس کر دیا نہ جمع ہونے دیا نہ ملکر مدینہ منورہ پر حملہ کا موقعہ دیا۔ سال بھر آپؐ مدینہ منورہ کو آنے والے یقینی حملوں اور خطرات سے بچانے میں لگے رہے۔ دنیا کا کوئی لائق سے لائق جرنیل بھی فن حرب اور جنگی مہارت کا یہ نمونہ پیش نہیں کر سکتا۔

دشمن کی جنگِ خندق کے لئے تیاریاں

بہر حال آپؐ کا دشمن چوکنا ہو گیا تھا اس نے بڑی احتیاط سے کام لیا اور نہایت رازداری سے مسلمانوں کی بیخ کنی کی تیاری کی۔

دشمن کی ابتدائی تیاری

چنانچہ بنی نضیر کے یہودیوں کا وفد جو خیبر کی طرف جلاوطن کر دیئے گئے تھے اور ان کا

سردار حیی بن اخطب، سلام ابن ابی الحقیق اور دوسرے یہودی سرداروں نے مل کر مکہ معظمہ جاکر قریش کو بڑھکایا بلکہ وہاں چندہ کی فہرست کھولی جس میں اہلِ مکہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انہوں نے پرانی دشمنیوں کو ابھارا۔ قصاص کا جوش پیدا کیا قبائل میں دورے کئے سارے عرب کو گرما دیا۔ اور اندر ہی اندر لڑائی کی پوری تیاری کر لی۔

لشکرِ کفّار کی روانگی

۵ھ ہجری میں ابوسفیان چار ہزار کا لشکر لیکر مکہ معظمہ سے نکلا۔ راستے میں دوسرے قبائل کے لشکر کا جائزہ لیا گیا تو دس ہزار لڑاکے جوان اور بہادر ساتھ تھے۔ یہودی اور بنو قریظہ اس کے سوا تھے اور بعض روایات میں ہے کہ تقریباً چوبیس ہزار کا لشکر جمع ہو چلا تھا۔ بہر حال عرب کا یہ تاریخی لشکر مدینہ کی طرف بڑھا۔

قریش کا سپہ سالار ابوسفیان پورے لشکر کا کمانڈر تھا۔ غطفان کا عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف قبیلہ اشجع کا مسعر بن رجیلہ تھا۔ اسی طرح باقی قبائل اور یہود کے سردار و سپہ سالار بھی تھے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاری

کفار نے اب کے پوری رازداری سے کام لیا لیکن لشکر کی روانگی اور عظیم تیاری کی خبر آخرکار مدینہ منورہ پہنچ گئی۔ آپؐ نے فوراً صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو بلاکر مشورہ طلب فرمایا۔ آخرکار حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ پر عمل کرنا قرار پایا انہوں نے ملک فارس کے رواج کے مطابق تجویز پیش کی کہ مدینہ کے گرد دشمن کے سامنے ایک بڑی خندق کھودی جائے تاکہ دشمن اس کو عبور نہ کر سکے اور اس

کے دونوں طرف سے دونوں لشکر لڑتے رہیں۔ ہم ان کو خندق پار کرنے نہ دیں گے۔

آپؐ نے صحابہؓ پر خندق کی کھدائی تقسیم فرمادی۔ پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری خندق کھودنے کے لئے صحابہؓ کے حوالے کام کر دیا گیا کہ ہر دس آدمی بیس گز خندق کھودیں آپؐ خود بھی خندق کھود رہے تھے۔ صحابہؓ نے رات دن کام جاری رکھا۔ یہاں تک کہ دشمن کے پہنچنے سے پہلے پہل خندق تیار ہو گئی۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی قوت

خندق کھودتے وقت ایک جگہ سخت چٹان سامنے آ گئی۔ صحابہؓ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ خندق کو چٹان سے ہٹا کر ذرا ٹیڑھا کر دیا جائے۔ آپؐ اپنا پھاوڑا یا کدال ہمراہ لے کر تشریف لائے۔ خندق میں اترے اور ایک ضرب چٹان پر لگائی جس سے روشنی دکھائی دی۔ آپؐ نے "اللہ اکبر" کا نعرہ لگایا آپؐ کے ہمراہ سارے صحابہؓ نے بھی تکبیر کہی آپؐ نے فرمایا اس روشنی میں مجھے بصریٰ کے محل دکھائے گئے جس کا مطلب یہ ہے کہ شام کا ملک اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو دیدیا۔ پھر آپؐ نے دوسری ضرب لگائی پھر روشنی نکلی اور چٹان پہلے سے زیادہ پھٹنے کے قریب ہو گئی۔ آپؐ نے اسی طرحؐ "اللہ اکبر" کی صدا بلند فرمائی اور ارشاد فرمایا مجھے فارس کی کنجیاں دی گئیں (او کما قال) یعنی ملکِ ایران پر آپ لوگوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ پھر آپؐ نے تیسری چوٹ چٹان پر لگائی چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی پھر روشنی نکلی آپؐ نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ آپؐ کے ساتھ صحابہؓ نے بھی یہی نعرہ بلند کیا آپؐ نے ارشاد فرمایا اس روشنی میں مجھے یمن کا ملک بتایا گیا اس پر بھی آپ لوگوں کا قبضہ ہوگا۔ (او کما قال)

ایک اور واقعہ

خندق کھودتے وقت ایک صحابیؓ حاضر ہوئے اور اپنے پیٹ پر پتھر باندھا

ہُوا بتایا کہ بھوک کی وجہ سے کمر پہ اثر نہ ہو۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے کپڑا اٹھا کر اپنے شکم مبارک پہ باندھے ہوئے دو پتھر بتائے۔ بہر حال اس تکلیف اور فاقوں کی حالت میں جنگ کی تیاری ہو رہی ہے۔ جاں نثار خندق کھود رہے ہیں۔

اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زبان مبارک سے فرما رہے ہیں۔

اللّٰھم لاخیر الاخیر الاخرۃ فاغفر للانصار والمھاجرۃ

ترجمہ:۔ اے اللہ بھلائی اور اچھائی تو بس آخرت کی ہے۔ تو اے اللہ انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔

ایک معجزہ کا ظہور

ایک صحابی حضرت جابرؓ نے آکر عرض کی کہ آپؐ میرے ہمراہ کھانے کو چلیں۔ انہوں نے گھر میں آپؐ کے لئے کچھ کھانا تیار کرنے کا انتظام کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں تنہا یا اور بھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپؐ اور جس کو آپؐ چاہیں۔ آپؐ اپنے ہمراہ سارے صحابہ کرامؓ کو لے گئے۔ وہاں پہنچ کر آپؐ نے اُن کی بیوی کو حکم دیا کہ روٹیاں پکاتی جاؤ اور برتن سے سرپوش نہ اٹھاؤ۔ کھانا آتا گیا اور صحابہؓ کھاتے گئے، یہاں تک کہ تمام صحابہؓ سیر ہو گئے اور آٹا ابھی باقی تھا۔ آپؐ کی ساری زندگی ہی معجزہ تھی مگر آپؐ پر عبدیت غالب تھی۔ کبھی آپؐ نے حکم خداوندی کے بغیر کوئی اقدام نہیں فرمایا۔

آپؐ کی جنگی تیاری

آپؐ نے خندق کوہ سلع سے شروع کرائی اور مدینہ منورہ سے باہر ایک جنگل تھا اس سے ملا دی۔ خود مع صحابہؓ کے شہر مدینہ سے باہر خندق کے اندر مورچے سنبھال لئے۔

آپؐ نے خندق کے ایک ایک انچ کی حفاظت کا انتظام فرمایا۔ اور صحابہؓ کی ڈیوٹیاں مقرر فرمادیں کہ کسی جگہ سے دشمن خندق کو پار نہ کرسکے۔ کوئی کوشش کرے تو تیروں سے ان کو چھلنی کردو۔

آپؐ نے عورتوں اور بچوں کو مدینہ منورہ کے محفوظ اور مضبوط مکانوں میں اکٹھا کردیا اور ان کی نگرانی کے لئے دو تین سو صحابہؓ کی فوج مقرر کردی۔ اور خود مجاہدین صحابہؓ کے ہمراہ خندق کی حفاظت شروع کردی۔ صحابہؓ تمام خندق کے حصوں میں پھیل گئے۔

دشمن کی آمد

دشمن کے لشکر کی عجیب شان تھی۔ عربوں نے کبھی اتنا بڑا لشکر نہ دیکھا تھا اور نہ ہی اتنی تیاری دیکھی تھی۔ انہوں نے آکر دیکھا کہ مدینہ کے غیر محفوظ حصّہ کے سامنے گہری خندق ہے اور اس پار جاں نثار صحابہؓ ہتھیار سنبھالے موجود ہیں۔ انہوں نے یہ بات پہلی بار دیکھی۔ اس لئے کہ عربوں میں خندق کا رواج نہ تھا۔ وہ حیران رہ گئے۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم صرف تین ہزار صحابہؓ کی فوج لے کر ان کے سامنے سدِ سکندری بن گئے، کفّار نے محاصرہ کرلیا، مسلمانوں پر باہر سے غلّہ وغیرہ کی آمد بند کردی خود چاروں طرف لوٹ مار مچادی اور ہزاروں جانور پکڑتے اور کھاتے، محاصرہ رکھے ہوئے گل چھرّے اڑاتے، بہت سے مسلمان اتنا لاؤ لشکر دیکھ کر پریشان ہوتے، لیکن ان کے دلوں کی کیفیت وہ تھی جس کو قرآن پاک نے ان مبارک کلمات میں ادا فرمایا

ولما رأ المؤمنون الاحزاب قالوا ھٰذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ وما زادھم الا ایمانا وتسلیما ہ

ترجمہ:۔ اور جب مسلمانوں نے قبائل کی فوجوں کو دیکھا تو بول اٹھے۔ یہ وہی ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسولؐ نے ہم سے کر رکھا ہے اور خدا اور اسکے رسولؐ نے

سچ ہی فرمایا ہے۔ ان حالات نے ان کے ایمان اور (جذبۂ) اطاعت کو اور بھی بڑھا دیا۔

نازک صورتِ حال

اب محاصرے کو بہت دن گزر چکے تھے۔ مسلمانوں کی حالت نازک تھی۔ دشمن کے ڈر سے رات کو بھی خندق کا پہرہ کرنا پڑتا تھا۔ موسم کی سخت سردی۔ آسمان کے نیچے راتیں گزارنا۔ سامان اور راشن و خوراک کی کمی۔ دشمن کی کثرت اور اس پر مستزاد یہ ہوا کہ حیی بن اخطب نے کوشش کر کے یہود بنو قریظہ کو مسلمانوں سے معاہدہ کو توڑنے پر مجبور کر دیا۔ پھر اتنے مخالف ہو گئے کہ ان کے پاس بعض صحابہؓ نے جا کر سمجھانے بجھانے کی کوشش کی وہ کہنے لگے ہمارا کوئی معاہدہ نہیں۔ نہ ہم تم کو جانتے ہیں۔ بنو قریظہ کی اس عہد شکنی سے مسلمانوں کی حالت اور زیادہ نازک ہو گئی۔ یہ یہودی مدینہ کے پاس ہی آباد تھے۔ پہلے ان کی وجہ سے پشت کی طرف سے خطرہ محسوس نہ ہوتا تھا۔ اب ان کی طرف سے مدینہ منورہ پر پیچھے سے حملے اور بال بچوں کی بے حرمتی کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اگر وہ جرأت کرتے تو مسلمانوں کو پیچھے سے مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے روک دیتے یا مسلمان ادھر متوجہ ہو کر خندق کی حفاظت نہ کر سکتے۔ اب دو طرفہ پریشانی تھی۔ موسم جاڑے کا تھا۔ سردی زوروں پر تھی۔ صحابہؓ کے پاس سامان کی کمی تھی۔ راتوں کو آسمان کے نیچے خندق کی حفاظت کرنی تھی۔ نمازیں بھی پڑھنی تھیں۔ آگے ٹڈی دل فوج تھی۔ پیچھے سے یہود کا خطرہ ستانے لگا۔

ایسے نازک وقت میں حواس پر قابو رکھنا آسان کام نہیں ہے۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کی سختی دیکھ کر حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ جو انصار کے رئیس تھے کے سامنے تجویز پیش کی کہ اگر مدینہ منورہ کی پیداوار کا تہائی حصہ غطفان کو دینا مان لیں اور ان کو ان سے علیحدہ کر لیں۔ انصار نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر خدا تعالیٰ

کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر۔ اگر یہ بات آپؐ ہم پر رحم کی خاطر فرما رہے ہیں تو ان کافروں کو ہم نے کفر کی حالت میں بھی مدینہ کی ایک کھجور نہیں دی، اب اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام کی عزت عطا فرمائی۔ آپؐ کی صحبت سے نوازا! اب ہم ان کو مدینہ کی پیداوار کیسے دے سکتے ہیں؟ ہمارے پاس ان کے لئے تلوار کے سوا کچھ نہیں ہے۔

آپؐ صحابہؓ کرام کی استقامت سے مطمئن ہوئے محاصرہ اور جنگ جاری رہی۔

کفّار کی یلغار

یوں تو کفار خندق کے مختلف حصّوں تک پہنچنے اور مسلمانوں کو پیچھے دھکیلنے کی کوشش کرتے رہے۔ روز ایک نئے سپہ سالار کی ماتحتی میں ہزاروں کی فوج حملہ کرتی کہ خندق کے پاس پہنچ جائے اور مسلمانوں کو پیچھے دھکیل کر خندق کو پار کرنے کا انتظام کر لیا جائے مگر روزانہ مسلمان ان کو تیروں کی بارش سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے۔ حتیٰ کہ انہوں نے سواروں کے مختلف دستے مقرر کر رکھے تھے جو باری باری حملے کرتے اور اس طرح تمام دن صحابہؓ کو پریشان اور مصروفِ جنگ رکھتے مگر ایک بار خطرناک مقابلہ فریقین میں ہوا یہاں تک کہ رات آگئی دشمن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکا بلکہ صحابہؓ نے ان کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

خندق کو عبور کر لیا

ایک بار مشرکوں نے مشورہ کیا اور خندق کی ایک تنگ جگہ تجویز کر کے اس کو عبور کرنے کی سعی کی۔ گھوڑوں کو پیچھے سے دوڑا کر خندق کو پار کر گئے۔ ان میں عرب کا مشہور بہادر عمرو بن عبدود بھی تھا جو ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا اور اس کے ہمراہ جو خندق پار کر سکے تین آدمی اور تھے۔ ضرار، جبیرہ اور نوفل۔

خندق کے اندر جنگ

عمرو بن عبد ود نے للکارا ہے کوئی جو میرے مقابلہ میں آئے فوراً حضرت علیؓ
کھڑے ہو گئے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روک دیا۔ عمرو بن عبدود نے پھر پکارا
پھر حضرت علیؓ تیار ہو گئے۔ آپؐ نے پھر روک دیا۔ اب کے تیسرے بار جب اس نے پکارا اور
پھر حضرت علیؓ تیار ہوئے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو کون ہے
یہ عمرو بن عبد ود ہے حضرت علیؓ نے عرض کیا میں جان کر ہی جانا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے
نے عمامہ بندھایا۔ تلوار اپنے دست مبارک سے دی۔ دعا فرمائی اور ان کو مقابلہ پر
جانے کی اجازت دی وہ آگے بڑھے اور چند صحابہؓ بھی بڑھے اور فوراً اس مقام پر ڈٹ
گئے جہاں سے عمرو بن عبد ود اور اس کے ساتھی خندق کو عبور کر آئے تھے تاکہ دشمن
کے آدمی امداد کو نہ آسکیں۔ ادھر حضرت علیؓ کا مقابلہ عمرو بن عبد ود سے ٹھن گیا عمرو بن عبدود
نے دریافت کیا تم کون ہو فرمایا علی بن ابی طالب۔ وہ بولا ابوطالب میرا دوست تھا
بہتر ہے تم واپس چلے جاؤ۔ میرے ہاتھ سے نہ مارے جاؤ۔ حضرت علیؓ نے بات کاٹ
کر فرمایا میں نے سنا ہے جو شخص تم سے تین سوال کرے ایک سوال تم ضرور پورا کرتے ہو
اس نے کہا درست ہے۔ اب حضرت علیؓ نے فرمایا تو میرا پہلا سوال یہ ہے کہ تم مسلمان
ہو جاؤ۔ اس نے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا دوسرا سوال یہ ہے کہ تم میدانِ جنگ سے واپس
چلے جاؤ۔ اس نے کہا میں مکہ کے لوگوں کو ہنسنے کا موقع نہیں دے سکتا۔ حضرت علیؓ نے
نے فرمایا کہ پھر یہ تیسرا سوال ہے کہ میرے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ وہ مسکرایا کہنے
لگا کہ کیا اس آسماں کے نیچے ایسا کوئی شخص بھی ہے جو مجھ سے لڑنے کو کہے۔ پھر غیرت کے
مارے گھوڑے سے نیچے اتر کر اپنے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دیں اور پیدل ہو کر حضرت
علیؓ کے مقابلہ میں بڑھا جو پیدل تھے۔ بن ود نے بڑھتے ہی تلوار کا وار کر دیا جس کو

حضرت علیؓ نے ڈھال پر لیا مگر وار سخت تھا وہ ڈھال کو کاٹ کر سر کے خود کو بھی کاٹ کر سر کو کچھ زخمی کر گیا۔ مگر یہ معمولی تھا جس کا ہمیشہ حضرت علیؓ ذکر کیا کرتے۔ عمرو بن عبدود کے وار کے بعد حضرت علیؓ نے اس کو سنبھلنے کا موقعہ نہیں دیا اور فوراً پھرتی سے تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ اس کے مونڈھے کو چیرتی ہوئی نیچے تک پہنچ گئی اور عمرو بن عبدود زمین پر ڈھیر تھا۔ حضرت علیؓ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا جس سے مسلمانوں کے لشکر نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے فتح دیدی۔ انہوں نے بھی نعرۂ تکبیر کہا۔ عمرو بن عبدود کے دوسرے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان میں سے ایک آدمی نوفل بھاگتے ہوئے خندق میں گر گیا۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ آتے ہی گر گیا تھا۔ بہرحال اس پر تیروں اور پتھروں کی بارش ہو گئی۔ اس نے درخواست کی کہ میں شریفوں کی موت مرنا چاہتا ہوں مسلمانوں نے درخواست قبول کر لی اور حضرت علیؓ نے اتر کر اس کو قتل کر دیا۔ عمرو بن عبدود کے بعد ضرار اور ہبیرہ نے مقابلہ کی کوشش کی مگر آخر کار بھاگ نکلے۔

مشرکین نے کہلا بھیجا کہ دس ہزار درہم لے لو اور نوفل کی لاش دیدو۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے حکم دیا کہ لاش بغیر کسی معاوضہ کے حوالے کر دو۔ بعضوں نے کہا ہے کہ عمرو بن عبدود کی لاش کا معاوضہ وہ ادا کرنا چاہتے تھے جس کو آپؐ نے بغیر معاوضہ کے دیا۔

یہود کی شرارت

مسلمانوں کو یہودیوں کی طرف سے ہر وقت پیچھے سے خطرہ محسوس ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک یہودی آیا اور مناسب موقع دیکھ کر دیوار سے اندر داخل ہو گیا جہاں سے مستورات کی جگہ قریب تھی۔ اگر یہ خبیث جا کر باہر اطلاع کر دیتا تو یہودیوں کی طرف سے اس جگہ پر حملے کا خطرہ بڑھ جاتا۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی حضرت

صفیہ نے ایک چوب لی اور اس کے سر پر مار کر اس کو ہلاک کر دیا، پھر سر کاٹ کر دیوار سے باہر پھینک دیا۔ یہود سمجھے کہ یہاں بھی مسلمانوں کی فوجی قوت مورچے لگائی ہوئی ہے وہ حملہ کرنے سے باز رہے۔

جنگی چال

آج کل کے قوانین جنگ میں اس امر کی کھلی اجازت ہے کہ میدانِ جنگ میں دشمن کو دھوکا دینا، راستہ بدلنا۔ چھپ کر حملہ کرنا اور دشمن کو آپس میں لڑا دینا یا دشمنوں میں پھوٹ ڈالنا، جنگی چال کی حیثیت سے سب کچھ کیا جاسکتا ہے۔

ادھر جنگ جاری ہے مسلمان انتہائی نازک حالات سے دوچار ہیں۔ جس کا نقشہ قرآن پاک نے اس طرح کھینچا ہے۔

اذجاؤکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وظنوا باللہ ظنونا۔ ھنالک ابتلی المؤمنون وزلزلوا زلزالا شدیدا ہ

ترجمہ :۔ جب دشمن تم پر اوپر اور نیچے کی طرف آ پڑے اور جب آنکھیں ڈگنے لگیں اور دل حلق کو پہنچ گئے (یعنی کلیجے منہ کو آگئے) اور مسلمان خدا کی نسبت قسم قسم کے گمان کرنے لگے۔ مسلمانوں کی آزمائش کا وقت آگیا اور ان کو خوب ہی جھنجوڑا گیا۔

لیکن اسلام کی حقانیت اندر ہی اندر اپنا کام کر رہی تھی بعض لوگ دشمنوں سے آآ کر مسلمان ہو رہے تھے۔ چنانچہ نعیم ابن مسعود اشجعی قبیلہ غطفان کے ایک رئیس تھے وہ مسلمان ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہونے کی خبر نہ یہود کو تھی نہ مشرکوں کو۔ وہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا میں مسلمان ہو چکا ہوں لیکن میرے اسلام کی خبر کسی کو نہیں میں جاکر ان قبائل اور یہود کے درمیان بات کرتا ہوں۔ آپؐ

نے اجازت دے دی۔

وہ پہلے یہود کے پاس گئے کہنے لگے تم مجھے کیسے سمجھتے ہو۔ انہوں نے کہا آپ نے کبھی غلط بیانی نہیں کی۔ انہوں نے کہا پھر تم کو لڑنا ہے تو قریش اور غطفان سے چند معزز آدمی بطور یرغمال کے اپنے پاس لے کر رکھ لینا۔ اگر جنگ میں فتح نہ ہوئی تو وہ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں گے اور تم کو مسلمانوں میں رہنا ہے جن کا مقابلہ تم تنہا نہیں کر سکتے۔ اس لئے ان سے چند آدمی بطور ضمانت رکھ لو کہ وہ تمہیں تنہا چھوڑ کر نہ جائیں۔ اس کے بعد حضرت نعیم قریش اور غطفان کے پاس پہنچے۔ ان سے کہا کہ یہودی جنگ میں بے دلی سے شریک ہوئے ہیں۔ ان کو حیی ابن اخطب نے مسلمانوں کے معاہدہ توڑنے پر مجبور کر دیا تھا اور سبز باغ دکھائے تھے۔ اب یہودی تمہارے چند معزز اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے تمہارے ان آدمیوں کو مسلمانوں کے حوالے کر کے جنگ کا نقشہ ہی بدل دیں۔

قریش اور غطفان نے ایک مشترکہ پیغام بذریعہ عکرمہ بن ابوجہل یہود بنو قریظہ کے پاس بھیجا کہ کل مل کر مشترکہ حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ تاکہ محمدؐ اور مسلمانوں کا کام تمام کر دیں۔ یہ شوال ۵ھ ہجری ہفتہ کی رات کا قصہ ہے۔ یہودیوں نے کہا کل یوم سبت (ہفتہ کا متبرک دن) ہے ہم کل نہیں لڑ سکتے۔ ساتھ ہی ایک بات اور بھی ہے ہم محمد کے ساتھ تب لڑیں گے کہ تم چند خاص آدمی بطور ضمانت ہمارے حوالے کر دو۔

جب یہ پیغام عکرمہ لے کر قریش و غطفان کے پاس واپس پہنچے ان سب کو حضرت نعیم کی بات کا یقین آگیا۔ انہوں نے بنو قریظہ کو کہلا بھیجا کہ جنگ کرتے ہو تو اچھا ورنہ ہم ایک آدمی بھی تمہارے پاس ضمانت نہیں رکھتے۔ اس بات سے یہود کو بھی حضرت نعیم کی بات کا یقین آگیا۔ اس طرح مشرکین اور یہود کے درمیان بد دلی اور پھوٹ پڑ گئی۔

کفار کی شکست

دوسری طرف اچانک ہوا کا طوفان آگیا۔ سردی تو پہلے سے تھی۔ اب مشرکین ٹھٹھرنے

لگے۔ ہوائی طوفان نے خیمے اکھیڑ دیئے۔ ہانڈیاں الٹ دیں۔ آگیں بجھا دیں۔ آپؐ نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ رات کی تاریکی میں دشمن کے لشکر گاہ میں گئے۔ دیکھا کہ ابوسفیان قریش سے کہہ رہا ہے۔ پانی اور رسد ختم ہے۔ طوفان نے تباہی مچادی ہے۔ سردی کا زور ہے۔ ان حالات میں یہاں ٹھہرنا فضول ہے میں یہ گیا۔ پس اونٹ پر سوار ہو کر چلدیا اور تمام لشکرِ قریش بھی واپس ہو گیا۔ غطفان نے سنا تو وہ بھی لوٹ گئے۔ یہودی بھی محاصرہ چھوڑ کر اپنے قلعوں میں پناہ گزین ہو گئے۔ مطلع بالکل صاف ہو گیا۔ اور حضورؐ اطمینان اور کامیابی سے شہر میں داخل ہو گئے۔ صحابہؓ کے چھ آدمی شہید ہوئے۔ کفار کے تین آدمی مارے گئے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بس اس کے بعد مشرکین ہم پر چڑھ کر نہ آئیں گے۔ آئندہ ہم ان پر حملہ کریں گے۔ ظاہر ہے اتنے عظیم لشکر اور تیاری کے باوجود جب وہ مایوس ہو کر لوٹے تو آئندہ وہ کیا کر سکیں گے۔

اس جنگ میں دشمن کا ایک تیر حضرت سعد بن معاذ انصاری کو لگا جس سے ایک رگ کٹ گئی اور خون زیادہ نکلنے لگا۔ آپؐ نے ان کی تیمارداری کے لئے مسجد کے پاس انتظام فرمایا یہ انصار کے قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ اسی زخم سے ان کی وفات ہوئی لیکن بنی قریظہ کے فیصلے کے بعد۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیادت

اس لڑائی نے ایک بار پھر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جنگی قیادت اور بہترین اہلیت کا سکہ دلوں پر بٹھا دیا۔ تعداد کی کمی۔ راشن و رسد کے فقدان۔ کئی گنا فوج سے مقابلہ۔ موسم کی سردی۔ راتوں کو خندق کی حفاظت۔ آسمان کے نیچے بسر کرنا۔ سامان کا نہ ہونا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ یہودیوں کی بدعہدی سے شہر پر پیچھے سے حملے کا خطرہ۔

ان تمام حالات میں بیس پچیس دن تک محصور رہ کر مقابلہ کرتے رہنا آسان کام نہیں ہے۔ یہ سب کچھ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ضبط و نظم تھا۔ حسن انتظام اور استقامت تھی۔ یہودی بے ایمان مذاق اڑاتے تھے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم) اپنے ساتھیوں کو یمن۔ شام و ایران پر قبضہ کرنے کی امیدیں دلاتے ہیں، مگر حالت یہ ہے کہ پاخانہ پھرنے کے لئے بھی اب باہر نہیں جاسکتے۔ آخرکار اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوئی اور آپؐ نے بعض روایتوں کے مطابق ایک مٹھی ریت کی اٹھا کر دشمن کی طرف پھینک دی جو لشکر کی آنکھوں وغیرہ میں پڑی اور طوفان نے تباہی مچادی۔ آپؐ کے تھوڑے صحابہؓ ڈٹے رہے مگر دس ہزار سے ۲۴ ہزار تک کا عظیم لشکر محاصرہ کے طول سے اکتا گیا اور موسمی حالات کا مقابلہ نہ کرسکنے کی وجہ سے منتشر ہونے پر مجبور ہوگیا۔ (مدد سب اللہ کی طرف سے ہے)

عمرو بن عبد ود اور حضرت علیؓ

آپ ان کا مقابلہ پڑھ چکے ہیں۔ اس واقعہ سے میں نے دو نتیجے اخذ کئے ہیں۔

عمرو بن عبدود کے مقابلے کا ایک پہلو

حضرت علیؓ نے تین بار اپنے کو عمرو بن عبدود کے مقابلہ کے لئے پیش کیا۔ اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے آخری بار جانے کی اجازت دی۔ انہوں نے کیوں ایسا کیا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ کفار کے مقابلہ میں جو اپنے کو زیادہ طاقتور پائے اور اس کو اپنی کامیابی کا یقین ہو۔ ایسے نازک وقت میں اس کو اپنے آپ کو پیش کرنے میں تامل نہ ہونا چاہیئے۔ مبادا کوئی کمزور آدمی چلا جائے اور کفر و اسلام کے مقابلہ میں کسی طرح کی کمزوری راہ پالے۔ پھر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے کیوں فوراً اجازت نہ دی۔ ممکن ہے خفی وحی کا انتظار ہو اور ممکن ہے۔ حضرت علیؓ کی شان ظاہر کرنی ہو۔

عمرو بن عبد ود کے مقابلہ کا دوسرا پہلو

پھر یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ باقی صحابہ کرامؓ کیوں خاموش رہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ جس کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اجازت دیں وہی جائے اسی میں برکت اور فتح و کامرانی ہوگی۔ چنانچہ بدر میں تینوں بزرگ عتبہ، ولید اور شیبہ کے مقابلہ کے لئے آپؐ کے حکم سے گئے تھے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کفر و اسلام کے مقابلہ میں کسی کو بے جا شرم اور بے موقعہ جرأت نہ کرنی چاہیئے۔ صحابہ کرامؓ نے اپنے عمل سے تمام مسلمانوں کو سبق دیا کہ کسی قسم کے مقابلہ کے لئے اسی قسم کے بہترین فرد کو منتخب ہونا یا آگے ہونا چاہیئے۔ عمرو بن عبد ود کو دنیا والے ایک ہزار سواروں کے برابر سمجھتے تھے وہ عرب کا مشہور اور تجربہ کار جنگجو تھا۔ صحابہؓ نے عمل سے بتا دیا کہ کسی وقت غلط جرأت نہ کرنا اور بہترین اہل و قابل کو آگے آنے دینا چاہیئے۔ کفر و اسلام کے مقابلہ میں کسی نیک نامی اور بدنامی کا کوئی لحاظ نہ کرنا چاہیئے۔

بھلا صحابہ کرامؓ جو مجسمۂ اخلاص اور پیکرِ للہیت تھے ان سے یہ توقع ہو سکتی تھی کہ اس کام کے لئے جس کو وہ مینئر سمجھیں اس کو اسلام کی برتری ثابت کرنے کا موقع کیوں نہ دیں۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ سب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے حکم و اشارے کے منتظر تھے۔ باقی حضرت علیؓ اس لئے کھڑے ہو جاتے کہ دشمن اپنی للکار کے جواب میں مسلمانوں کی جرأت و ہمت میں شک نہ کرنے پائے۔ اگر حضرت علیؓ کو آپؐ روک دیتے تو وہ بھی نہ جاتے بلکہ آپؐ کے ہر حکم کی اطاعت فرماتے۔

غزوۂ بنو قریظہ

جس رات قبائل کا لشکر منتشر ہوا ۔ اسی صبح کو مسلمان مدینہ منورّہ کے شہر کو واپس ہوئے ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اب جنگ کی ابتدا ، دشمن نہ کرسکے گا ۔ اب وہ ہم پر حملہ نہ کریں گے ، ہم کریں گے ۔ ان کے ہاتھ سے پہل نکل گئی ۔

بہرحال آپؐ نے مدینہ منورہ کو لوٹ جانے کے بعد حکم دے دیا کہ نماز عصر بنو قریظہ کی آبادیوں میں پڑھنی ہے ۔ صحابہ کرامؓ اشارے پر چلنے والے تھے ۔ انہوں نے تقریباً مہینہ بھر محصور رہنے ، سردی میں ٹھٹھرنے ، دن رات خندق کا پہرہ دینے اور دشمن سے لڑتے رہنے کی پرواہ نہیں کی ، بلکہ سنتے ہی ہتھیار کھولے بغیر بنو قریظہ کا رُخ کر دیا ۔ رات تک تقریباً پورا لشکر پہنچ گیا ۔ یہودیوں کو جب خبر ہوئی مسلمانوں کا لشکر سر پر تھا ۔ اپنے قلعوں میں محصور ہو جانے کے سوا ان کا کوئی چارہ کار نہ تھا ۔

ان کے قلعے مضبوط تھے ۔ راشن بہت تھا ۔ پانی کا بھی انتظام موجود تھا ۔

مگر ایک تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا رعب تھا ۔ دوسرے مسلمانوں کا شوقِ شہادت ان کو معلوم تھا ۔ ان کا بے جگری سے لڑنا اور سردی کے موسم میں عرصہ دراز تک آسمان کے نیچے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا ۔ اپنے سے کئی گنا زیادہ لشکر سے لڑتے رہنا ان سے چھپا ہوا نہیں تھا ۔ ابھی ابھی دس ہزار یا چوبیس ہزار کا ٹڈی دل لشکر ان کو مغلوب کرنے سے مایوس ہو کر منتشر ہو چکا تھا ۔ اس لئے وہ بے حوصلہ ہو چکے تھے ۔ مگر مرتا کیا نہ کرتا ۔ مقابلہ کی کوشش کر رہے تھے ۔ ایک یہودی عورت نے ایک صحابی پر پتھر گرا کر شہید کر ڈالا تھا ۔ ان کے سردار نے یہودیوں سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سچے رسول ہیں ۔ آؤ سب مسلمان ہو جائیں ۔ یہودیوں نے

انکار کر دیا۔ اس نے کہا پھر آؤ بچوں اور عورتوں کو قتل کر کے ان کے غم سے بے نیاز ہو جائیں پھر میدان میں نکل کر لڑیں۔ وہ اس کے لئے بھی تیار نہ ہوئے۔ کہنے لگے کہ ان مسکینوں کو قتل کر کے جینے میں کیا مزہ ہوگا۔ اس نے کہا پھر آج رات سبت (ہفتہ) کی رات ہے مسلمان جانتے ہیں کہ سبت کو ہم کوئی کام نہیں کرتے اس لئے وہ آرام سے سوئے ہوں گے ہم ان پر حملہ کر کے ان کا صفایا کر دیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ سبت کے دن پہلوں نے نافرمانی کی تھی وہ مسخ ہو گئے تھے۔ ان کی شکلیں بندروں کی سی ہو گئی تھیں ہم ایسا نہیں کریں گے۔

وہ دراصل حواس کھو بیٹھے تھے اور اپنی گذشتہ ساری کرتوتوں نے ان کے اوسان خطا کر ڈالے تھے۔ اور تیاری کرنے، قبائل کو جمع کرنے کا موقع سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دیا ہی نہیں ایک بار کہلا بھیجا کہ مال و دولت چھوڑ کر ہم چلے جاتے ہیں ہماری جان بخشی کی جائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں مانا اور غیر مشروط طور پر اپنے آپ کو حوالے کرنے کو کہا۔

آخر کار انہوں نے خود کہلا بھیجا کہ حضرت سعد بن معاذ انصاری جو قبیلہ اوس کے سردار تھے کے حکم پر ہم اطاعت قبول کرتے ہیں۔ قبیلہ اوس کے ساتھ یہود بنو قریظہ کا زمانۂ جاہلیت میں معاہدہ تھا یہ ایک دوسرے کے حلیف تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ حضرت سعدؓ ان کے بارہ میں سابق حلیف ہونے کی وجہ سے نرمی کریں گے۔ حضرت سعد بن معاذ کو غزوہ خندق میں تیر لگا تھا وہ زیر علاج تھے ان کو مسجد نبوی کے پاس سے آدمی اٹھا کر لائے۔ قبیلہ اوس کے لوگ بھی امیدیں لگائے بیٹھے تھے کہ آج اپنے پرانے دوستوں سے نرمی کریں گے۔ بلکہ اشارے بھی کر رہے تھے۔

حضرت سعدؓ فرماتے تھے کہ آج کوئی لومۃ لائم (کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف) مجھے حق سے باز نہیں رکھ سکے گا۔

جب آپ پہنچے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قُومُوا لِسَیِّدِکُمْ اپنے سردار کی خاطر کھڑے ہو جاؤ۔
سب نے پوری تعظیم کی۔ حضرت سعدؓ نے مسلمانوں اور یہودیوں سے وعدہ لے
لیا کہ میرا ہر حکم مانا جائے گا۔ اگرچہ آپ کا حکم ماننا ضروری تھا مگر آپ نے پھر بھی
دونوں فریق کو حکم کی تعمیل کرنے کا پابند کر ڈالا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنا تاریخی
فیصلہ یوں سنایا۔
(۱) کہ بنو قریظہ کے لڑنے والے مرد قتل کر دیئے جائیں۔
(۲) عورتیں اور بچے کنیز اور غلام بنا دیئے جائیں۔
(۳) ان کے اموال کو مال غنیمت قرار دے دیا جائے۔ یہ فیصلہ سُن کر سرورِ عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے حکم اور منشا کے مطابق
فیصلہ کیا جو سات آسمانوں کے اُوپر کا فیصلہ ہے۔
بہر حال چار سو سے چھ سو تک بنو قریظہ یکے بعد دیگرے قتل کر دیئے گئے
اور کسی عورت یا بچے کو قتل نہیں کیا گیا، سوائے ایک عورت کے جس نے ایک مسلمان
کو چکی کے پاٹ سے شہید کیا تھا، یہ قصاص میں قتل کر دی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ
اس عورت کی جرأت بیان کرتی ہیں کہ میرے ساتھ باتوں میں مصروف رہی اور جب
اس کا بلاوا ہوا، یہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی کہ چلو اب جا رہی ہوں۔
اس طرح بنو قریظہ کے فتنے کا ہمیشہ کے لئے سر کچل دیا گیا۔
بنو قریظہ کا فیصلہ سنانے کے بعد حضرت سعدؓ کی رگ کھل گئی۔
خون بہت نکلا اور اس سے وہ شہید ہو گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السّلام سرورِ عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلّم کے پاس آئے کہنے لگے کہ آپؐ کے صحابہ میں سے کوئی فوت ہوا ہے جس کی
خاطر آسمانوں کے دروازے کھل گئے ہیں اور عرشِ الٰہی کانپ اٹھا ہے۔ آپؐ تشریف
لے گئے تو حضرت سعدؓ فوت ہو چکے تھے، حضرت سعدؓ بھاری جسم کے تھے۔ مگر جنازہ اٹھا

تو بہت ہلکا تھا۔ صحابہؓ حیران تھے ۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کا جنازہ اٹھانے والے تمہارے سوا اور بھی ہیں۔ یعنی فرشتے ۔

حضرت سعدؓ ابن معاذ کے فیصلے پر نکتہ چینی

بعض دشمنِ اسلام مورخوں نے اس پر نکتہ چینی کی ہے ۔ مگر مندرجہ ذیل امور کی روشنی میں اس پر غور کریں تو بات واضح ہو جاتی ہے ۔

(۱) اس وقت کا ملکی قانون یہی تھا کہ اسیرانِ جنگ کو قتل کیا جا سکتا ہے ۔

(۲) تورات کا فیصلہ بھی یہی تھا۔ اس لئے حیی بن اخطب کی باری جب آئی اس نے اس کو خدا کا حکم قرار دیا اور کہا کہ یہ خدا کا حکم ہے جس کو مانے بغیر چارہ نہیں (اوکما قال)

(۳) یہود نے خود حضرت سعدؓ بن معاذ کو حکم تسلیم کیا تھا اور ان کا ہر حکم ماننے کا اعلان کیا تھا۔

(۴) پھر ایسے فتنہ باز گروہ کا علاج اس کے سوا اور کیا تھا جو ساری مُدّت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتا رہا اور آخرکار انتہائی نازک وقت میں معاہدہ توڑ کر مسلمانوں کی پُشت میں چھُرا گھونپ دیا اور اگر حضرت صفیہ اس یہودی کو قتل کر کے دیوار سے باہر پھینک کر یہود کو فوج کی موجودگی کا خوف نہ دلاتیں تو بچوں اور عورتوں پر پیچھے سے حملہ کر کے یہ یہود کتنا طوفان برپا کر دیتے ۔

(۵) اور اگر ان کی سازش کامیاب ہو جاتی اور یہود و مشرکین کی ملی بھگت سے عظیم قبائلی لشکر کامیاب ہو جاتا تو ہزاروں مسلمانوں کے قتلِ عام کے سوا اسلام کی دعوت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی۔ پھر یہودیت کا چرچا بھی نہ ہوتا بلکہ لات منات کی جے پکاری جاتی۔ بُتوں کے نعرے لگتے ۔ ھُبل اور عزیٰ کی پوجا کا زور

ہو جاتا اور مخلوقِ خدا کی ہدایت کے راستے بند ہو جاتے۔

(۶) اور اگر یہ یہودی کسی طرح بچ جاتے تو خطرہ تھا کہ یہ پھر کسی بڑے طوفان کو کھڑا کر کے خندق جیسی کیفیت پیدا نہ کر دیں اور ان سے اس کے سوا اور گمان ہی نہیں کیا جا سکتا۔

اتنے بڑے مجرم بدعہد۔ دشمن توحید خود غرض بے رحم جنگجو اور سازشی گروہ کا علاج یہی بہتر ہو سکتا تھا کہ مخلوقِ خدا کو اس کے شر سے نجات دلا دی جاتی۔

عبداللہ بن عتیک کی مہم

ابو رافع بن ابی الحقیق ایک خبیث قسم کا یہودی تھا۔ یہ حیی بن اخطب کے ساتھ مل کر تمام قبائل کو ابھار لایا تھا۔ خندق کی جنگ اسی کی شرارت سے ہوئی پھر ڈر کے مارے بھاگ کر خیبر کے یہود کے پاس چلا گیا۔ ایسے خطرناک آدمی کے وجود سے دنیا کو پاک کرنا ضروری تھا۔ اس لئے مدینہ منورہ کے انصار کے ایک قبیلہ خزرج کے پانچ آدمی حضرت عبداللہ بن عتیک کی قیادت میں ابن ابی الحقیق کے قتل کے لئے خیبر کو روانہ ہو گئے۔ جب یہ چھوٹا سا فوجی دستہ خیبر کے قریب پہنچ گیا۔ رات کا وقت تھا یا رات قریب تھی۔ حضرت عبداللہ بن عتیک نے باقی ساتھیوں کو قلعہ کے پاس بٹھا دیا اور خود قلعہ کے اندر جا کر ابن ابی الحقیق کے بالا خانے اور اس کے ٹھکانے کا پتہ کرنے لگے۔

ایک روایت یوں ہے کہ یہ قلعہ کے پاس اس طرح بیٹھ گئے جیسے کوئی آدمی قضائے حاجت کے لیے بیٹھا ہو۔ دروازہ بند کرنے والے نے کہا جلدی کرو میں دروازہ بند کرتا ہوں۔ یہ جلدی سے اٹھ کر اندر چل دیئے اور اصطبل میں چھپ گئے۔

دربان نے سمجھا کہ قلعہ کے اندر کا کوئی آدمی ہے۔ بعد میں نکل کر دروازے کی چابیاں لے کر دروازہ کھول دیا۔ اور خود قلعہ میں بالا خانے میں جا چڑھے۔ اندھیرا گپ تھا۔ ابن ابی الحقیق کے ٹھکانے کا پتہ کیسے لگتا۔ حضرت عبداللہ نے ابن ابی الحقیق کو آواز دی اس نے جواب میں کچھ کہا۔ شاید یہ کہا کہ اس وقت کون پکار رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک نے آواز کے رخ پر جا کر ابن ابی الحقیق پر وار کر دیا۔ وہ چلایا حضرت عبداللہ نے کہا ابن ابی الحقیق کیا بات ہے اس نے کہا کسی نے حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ نے پھر وار کر کے اس کا کام تمام کر دیا اور خود بھاگ کر قلعہ سے اترنے لگے۔ ایک سیڑھی سے گر کر ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اس کو کپڑے سے باندھ کر قلعہ سے نکل کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ کر قصہ سنایا۔ جب علی الصباح رواج کے مطابق ایک شخص نے عام اطلاع کے لئے ابن ابی الحقیق کی موت کا اعلان کیا۔ یہ دستہ واپس لوٹا اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سارا ماجرا سنایا۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن عتیک کی ٹانگ پر لعاب مبارک لگا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ٹانگ درست کر دی۔ اس واقعہ کا ایسا مفید اثر ہوا کہ مدینہ منورہ میں اب یہود اور منافق کی کوئی آواز نہ رہی اور علاقے پر مسلمانوں کا مکمل کنٹرول ہو گیا اور دعوتِ اسلام کی راہ سے سنگِ گراں دور ہو گیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

غزوہ بنی لحیان

دو سال پہلے قبیلہ بنی لحیان نے مسلمانوں کے چھ بڑے بڑے مبلغین اسلام کے ساتھ بدعہدی کر کے ان کو رجیع کے پانی کے پاس شہید کرنے کی شرارت کی تھی۔ چار کو قتل کر دیا اور دو کو قریش کے پاس فروخت کر دیا۔ قریش نے ایک صحابی کا گردن مار دی اور دوسرے کو سولی پر چڑھا کر تیروں اور نیزوں سے مار مار کر

نہایت اذیت سے شہید کر دیا تھا۔ ان کو سزا دینی تھی اور ساتھ ہی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہُوا کہ قریش مسلمانوں سے لڑنے کے لئے فوج جمع کر رہے ہیں۔ ان کو مرعوب کرنا اور دوسرے ملحقہ قبائل پر اثر ڈالنا ضروری تھا تاکہ سازشیں پھر کسی بڑی لڑائی کا پیش خیمہ نہ بن سکیں۔ آپؐ نے صحابہؓ کی فوج لے کر شام کی طرف نقل و حرکت شروع کر دی۔ جب آپؐ کے شام کی طرف جانے کا چرچا عام ہو گیا آپؐ نے واپس لوٹ کر مکہ معظمہ کی طرف بڑی سرعت سے پیش قدمی شروع کر دی۔ تاکہ کسی کو خبر نہ ہو سکے اور رہم ان کو جالیں۔ چنانچہ آپؐ بنی لحیان کی آبادی میں بمقام (غران) پہنچے تو معلوم ہُوا کہ قبیلہ بنی لحیان اپنی جانوں اور مالوں کو بچانے کے لئے پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا چڑھے ہیں۔ آپؐ نے فوج کا بڑا حصہ مقام غران میں چھوڑ کر خود دو سو سوار لے کر مکہ معظمہ کی طرف بڑھے۔ مکہ معظمہ کے شمال میں مقام عسفان میں قیام فرمایا۔ مگر قریش مقابلہ میں نہ آئے اور مسلمان اسلام کا رعب بٹھا کر تمام مخالفین کی ہمتیں پست کر کے مدینہ منورہ کو واپس لوٹے۔

ذی قرد کا واقعہ

عُیینہ بن حصن فزاری اور قبیلہ غطفان کی ایک جماعت نے مدینہ منورہ کے نواحی علاقے پر ڈاکہ ڈالا ایک مسلمان مرد اور عورت وہاں اونٹوں کی حفاظت کر رہے تھے۔ عیینہ اور اس کے ساتھیوں نے مسلمان مرد کو شہید کر ڈالا اور اونٹوں کو ہانک کر اور مسلمان عورت کو گرفتار کر کے لے گئے۔

لیکن حضرت سلمہ بن عمرو بن اکوعؓ نے یہ تماشا دیکھا تو ایک طرف مسلمانوں کو خطرے کی آواز دی، دوسری طرف خود تن تنہا دشمنوں کا پیچھا کیا۔ پھر مسلمان بھی ان سے ذی قرد کے پانی کے پاس آملے اور انہوں نے مسلمان عورت اور اونٹوں

کو ان سے چھڑا لیا وہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں کو خبر ملی کہ عیینہ نے اونٹ ذبح کر کے کھال اتار دی تھی کہ اس کو مسلمانوں کے پہنچنے کی خبر ملی وہ اونٹ بھی چھوڑ کر چلے گئے۔ اس طرح مسلمان کامیاب و بامراد مدینہ منورہ واپس لوٹے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبقری قیادت

جنگِ احزاب کے بعد کے حالات پر تبصرہ

(۱) جنگِ احزاب کوئی معمولی جنگ نہ تھی۔ جنگِ بدر کے بعد اس جنگ نے مسلمانوں کی اخلاقی قوت اور بلند حوصلگی کی دھاک بٹھا دی۔ تین ہزار کے مقابلے میں چوبیس ہزار آدمیوں کا آکر ایک چھوٹے شہر کو گھیر لینا اور پچیس دن تک گھیرے رکھنا، موسم کا سخت سرد ہونا، مسلمانوں کا خندق کے گز بھر جگہ کو بھی بغیر حفاظت و نگرانی کے نہ چھوڑنا، خود سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے مقررہ مورچہ پر موجود رہنا سوائے اس کے کہ دیکھ بھال کریں یا ہمت دلانے کو جائیں۔

مسلمانوں کا مسلسل پچیس دن آسمان کے نیچے بغیر کافی سامان کے سردی کے موسم میں دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہنا۔ پھر سب سے زیادہ خطرناک بات یہ کہ یہود بنو قریظہ جو حلیف اور ساتھی بنے ہوئے تھے ان کا غداری کر کے دشمن سے مل جانا اور خود شہر کے اندر خطرہ پیدا کر دینا یہ معمولی باتیں نہیں ہیں۔ اگر وہ دلیری کر کے پیچھے سے حملہ کر دیتے اور مسلمانوں کو اہل و عیال کی حفاظت کے لئے ادھر متوجہ ہونا پڑتا تو خندق کی حفاظت مشکل ہو جاتی یا اہل و عیال کی تباہی اور بے آبروئی ہوتی۔ اس طویل محاصرے کے بعد دشمنوں کا پسپا ہو جانا بہت بڑی بات تھی۔

اس حالت کی شدت کا اندازہ اس سے لگتا ہے کہ دشمنوں نے سوار دستوں کے نمبر مقرر کر رکھے تھے جو باری باری آتے اور مسلمانوں سے جنگ کرتے ہوئے خندق کو پار کرنے کی سعی کرتے۔ اس طرح ان لوگوں نے مسلمانوں کو ۲۵ دن پوری طرح مصروف رکھا جبکہ خود ہر طرح آرام کرتے تھے۔ اور یہ سب برکت تھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبقری قیادت کی (یعنی بے مثال اور اعلیٰ قیادت) آپؐ کے ضبط و نظم کی۔ آپؐ کے ڈسپلن کی۔ آپؐ کی بہادری کی۔ آپؐ کے حسن تدبر کی۔ آپؐ کی محبوبیت کی کہ صحابہؓ آپؐ کے حکم پر جان دیتے تھے۔ پھر آپؐ کی روحانی برکات کی۔

(۲) ایک قابلِ ترین سیاست دان اور زبردست دوراندیش جرنیل کی طرح آپؐ نے اس کامیابی سے خوب فائدہ اٹھایا اور مذکورہ بالا اقدامات کرکے قریش۔ یہود۔ منافقین اور مختلف قبائل کو بتا دیا کہ مسلمانوں کا مقابلہ عرب میں اب نہیں ہو سکتا۔

(۳) اور سب سے بڑی بات جو آپؐ کے کمال پر دلالت کرتی ہے یہ ہے کہ تین ہزار تھکے ماندے صحابہؓ کرام کو جو پچیس راتیں جاگے تھے۔ جنہوں نے محصور رہنے کی حالت میں خطرناک موسم میں جنگ کی تمام تکالیف دیکھی تھیں۔ اسی دن ظہر کو حکم دیدیا کہ ابھی ہتھیار نہ رکھو عصر کی نماز بنو قریظہ میں پڑھو، چنانچہ انہوں نے اسی حالت میں وہاں پہنچکر چند دن اور تکلیف اٹھائی وقت کی قدر کرنے اور دشمن کو سنبھلنے اور تیاری کا موقع نہ دینے کی مثال اس سے بڑھ کر نہیں بتائی جا سکتی۔

اگر بنو قریظہ کو موقع مل جاتا ان کو اپنی کرتوتوں کا علم تھا اب وہ گھبرائے ہوئے تھے۔ وہ اپنے حلیفوں اور دوستوں کو جمع کرتے، مال و زر۔ سامانِ جنگ ان کے پاس بہت تھا۔ قلعے مضبوط تھے، ان میں داخل ہونا آسان کام نہیں

تھا۔ پانی اور راشن کا بھی معقول انتظام تھا۔ جنگی حالات سب ان کے حق میں تھے مگر آپؐ نے ان کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا۔ ان کو سوائے بدحواس ہو کر ہتھیار ڈالنے کے اور کوئی صورت نظر نہ آئی۔

(۴) آپؐ نے ان معرکوں یا مہمات میں سے کسی میں بھی زبردستی جنگ کو دعوت نہیں دی دشمن بھاگ گیا یا مقابلے میں نہ نکلا تو آپؐ نے اس کو کافی سمجھا۔ اس طرح بغیر لڑائی کے رعب اور مکمل کنٹرول حاصل کرنے کا کام سرانجام ہو گیا۔

(۵) غزوہ ذی قرد کے واقعہ سے مدینہ منورہ پر ڈاکہ ڈالنے یا چھاپہ مارنے کی ہمتیں بھی پست ہو گئیں۔ سب کو معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کو چھیڑنا یا ان کی عزت و آبرو یا مال پر حملہ کرنا آسان نہیں ہے۔

(۶) جنگِ احزاب کے موقع پر آپؐ نے بنو قریظہ کی بدعہدی کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے جس صحابیؓ کو روانہ کیا تھا اس کو تاکید کر دی تھی کہ اگر واقعہ صحیح ہو تو صاف صاف نہ کہیں کہ لوگوں میں پروپیگنڈا ہو کر کمزوری کا باعث نہ بنے آپ کو نئے زمانے کے پروپیگنڈے کے خطرناک اثرات کا علم اس وقت سے تھا۔ چنانچہ صحابیؓ نے اشارے سے آپؐ کو بدعہدی کی خبر دی۔

بہرحال غزوہ خندق کی کامیابی سے فوجی نقطۂ نظر سے جتنا فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا آپؐ نے اٹھا لیا بلکہ آپؐ نے اپنے صحابہ کے یہ بات ذہن نشین کر دی کہ اب پہل دشمن کے ہاتھ سے نکل کر ہمارے ہاتھ میں آگئی۔ اب ان کو لڑنے کی ہمت نہ ہو گی نہ وہ حملہ کریں گے۔ اب ہم پہل کریں گے۔ لیکن بعد کے واقعات سے آپ کو معلوم ہو گا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے سارے اقدامات قیام امن۔ دعوت اسلام۔ عبادت الٰہیہ اور کشت و خون کو کم کرنے کے لئے ہوئے بلکہ اس کے بعد معاہدہ حدیبیہ اور پھر فتح مکہ کا حال پڑھیں صلح جوئی امن پسندی اور رحم و شفقت کی ایسی مثالیں تاریخ عالم میں نہ مل سکیں گی۔

غزوۂ حدیبیہ

ماہ ذی العقدہ ۶ھ

خانہ کعبہ کا طواف کرکے صحابۂ کرام کو عرصہ ہوگیا تھا۔ سب کے دل اشتیاق زیارت سے بے تاب تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس بات کا احساس تھا۔ یہ غیر حاضری تقریباً جبری تھی۔ مگر اب مسلمانوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوچکا تھا اور جنگِ بدر و احزاب کے بعد مسلمان اب عرب کی مسلّم طاقت بن چکے تھے۔ کوئی قوم یا قبیلہ تنہا ان کا سامنا نہیں کرسکتا تھا۔ مگر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو کعبہ و حرم کعبہ کا احترام منظور تھا۔ آپؐ مکہ معظمہ پر قریش کے تسلّط کی موجودگی میں حج کے ارادے میں خونریزی کا خطرہ محسوس کر رہے تھے۔ بالآخر آپؐ نے قطعی طور پر جنگ نہ کرنے اور اپنی طرف سے پُرامن رہ کر حج کرنے کا ارادہ فرمالیا۔ تقریباً چودہ سو جاں نثار صحابہؓ کو ہمراہ لے کر اور قربانی کے جانور ساتھ رکھ کر آپؐ مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ روانگی سے قبل آپؐ نے علاقہ کے غیر مسلم قبائل کو بھی حج اور صرف حج کے لئے ساتھ جانے کی اطلاع اور دعوت دی جس کا مقصد یہ تھا کہ آپؐ کی حج و عبادت کی نیت کا سب کو علم ہوجائے اور اشہرِ حرم (عزت والے مہینوں) میں جنگ کی مہم پر روانگی کا وہم کسی کو نہ ہو۔ بہر حال آپؐ ماہ ذی العقدہ ۶ ہجری میں چودہ سو صحابہ کے ہمراہ مدینہ منوّرہ سے روانہ ہوکر ذوالحلیفہ پہنچے جہاں سے اہلِ مدینہ حج کا احرام باندھتے اور نیت کرتے ہیں۔ وہاں سے یہ قافلہ حجاج آپؐ کی سرکردگی میں مکّہ معظمہ کے قریب بمقام عسفان آپہنچا۔ قریش کو اطلاع ہوئی۔ انہوں نے مسلمانوں کو مکّہ معظمہ میں داخل ہونے سے روکنے کا فیصلہ کرلیا اور کچھ پیادہ

اور دو سو سواروں کو خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل کی سرکردگی میں آپؐ کا راستہ روکنے کے لئے روانہ کر دیا۔ جن کی آمد کا علم مسلمانوں کو دور سے ہی ہو گیا۔ آپؐ نے معروف و مشہور راستہ چھوڑ کر ایک خطرناک پتھریلی زمین میں پگ ڈنڈی کا راستہ اختیار کر کے مکہ معظمہ پہنچنا چاہا۔ حتیٰ کہ آپؐ بمقام حدیبیہ پہنچ گئے۔ جو مکہ معظمہ سے صرف تین میل کے فاصلے پر ہے۔ اس طرح قریش کے سوار دستے سے تصادم بھی نہ ہوا اور آپؐ مکہ معظمہ کے قریب جا پہنچے۔ وہاں آپؐ کے صحابہؓ نے ڈیرے ڈال دیئے۔ قریش کو اب اپنے گھروں کا خطرہ پیدا ہو گیا، چنانچہ وہ جلدی سے واپس لوٹے اور شہر کی حفاظت کرنے لگے کہ مسلمان داخل نہ ہو سکیں نہ حملہ کر سکیں۔ وہ چاہتے تھے کہ اس طرح اس سال مسلمان مکہ میں داخل نہ ہو سکیں۔

قریش کا قاصد

اس سلسلہ میں انہوں نے ایک آدمی مسمی قلیس بن علقمہ کو تحقیق احوال کے لئے بھیجا یہ بدوی قبائل کا رئیس تھا۔ حضورؐ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ قربانی کے جانور اس کے سامنے سے گزارو یہ خوش عقیدہ قوم کا آدمی ہے، چنانچہ وہ دور ہی سے مسلمانوں کی قربانیوں کے جانور دیکھ کر واپس ہوا اور قریش کو آگاہ کیا کہ مسلمان جنگ کرنے نہیں بلکہ حج کے لئے آئے ہیں۔ لیکن قریش نے انہیں سادہ قرار دے کر ان کی بات پر یقین نہ کیا اور کہا کہ تم جنگلی آدمی ہو تم کیا جانو اس نے قسم کھا کر کہا اگر تم نے مسلمانوں کو کعبہ کی تعظیم اور مذہبی فرائض ادا کرنے سے روکا تو میں تمام دیہاتیوں سمیت واپس ہو جاؤں گا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو معلوم ہوا کہ قریش جنگ کا خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔ اور حج سے روکنے پر بضد ہیں۔

(۱) آپؐ نے خراش بن امیہ کو قریش کے پاس بھیجا تاکہ ان کو صرف حج و عبادت کے

ارادے سے آگاہ کریں۔ مگر قریش نے ان کی سواری کے اونٹ کو مار ڈالا۔ اور حضرت خراش کسی طرح بچ کر واپس پہنچ گئے۔

(۲) اس اثنا میں قریش کے پچاس آدمیوں کا دستہ مسلمانوں پر حملے کے لئے روانہ ہوا مگر مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر لیا اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو بغیر کسی مالی وجانی اذیت کے رہا کر کے واپس کر دیا جس کا ذکر قرآن پاک نے بھی کیا۔

هو الذی کف ایدیهم عنکم و ایدیکم عنهم ببطن مکة من بعد ان اظفرکم علیهم

ترجمہ:۔ وہ اللہ جس نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے۔ مکہ کے اندر جبکہ تم کو پہلے ان پر غالب کر دیا تھا۔

(۳) سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضؓ کو ان کے پاس غلط فہمیاں دور کرنے کے لئے بھیجا جن کو سب سے پہلے ملنے والے آدمی ابان بن سعید نے پیغام پہنچانے تک امن دیا۔ انہوں نے ہر چند قریش کو سمجھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے نہ مانا اور کہا کہ آپ خانۂ کعبہ کا طواف کر سکتے ہیں۔ حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا جب تک سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طواف نہیں کرتے میں تنہا نہیں کر سکتا۔ قریش نے کہا کہ ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مکہ میں داخل ہوں۔ پھر دنیا والے ہم پر پھبتیاں کسیں۔ اس طرح معاملہ طے کرنے میں دیر ہو گئی اور حضرت عثمان رضؓ کے بارے میں یہ افواہ اڑی کہ ان کو شہید کر ڈالا گیا۔

بیعۃ الرضوان

آپ نے سنا تو کیکر کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرام رضؓ سے جہاد پر بیعت

لینی شروع کر دی کہ ہم عثمانؓ کا بدلہ لیں گے اور قریش کو اس کی سزا دیں گے۔ جب تمام صحابہؓ کی بیعت مکمل ہو گئی۔ آخر میں آپؐ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مار کر فرمایا کہ یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے یا یہ بیعتِ عثمانؓ کی بیعت ہے۔

اس بیعت کو قرآن پاک نے ذکر کر کے صحابہؓ کے ایثار و جذبات کی قدر کرتے ہوئے اس کو اللہ تعالیٰ سے بیعت قرار دیا اور ساتھ ہی ان سب کو اپنی رضامندی کی سند بھی عطا فرما دی۔

لقد رضی اللہ عنِ المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ ان ایمان والے صحابہؓ سے راضی ہو چکے جو آپؐ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

قریش کا دوسرا قاصد

قریش اس بیعت کی خبر سے ہراساں و پریشان تھے انہوں نے اپنے مشہور سیاستدان نمائندہ عمرو ابنِ مسعود کو تحقیق حال کے لیے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ اس نے آتے ہی کہا محمدؐ! تم اپنی قوم سے لڑنے آئے ہو اور ان احابیش (متفرق خاندانوں) پر اعتماد کرتے ہو جو کل تم کو میدانِ میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اس پر فوراً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے۔ کیا کہا؟ ہم آپؐ کو تنہا چھوڑ دیں گے؟

پھر وہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باتیں کرتے ہوئے اپنے ہاتھ سے آپؐ کی داڑھی مبارک کو چھو رہا تھا۔ اس پر حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے جو آپؐ کے پیچھے کھڑے تھے۔ اس کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا کہ ہاتھ دُور رکھو ورنہ کاٹ دیا جائے گا۔ اس نے کہا کہ تم کو اپنا جرم یاد نہیں جس سے تم کو میں نے چھڑایا تھا۔ پھر حضرت صدیقؓ بول اُٹھے امصص بظر اللات جاؤ اپنے بت لات کی شرم گاہ چاٹتے رہو جیسے کسی لونڈی

کو غصّے سے کہا جائے جاؤ انگریز کے بوٹ چاٹو۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا کہ ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ وہ بولا اگر تمہارا فلاں احسان مجھ پر نہ ہوتا تو تم کو جواب دیتا۔ بہرحال سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ جنگ کے لئے نہیں آئے صرف حج کرنے آئے ہیں۔ اس نے کہا کہ قریش مکّہ معظّمہ میں مسلمانوں کا داخلہ برداشت نہیں کرتے۔

عروہ کی حیرانی

اس موقعہ پر عروہ نے دیکھا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم جب وضو کرتے ہیں وضو کا پانی صحابہؓ نیچے نہیں گرنے دیتے بلکہ تبرّک کے طور پر لے کر جسموں پر ملتے ہیں۔ آپؐ کا کوئی بال نہیں گرنے پاتا وہ رکھ لیتے ہیں۔ آپؐ جب بات کرتے ہیں سنّاٹا چھا جاتا ہے، سب خاموش ہو جاتے ہیں اور ہر ایک تعمیل حکم کے لئے آگے بڑھتا ہے۔ عروہ سخت متاثر ہوا، جب وہ واپس گیا تو قوم سے کہا کہ میں نے قیصرِ روم کو اس کی سلطنت کے اندر دیکھا ہے، ایران کے کسریٰ کو اس کے ملک میں دیکھا ہے، شاہِ حبشہ وغیرہ کو ان کے ملکوں کے اندر دیکھا لیکن اصحابِ محمدؐ جو والہانہ عقیدت و محبّت آپ کے ساتھ رکھتے ہیں یہ کہیں بھی نہیں پائی جاتی۔ اس نے قریش سے کہا

اَلَسْتُ بِاَبٍ اَلَسْتُمْ بِوَلَدٍ

ترجمہ:۔ کیا میں تم سب کا باپ نہیں ہوں (وہ بہت بوڑھا تھا) انہوں نے کہا بے شک۔ پھر کہا کیا تم سب میری اولاد نہیں ہو، سب نے کہا بے شک۔

عروہ بولا پھر محمدؐ سے نہ لڑو اُس کو اُس کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر عرب اس پر غالب آ گئے تو تم یونہی چھوٹ جاؤ گے اگر وہ غالب آ گیا تو تمہاری ہی عزّت ہے۔ وہ بگڑے اور عروہ کی بات کو رد کر دیا۔ مگر وہ دل میں بیعتِ رضوان کا سن کر پریشان و

ہراساں تھے۔

مشرکوں کا تیسرا قاصد

انہوں نے سُہیل بن عمرو کو قاصد بنا کر بھیجا جو عرب کا مشہور فصیح و بلیغ مقرر تھا اور یہ تاکید کر دی کہ اس سال حج کی اجازت نہیں دینی۔ اس نے بڑی بحث کی اور آخر کار بحث و تمحیص کے بعد یہ طے ہو جاتا ہے کہ اس سال سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اور صحابہ کرامؓ واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آ کر عمرہ کریں پھر باقاعدہ معاہدہ لکھا گیا۔ جس کی شرائط حسب ذیل ہیں۔

معاہدۂ حدیبیہ

(۱) اس سال مسلمان بغیر حج کئے واپس چلے جائیں۔

(۲) آئندہ سال آ کر حج کریں۔

(۳) آئندہ سال جب مسلمان حج کو آئیں تو صرف تلواریں ساتھ ہوں اور وہ بھی نیام میں۔

(۴) مسلمان تین دن مکہ معظمہ میں رہیں گے۔

(۵) آپس میں لڑائی نہ کریں گے اور ہر فریق کو اختیار ہو گا کہ وہ جس قبیلہ سے چاہے معاہدہ کرے اور اس کو اپنا حلیف بنائے۔

(۶) کوئی آدمی مسلمان ہو کر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ جائے مسلمان اس کو واپس کر دیں گے اور کوئی مسلمان مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آئے تو قریش اس کو واپس نہ کریں گے۔

(۷) یہ معاہدہ دس سال تک کے لئے رہے گا۔

ان شرائط کو سُن کر مسلمانوں کا خون کھول رہا تھا لیکن پیغمبر کا ادب مانع تھا۔ سوائے خاموشی کے چارہ نہ تھا۔

پھر شرائط لکھتے وقت جو رویہ سہیل نے اختیار کیا اس سے مسلمان اور زیادہ بے قابو ہو رہے تھے۔

جب معاہدہ لکھا جانے لگا۔ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا لکھو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سہیل نے کہا: ہم یہ نہیں جانتے اس طرح لکھو بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا اسی طرح لکھدو۔

پھر آپؐ نے فرمایا لکھو :— هذا ما عاهد محمد رسول الله سهيل بن عمرو — یہ وُہ معاہدہ ہے جو خدا کے رسولؐ نے عروہ سے کیا۔

سہیل بولا ہم آپؐ کو خدا کا رسول مانتے تو اختلاف کیوں ہوتا۔ سیدھا محمدؐ بن عبد اللہ لکھو۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ رسولؐ اللہ کا لفظ مٹا کر محمدؐ بن عبد اللہ ہی لکھ دو۔ حضرت علیؓ نے رسولؐ اللہ کا لفظ مٹانا نامناسب نہ سمجھا اس کے بعد تمام معاہدہ لکھا گیا۔ آپ نے دریافت کر کے خود رسولؐ اللہ کا لفظ مٹا ڈالا۔

صحابہؓ جانتے تھے بدر کے میدان میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے ۳۱۳ آدمیوں کو قریش پہ فتح عظیم عطا فرمائی اور ابھی ابھی غزوہ خندق میں چوبیس ہزار کا لشکر جرار مسلمانوں کو مغلوب کرنے سے عاجز ہو کر خائب و خاسر واپس ہُوا وہ کافروں کے مقابلہ میں دبنا نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ اس کی بجائے تلوار سے فیصلہ کرنا زیادہ مفید سمجھتے تھے۔ اس لئے ان شرائط سے وہ جیز بز ہو رہے تھے۔ مگر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے سامنے دم بخود اور خاموش تھے۔ آخر کار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہ رہا گیا۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں، کیا ہمارا دین بر حق نہیں؟ پھر ہم کیوں یہ ذلت برداشت کریں۔ آپؐ نے جواب دیا

یَا عُمَرُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اے عمرؓ میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔

حضرتِ عمرؓ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے سامنے خاموش ہو گئے مگر دینی غیرت اور کفر کی مخالفت کا جذبہ اسی طرح موجزن تھا۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے۔ وہاں بھی وہی بات کہی۔ حضرت صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ صدّیقی ملاحظہ ہو وہ ان کو وہی جواب دیتے ہیں جو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے دیا تھا فرماتے ہیں۔

یَا عُمَرُ اِنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ اے عمر حضرت سرورِ عالم اللہ کے رسُولؐ ہیں۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کا پیغمبر جو کچھ کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے کرتا ہے۔ رسُولِ خدا کے ہر حکم اور ہر فیصلہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے سوا چارہ ہی نہیں۔ بہر حال سب کو چار و ناچار سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی رائے کے مطابق یہ معاہدہ ماننا پڑا۔

مسلمانوں کی واپسی

چنانچہ آپؐ نے وہیں قربانی کا جانور ذبح کیا۔ بال منڈھوائے۔ احرام ختم کیا حلال ہوئے اور صحابہؓ نے بھی قربانیاں ذبح کیں۔ حلال ہو کر سارا قافلہ مدینہ منوّرہ کو واپس روانہ ہُوا۔ راستے ہی میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا

ترجمہ:۔ ہم نے آپ کو یقیناً فتح مبین عنایت کر دی ہے۔

جس سے صحابہ کرامؓ کو اطمینان ہُوا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے حضرت عمرؓ کو آیت سنائی وہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ یہ فتح مبین ہے؟ آپؐ فرماتے ہیں ہاں یہ فتح مبین ہے۔

قریش کی سمجھ

قریش اپنی ناعاقبت اندیشی سے سمجھے کہ ہم کامیاب ہوگئے۔ ہم نے دنیا کو بتا دیا کہ مسلمان زور سے مکہ معظمہ میں داخل نہیں ہو سکتے اور آئندہ کا معاہدہ کر کے ہم نے شام وغیرہ سے اپنی تجارت کا راستہ کھول دیا۔ وہ بے چارے اتنا ہی سوچ سکتے تھے اور ان کا مقصد زندگی بھی اس سے زیادہ نہ تھا۔

مگر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے۔ آپؐ کی نگاہ مستقبل اور اعلیٰ نتائج پر تھی۔ جن سے صحابہؓ بھی واقف نہ تھے۔ آپؐ نے ان سب کو تمام ممکن نتائج سے واقف کرنا مناسب نہ سمجھا۔ آئیے اب نتائج وعواقب اور حالات و واقعات کی روشنی میں اس معاہدہ پر غور کریں۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی حقیقت شناسی، دُور بینی
اور قائدانہ قابلیت

(۱) (اخلاص) پہلی بات تو یہ ہے کہ حج یا عمرہ عبادت ہے۔ آپؐ نے اس نیت میں کسی اور بات کو شریک نہیں کیا۔ حتیٰ کہ دشمن بھی یہ ماننے پر مجبور تھے کہ آپؐ کا مقصد صرف حج اور تعظیم بیت اللہ شریف ہے۔

(۲) (احترامِ کعبہ وحرمِ کعبہ) آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ ایسی کوئی بات نہ کروں گا جو حرم محترم کی عزت و حرمت کے خلاف ہو اور نہ ہی حتی الامکان خونریزی کروں گا۔ آپؐ کے اس جذبے نے اکثر

قبائل اور خود مکہ معظمہ کے بہت سے باشندوں کو متاثر کیا اور ان کے دل میں حج سے روکنے والے قریش کے خلاف نفرت پیدا ہوئی اور وہ ان کو قابلِ ملامت سمجھنے لگے۔ پھر عربوں کے محبوب کعبہ کی عزت و تعظیم کرنے۔ حج کرنے کی نیّت اور قربانی دینے کا ان پر اثر پڑا اور مسلمانوں سے نفرت و مخالفت میں کمی آگئی، بلکہ حج سے واپس جانے اور اُن سے لڑائی نہ کرنے کی نیّت اور پھر مظلومیت کا علاقہ بھر پہ اثر پڑا اور جس طرح وہ پہلے تمام قبائل کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کرکے مدینہ پر حملہ کرایا کرتے تھے اب وہ بات نہ رہی۔

(۳) **خواہشِ امن:** آپؐ نے اس تمام سفر میں اور معاہدہ ہونے تک ہر ہر مرحلہ میں قیامِ امن کا شوق ظاہر کیا اور انتہائی اشتعال انگیزی کے باوجود واپسی کو ترجیح دی، مگر امن کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ حتیٰ کہ دشمن کے پچاس آدمیوں کا دستہ جو گرفتار کرلیا گیا تھا اس کو بلا کسی تکلیف جانی و مالی کے رہا کرکے واپس کر دیا۔

(۴) **بے انتہا صبر و ضبط کا مظاہرہ:** آپؐ نے قوت و طاقت کے ہوتے ہوئے اور مشہور و مسلّم جاں نثاروں کی موجودگی میں جس صبر اور ضبط کا ثبوت دیا وہ آپؐ ہی کا حصّہ تھا۔ جو اس پر ایسا کنٹرول حاصل کرنا ہر انسان کا کام نہیں ہے۔ پھر آپؐ کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ نے باوجود سخت غصّے کے سب کچھ برداشت کیا۔ یہ آپؐ کے انتہائی ضبط اور ڈسپلن کی دلیل ہے۔

(۵) **وفاءِ عہد اور اس کی برکات:** دُنیا میں عہد شکنی بہت بڑی چیز ہے ایک سچے پیغمبر وفاءِ عہد کے بہترین نمونے کے حامل ہو سکتے ہیں۔ معاہدہ حدیبیہ کے اس معاملہ میں بھی سرورِ عالمؐ نے بے مثال کمال ظاہر کیا۔ ادھر معاہدہ لکھا جارہا ہے۔ ادھر قریش کے نمائندے اسی سہیل کا بیٹا ابوجندل پا بجولان بھاگا

ہوا آ پہنچا۔ یہ مسلمان ہو چکا تھا اور اس پہ اس کے اعزہ و اقارب ظلم کر رہے تھے۔ اس کو باندھ رکھا تھا۔ اس نے کسی طرح بھاگ کر آپؐ کے پاس آ کر پناہ مانگی مگر اس کے باپ نے اس کو مارا اور کہا کہ معاہدہ کی یہ پہلی خلاف ورزی ہو گی اگر اس کو پناہ دی گئی۔ اس کو معاہدہ کے تحت واپس کرنا ضروری ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی تو معاہدہ کی تکمیل ہو رہی ہے مگر سہیل نے نہ مانا اس پر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ اور ابوجندل کی خواہش کے خلاف اس کو واپس کر دیا۔ ابوجندل کفار کے نرغے میں چشم تر واپس ہوتے ہیں۔ شور مچاتے ہوئے مسلمانوں سے رحم کی درخواست کرتے ہیں کہ کیوں مجھے سزا کے لئے ان کافروں کے حوالے کرتے ہو۔ صحابہؓ سب سے زیادہ غیور وجسور ہونے کے باوجود پابندیٔ عہد کی وجہ سے غم وغصہ کے گھونٹ پیتے ہوئے خاموش ہیں۔

مدینۂ منورہ پہنچنے کے بعد بھی ایک صحابی ابوبصیر نامی مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔ ان کے دو آقاؤں نے حضورؐ کو ان کی واپسی کے لئے خط لکھا اور ساتھ ہی ایک بنی عامر کا آدمی اور ایک اپنا غلام بھیج دیا کہ ان کے ہمراہ کر کے ابوبصیر کو واپس کر دیں۔ ابوبصیر سے آپؐ نے فرمایا ہم کسی سے عہد شکنی نہیں کر سکتے تم صبر کرو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اور دوسرے کمزور مسلمانوں کے لئے کوئی سبیل کر دیں گے۔

الغرض آپؐ نے ابوبصیر کو عہد نامہ یاد دلا کر واپس کر دیا۔ ابوبصیر نے راستے میں ایک سے تلوار دیکھنے کے لئے مانگی۔ اور موقع پا کر اس عامری کو قتل کر دیا دوسرا بھاگ کر مدینہ آ کر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے فریادی ہوا۔ پیچھے سے ابوبصیر تلوار کھینچے ہوئے آ پہنچے۔ کہنے لگے یارسول اللہ آپؐ نے اپنا عہد پورا کر دیا ہے۔ یعنی ہم کو ان کے ساتھ واپس کر دیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔

ويل اُمه مُسعِر حرب لو كان معه رجال

ترجمہ:- اسکی ماں مرے (یہ ایک محاورہ تھا) یہ تو جنگ کی آگ بھڑکانیوالا ہے اگر اسکے ساتھ کچھ آدمی بھی ہوں۔

ابوبصیر پھر بھاگ کر چلے گئے اور دور سمندر کے کنارے عیص کے مقام پر ڈیرہ ڈال دیا۔ اب ان کے پاس مکہ معظمہ سے ابوجندل بھی بیڑیاں توڑ کر آ پہنچا۔ اب اور آدمی بھی بھاگ بھاگ کر ان کے پاس جمع ہوتے گئے۔ یہ جگہ اس راستے پر تھی جہاں سے قریش کا تجارتی قافلہ شام کو آتا جاتا تھا۔ اب قریش کے تجارتی قافلے کو شام کا سفر ناممکن ہو گیا۔

آخر کار تنگ ہو کر انہوں نے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے درخواست کی کہ ابوبصیر وغیرہ کو آپؐ اپنے پاس بلالیں اور اس شرط کو منسوخ سمجھیں، چنانچہ آپؐ نے ایسا ہی کیا اور قریش کو اپنی شرط خود ہی منسوخ کرانی پڑی جس پر ان کو بڑا ناز تھا۔ ادھر صحابہ کرامؓ کو اللہ تعالیٰ کے رازوں سے پردہ اٹھنے پر بے انتہا مسرت ہوئی۔

یہ پیغمبرانہ دوربینی تھی کہ مسلمان تو کوئی مرتد ہو کر مدینہ منورّہ سے مکہ معظمہ جائے گا نہیں۔ مکہ معظّمہ سے ہی مشرک مسلمان ہو کر یا مجبور و مقہور مسلمان بھاگ کر مدینہ منوّرہ آئیں گے۔ لیکن ان کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کوئی سبیل فرما دیں گے۔

(۶) **مسلمانوں کی سیاسی پوزیشن** : اس معاہدے سے اسلام کے سب سے بڑے اور مشہور دشمن قبیلہ قریش نے بھی مسلمانوں کے برابر کے فریق ہونے کی حیثیت (پوزیشن) تسلیم کرلی۔ جس کا باقی ملک پر بھی اچھا اثر پڑا اور اب ملک کی مسلّم سیاسی قوّت تسلیم کر لیے گئے۔

(۷) **قریش کے خلاف پروپیگنڈا** : عام اہلِ عرب میں قریش کی پوری

بدنامی ہو گئی اور تمام ملک میں ان کے خلاف پروپیگنڈا ہو گیا کہ انہوں نے خانۂ کعبہ کی تعظیم کرنے والے حاجیوں کو بزرگ مہینوں میں حج کرنے سے روکا۔ عرب میں یہ بات اتنی معیوب تھی کہ عربوں میں بلکہ خود قریش میں خانہ جنگی کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔

(۸) **مسلمانوں سے عام ہمدردی** اور اس طرح علاقہ بھر میں مسلمانوں سے عام ہمدردی پیدا ہو گئی۔ اور آئندہ ان کے خلاف متحدہ محاذ بنانے کے امکانات کم ہو گئے۔

(۹) **مکہ معظمہ کے پاس مسلمانوں کا ٹھکانہ:** پہلے لوگ مسلمانوں سے معاہدہ کرنے میں قریش کی طاقت کی وجہ سے جھجکتے تھے بلکہ قریش چونکہ خانۂ کعبہ کے مجاور تھے اس لئے بھی ان کا اثر تھا۔ اب راستے کھل گئے اور بہادر قبیلہ خزاعہ نے مسلمانوں کا حلیف بننا پسند کر کے ان سے معاہدہ کر لیا۔ یہ مکہ معظمہ کے پاس تھے اس لئے اب مسلمانوں کو قریش کے پاس ہی مضبوط مادی ٹھکانہ مل گیا۔

(۱۰) **پہلی بار دعوتِ حق کی اجازت اور اس کی برکات:**

اس معاہدہ کا سب سے نمایاں پہلو اور مفید ترحصہ یہ تھا کہ اس سے مسلمانوں کے لئے اشاعتِ اسلام اور دعوتِ حق کے راستے کھل گئے اور پہلی بار بغیر کسی رکاوٹ کے مسلمانوں کو قبائل پر اسلام اور اسلام کے پاکیزہ اصول پیش کرنے کا موقعہ ملا۔ مدینہ منورہ سے شمال کی جانب زیادہ تر گنوار اور ناسمجھ قبائل تھے مگر جنوب کی طرف سمجھدار آبادیاں تھیں اور یہیں اسلام کی راہ میں مشکلات زیادہ تھیں جو اس معاہدہ کے بعد کم ہو گئیں۔

چنانچہ اس آزادیٔ دعوت کا یہ نتیجہ نکلا کہ جہاں غزوہ حدیبیہ میں چودہ سو مسلمان شریک تھے اس کے دو سال بعد جب مکہ معظمہ پر اسلام کا قدوسی لشکر بڑھا

تو اس کی تعداد دس ہزار تھی جو مقدس، اسلامی رنگ میں رنگا ہوا، اور لوہے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اسلام کی آواز کونے کونے میں بغیر کسی رکاوٹ کے پہنچ گئی اور دینِ حق کی گونج ہر جگہ سنائی دی اور یہی فتح مبین تھی جس کی طرف قرآن پاک نے اشارہ کیا تھا اور یہی تمام فتوحات، اقدامات اور تبلیغی خدمات کی بنیاد بنی۔

(۱۱) **معاہدے کے باقی نکات:** اس معاہدے اور خانہ کعبہ کے احترام اور جذبۂ امن کی قدر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی قوت محفوظ کر کے پہلے آس پاس کے یہود وغیرہ سے صفائی کا موقع عنایت فرمایا اور آئندہ بڑی بڑی غنائم کا وعدہ کر کے فی الحال خیبر کے مال غنیمت دینے کا اعلان فرمایا۔

وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تأخذونھا فعجل لکم ھٰذہٖ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں سے بڑی بڑی غنیمتیں دینے کا وعدہ کر لیا ہے جو تم لے کر رہو گے اور فی الحال تم کو یہ عنایت فرمائی۔

چنانچہ واپسی کے کچھ عرصہ بعد سرورِ عالم سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودِ خیبر کی شرارتوں اور سازشوں کو ختم کرنے کے لئے ان پر چڑھائی کر دی اور ان کے تمام قلعے فتح کر لئے اس طرح مسلمانوں کی اقتصادی و مالی کمزوریوں کا خاتمہ ہو گیا۔

(۱۲) **عمرۃ القضاء اور دلوں کی فتح:** اگلے سال اس معاہدے کے تحت سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہی شرائط سے پہلے سال کے قضا شدہ عمرہ کے ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ آپؐ نے تمام ہتھیار جمع کر دیئے اور ان کی حفاظت کے لئے سوار چھوڑ کر خود معہ صحابہؓ کے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ اہلِ اسلام نے عرصہ دراز کے بعد زیارتِ کعبہ سے آنکھوں کو ٹھنڈا اور شرفِ طواف

حاصل کیا ۔ قریش مسلمانوں کو دیکھ ہی نہ سکتے تھے ۔ سارا مال و اسباب چھوڑ کر پہاڑیوں پر چڑھ گئے ۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے حکم دیا کہ طواف کرنے وقت رمل کرو یعنی چادر دائیں بازو کے نیچے لے کر بائیں بازو پر ڈال کر پہلوانوں کی طرح طواف کرو تاکہ قریش تم کو ضعیف نہ سمجھیں۔

مسلمانوں نے ایسا ہی کیا ۔ مشرکین تین دن مسلمانوں کی عبادت ۔ سادگی ۔ اطاعتِ رسولؐ ۔ خدا تعالیٰ سے دلی لگاؤ اور دیانت و امانت کا مشاہدہ کرتے رہے۔ تین دن کے عرصہ میں مشرکین کے مال و دولت میں ایک پائی کا نقصان نہ ہوا ۔ اور نہ مسلمانوں نے اس طرف کوئی توجہ کی ان حالات نے دیکھنے والوں کے دلوں پر گہرے نقش کئے اور سچی بات یہ ہے کہ بیوت مکہ (گھر) تو دو سال کے بعد فتح ہوئے مگر قلوب (دل) اسی عمرہ میں گھائل ہو چکے تھے ۔

(۱۳) **حضرت خالدؓ اور عمروؓ بن العاص کا اسلام :** چنانچہ مسلمانوں کی واپسی کے بعد حضرت خالد بن ولید نے جو اب تک مسلمانوں سے لڑتے وقت سالار رہا کرتے تھے اعلان کر دیا ۔ لوگو! اب بات واضح ہو گئی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا کلام نہ جادو ہے نہ سحر بلکہ اس میں خاص حلاوت (مٹھاس) ہے ۔ قریش کو فکر دامن گیر ہوئی کہ خالد بھی گئے ۔ چنانچہ جلد ہی حضرت خالد بن ولید اور عمرو بن العاص جو بعد میں فاتح مصر کہلائے دونوں مدینہ منورہ جا کر مسلمانوں میں داخل ہو گئے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مکّہ معظمہ نے تمہارے پاس جگر کے ٹکڑے بھیج دیئے ہیں (او کما قال)

(۱۴) **جھوٹے وقار کو ٹھکرا دینا :** پیغمبر صحیح مقاصد کا پابند ہوتا ہے وہ نہ وقار و وجاہت کے لئے لڑتا ہے نہ جھوٹے وقار کی پرواہ کرتا ہے چونکہ آپؐ قطعی طور پر امن و صلح کا فیصلہ کر چکے تھے اس لئے جب مکّہ معظمہ کے

تقریباً پچاس آدمیوں نے اچانک چودہ سو مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا اور بہادر خدائی سپاہیوں نے سب کو گرفتار کرکے آپؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے سب کو بلا کسی تکلیف و ایذاء کے رہا کر دیا۔ اسی طرح جب خالد و عکرمہ کی سرکردگی میں ایک فوج اپنی طرف آتے دیکھی تو آپؐ فوراً راستہ تبدیل کرکے تکلیف دہ راہ کو قبول کرکے مکہ معظمہ کے پاس پہنچ گئے۔ دشمن کے سامنے سے اس طرح ہٹ جانا ڈر جانے یا کمزوری یا حملے کی خاطر نہ تھا بلکہ تصادم سے بچنے کے لئے تھا، کیونکہ آپؐ وہیں رہتے یا آگے بڑھتے تو تصادم یقینی تھا۔ پیچھے مدینہ منورہ کی طرف ہٹتے تو بزدلی سمجھی جاتی۔ اگر ڈر کر راستہ تبدیل کیا ہوتا تو مکہ معظمہ کے زیادہ قریب کیوں جاتے جو دشمن کی طاقت کا مرکز تھا اور حملہ مقصود ہوتا تو مندرجہ بالا واقعات کیوں پیش آتے اور باوجود صحابہؓ کے پیچ و تاب کے آپؐ بظاہر دبی ہوئی صلح کیوں کرتے

(۱۵) **حسنِ مآل پر پیغمبرانہ یقین:** آپؐ کو اپنے اس طرزِ عمل کے بہتر نتائج کا اتنا یقین تھا کہ آپؐ ہمیشہ صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کرتے۔ مگر اس دن آپؐ نے کسی سے مشورہ نہ کیا بلکہ پُرامن رہنے کا فیصلہ کرکے چلے تھے۔

(۱۶) آپؐ جب مدینہ منورہ سے چلے تو یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہم خواب میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ بعض صحابہؓ نے اس بارہ میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں نے یہ کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔ مقصد ظاہر تھا کہ آپؐ نے خواب کا معنی یہ قطعاً نہ سمجھا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔ بے شک پیغمبروں کی رؤیا (خواب) وحی ہوتی ہے اور حضورؐ نے جو کچھ کہا وہ خدائے برتر کے حکم سے کہا اور مذکورہ واقعات اس بات کی دلیل ہیں کہ آپؐ جو کچھ دیکھ رہے تھے وہ کسی اور کو نظر نہ آ رہا تھا۔ یہاں سے آپ کو مرزا غلام احمد قادیانی کی وہ غلطی

معلوم ہوگئی کہ وہ اپنی غلط پیشنگوئیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے کہتا ہے کہ نبیوں سے وحی کا معنی سمجھنے میں غلطی ہو سکتی ہے اور دلیل میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسی خواب کو پیش کیا ہے۔ حالانکہ حضورؐ خواب کے معنی اس سال طواف کرنا نہ سمجھے تھے اور آپؐ نے جیسے خواب دیکھا تھا اسی طرح اس کو اللہ تعالیٰ نے سچا کر دکھایا۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلَہُ الرُّؤْیَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَام

ترجمہ۔ اللہ نے اپنے رسول کی خواب صاف صاف سچی کر دکھائی کہ آپ مسجد حرام میں داخل ہوں گے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیا کہ ہم نے اپنے رسول کی خواب سچی کر دکھائی۔

(۱۷) **اخفاءِ راز:** واقعہ حدیبیہ سے آپؐ نے ایک زبردست سبق سکھایا کہ دب کر صلح کرنے، لڑائی نہ کرنے اور مشرکین کی تمام شرائط مان لینے میں جو جو فوائد مستقبل میں چھپے تھے آپؐ نے کسی اور کو نہیں بتائے ورنہ بات پھر چھپی نہیں رہتی نہ اس میں وہ برکات باقی رہتی ہیں اور فاش کرنے میں یہ خطرہ بھی تھا کہ پھر فریق معاہدہ نہ کریں۔

(۱۸) **صحابہؓ کا ایمان:** اس واقعہ سے صحابہؓ کی قوت ایمانی کا پتہ بھی چلتا ہے کہ سمجھ میں نہ آنے کے باوجود حضورؐ کے فیصلے کے سامنے جھکے ہوئے ہیں اور اس کی وجہ صرف وہی ہے جو حضرت صدیقؓ نے بتادی تھی کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ ہیں یعنی رسولؐ کی بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے ماننی پڑے گی اور یہ بھی کہ رسولؐ جو کچھ کرتا یا کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

حضرت عمرؓ نے دینی جوش سے کچھ کہا تھا جس پر تمام عمر پشیمان رہے۔

(۱۹) (شانِ عثمانؓ) اس واقعہ میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی شان دو بالا کر کے قیامت تک کے لئے غلط کاروں کی زبان بند کر دی ہے۔

(ا) پہلے تو آپؐ نے قریش کے پاس حضرت عثمانؓ پر مکمل اعتماد کر کے بھیجا۔

(ب) پھر حضورؐ کے بغیر طواف نہ کرنا ان کی اعلیٰ سیاست اور محبتِ نبویؐ کا مظاہرہ ہے۔

(ج) پھر ان کی شہادت کی افواہ پر حضورؐ کا جہاد کے لئے بیعت لینا یہ بھی ان کی فضیلت ہے۔

(د) پھر ان کی برکت سے قران پاک میں صحابہؓ سے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے اور بیعت کو اپنی بیعت قرار دینے کی خوشخبری آئی۔

(ھ) پھر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دے کر ان کا سر آسمان سے بھی اونچا کر دیا۔ اس طرح آپؐ نے ان کو بھی بیعت الرضوان میں داخل فرما دیا۔

(۲۰) (شیرِ خدا کا ادب) جب معاہدہ میں رحمٰن و رحیم لکھنے اور رسول اللہ لکھنے پر اعتراض کیا گیا آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ یہ مٹا دو۔ انہوں نے غایتِ ادب سے ایسا نہ کیا تو آپؐ نے اس لفظ کی جگہ دریافت کر کے خود مٹا دیا۔

(۲۱) (چاروں خلفاء کا مقام) اس معاہدہ میں حضرت صدیقؓ کی شانِ صدیقی حضرت عمرؓ کی دینی غیرت حضرت عثمانؓ سے حضورؐ کے خاص تعلق اور حضرت علیؓ کے شانِ ادب کا پورا پورا مظاہرہ ہوا۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب کے جذبات کی قدر فرمائی۔

(۲۲) اس معاہدہ سے ایک زبردست سیاسی فائدہ یہ ہوا کہ اب قریش یہود کی مدد نہ کر سکیں گے جبکہ ان کی شرارتیں، بدعہدیاں اور اسلام کے خلاف سازشیں انتہا کو پہنچ چکی تھیں۔

معاہدۂ حُدَیبیہ سے فتحِ مکّہ سے پہلے تک

زمانۂ صُلح

سَرورِ عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے معاہدہ حدیبیہ کی تمام وہ شرطیں تسلیم کرلی تھیں جن کو ذلت آمیز اور شکست کے مترادف سمجھا جاتا تھا۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ جو دوربینی و دُور اندیشی اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانی سے اپنے پیغمبر کو عطا فرمائی تھی۔ وہاں تک کسی دوسرے کی نگاہ نہیں پہنچ سکتی تھی۔ چنانچہ اس معاہدہ کے بعد خود بخود اسلام کے پھیلنے کی راہیں کھل گئیں۔

(۱) چنانچہ ۶ھ ہجری کو جب آپؐ عمرہ حدیبیہ کو جا رہے تھے تو ہمراہ چودہ سو صحابہؓ تھے مگر جب آپؐ اگلے سال ۷ھ ہجری کو عمرۃ القضا کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو آپؐ کے ہم رکاب دو ہزار صحابہؓ کی جماعت تھی اور جب دو سال کے بعد ۸ھ ہجری میں آپؐ مکّہ معظّمہ کی مہم پر مدینہ سے روانہ ہوئے تو آپؐ کے اشارے پر مرنے والے دس ہزار صحابہؓ کرام شریک تھے۔

(۲) اس معاہدہ کے بعد مدینہ منورہ سے مکّہ معظّمہ تک جنوبی علاقوں میں امن و امان قائم ہو گیا۔ اسلام خوب پھیلا، ناواقف عربوں کو مسلمانوں سے ملنے جلنے اور انکو قریب سے دیکھنے اور اسلامی تعلیمات سننے کا خوب موقعہ ملا۔ اور وہ حق کے سامنے سپر انداز ہوکر سچے مسلمان ہو گئے۔

(۳) جزیرہ العرب میں یہودی فتنے کا استیصال ہو گیا اور انکی فوجی و سیاسی حیثیت ختم ہو گئی۔

(۴) سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے تھوڑی فوج کے ذریعہ مخالف اسلام

اور فتنہ پرداز قبائل کی طاقت ختم کر کے رکھ دی۔ جس نے بھی سر اٹھایا۔ جس قبیلے کے حملہ آور ہونے کی اطلاع ملی۔ یا جہاں کہیں لشکر جمع ہونے کی اطلاع ملی۔ آپؐ اچانک ان کے سر پہ جا پہنچے اور اصول مباغتہ (اچانک اور بے خبری میں دشمن کے سر پہ جا پہنچنے) کو آپؐ نے ایسا استعمال کیا کہ دشمنوں کی کثرت وطاقت بے کار ہو کر رہ گئی۔

(۵) پھر ذرائع خبر رسانی کے فقدان کے باوجود پہاڑی علاقے کے دور دراز مقامات کی خبریں رکھنا آپؐ کے حسن تدبر اور پیغمبرانہ فراست کا نتیجہ تھا۔

(۶) جنگِ خیبر میں آپؐ غطفان کے عظیم قبیلہ کی چار ہزار جنگ جو فوج کو یہود کی امداد سے باز رکھنے میں کس عمدگی سے کامیاب ہوئے۔ آپؐ نے یہود وغطفان کے درمیان مقام رجیع میں فوجی پڑاؤ ڈال دیا اور ایک معمولی دستے کو غطفان کی طرف بڑھایا۔ جس سے غطفان کو اپنے گھروں کی فکر دامن گیر ہوئی۔ وہ یہود کی امداد کو نہ جا سکے۔ بلکہ گئے ہوئے بھی واپس آ گئے۔

(۷) حملہ کرنے کے لئے آپؐ نے تقریباً سارے سفر رات کو کئے تاکہ دشمن کو اطلاع نہ مل سکے۔

(۸) آپؐ نے خیبر کے سات قلعوں کو باہم تعاون بھی نہ کرنے دیا۔ ہر ہر قلعہ پر تھوڑی تھوڑی فوج لگا کر ان کو اپنے دفاع میں مصروف کر دیا۔

(۹) سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوری طاقت سے سب قلعوں پر یکدم حملہ نہیں کیا بلکہ فوج کے بڑے حصے اور بہتر طاقت کو ایک قلعہ پر لگا دیا۔ اور جب وہ فتح ہوا تو دوسرے پر پوری طاقت سے توجہ فرمائی۔

(۱۰) اور جب ایک قلعہ والوں نے سختی سے مقابلہ کیا تو آپؐ نے ان کا پانی باہر سے کاٹ دیا۔ جس سے وہ بے بس ہو کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔

(۱۱) سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر ہر قبیلے کا لشکر علیحدہ علیحدہ بنا کر علیحدہ

علیحدہ جھنڈے دے دیئے تھے تاکہ ان کو اسلام کی سربلندی کے لئے زیادہ سے زیادہ۔ اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر دین کی خدمت میں آگے ہونے کا شوق ہو۔ پھر ایک مصروفِ جنگ ہو تو دوسرے کو آرام کا موقع مل سکے۔ یہ بات آج کل کے طریقۂ جنگ کے عین مطابق ہے۔

(۱۲) دشمن نے جب بھی صلح کی درخواست کی آپؐ نے قبول کر کے ان پر سختی کرنے سے احتراز فرمایا۔ جان بخشی کے لئے کوئی موقع بھی ملا۔ یا بہانہ ہاتھ آیا آپؐ نے اس کے مطابق عمل کیا۔

خیبر سے واپسی پر آپؐ نے مختلف فوجی دستوں کی طرح حضرت اسامہ بن زیدؓ کو قوم جہینہ کے ایک قبیلے کی طرف روانہ کیا تھا۔ لڑائی میں ایک شخص تلوار کی زد میں آیا تو اس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ لیا مگر حضرت اسامہؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ آپؐ کو خبر ہوئی تو حضرت اسامہؓ سے جواب طلبی فرمائی۔ حضرت اسامہؓ نے جواب میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا۔

آپؐ نے فرمایا کہ کیا آپ نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔ حضرت اسامہؓ نے توبہ کی اور پھر ساری عمر احتیاط برتی۔ اسی طرح ان فوجی دستوں میں آپؐ نے حضرت ابو قتادہؓ اور حضرت محلمؓ بن جثامہ کو بھی روانہ کیا تھا۔ یہ سفر کر رہے تھے کہ راستہ میں قوم اشجع کا ایک آدمی مال و متاع کے ساتھ سفر کر رہا تھا اس نے اسلامی لشکر کو دیکھا تو اسلامی طریقہ سے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا۔ مگر محلمؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ یہ سمجھ کر کہ یہ دشمن قبیلے کا آدمی ہے اور ڈر کر سلام کہتا ہے۔ آپؐ کو خبر ہوئی۔ آپؐ سخت ناراض ہوئے اور اس مقتول عامر بن اضبط کے وارثوں کو پچاس اونٹ خون بہا دے کر راضی کیا اور اس طرح حضرت محلمؓ قصاص سے بچ گئے۔ قتل بھی انہوں نے غلط فہمی سے کیا تھا۔ اس اصول کا رکا یہ نتیجہ ہوا کہ صلح اور جنگ دونوں

حالتوں میں مسلمانوں کی ساکھ قائم ہوگئی۔ اور دشمن بھی مسلمانوں کی ہر بات پر یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

(۱۳) آپؐ نے اس صلح نامہ کی فرصت میں بڑے بڑے بادشاہوں کو تبلیغی مکتوبات ارسال فرمائے جن میں سے بعض مسلمان ہوگئے اور اس طرح اسلام کی دعوت ان تک اور ان کے ذریعے ساری دنیا تک جا پہنچی۔

(۱۴) آپؐ نے عراق اور شام کی سرحدات تک ایران وروم کے بے جا رعب کو ختم کرکے عرب قبائل کے لئے جو وہاں آباد تھے اسلام کے دروازے کھول دیئے۔

(۱۵) آپؐ نے مبلغوں اور قاصدوں کو قتل کرنے والوں کی سرکوبی کرکے بین الاقوامی اصول کو زندہ کیا۔

(۱۶) آپؐ نے یورپ۔ ایشیا اور افریقہ میں پھیلی ہوئی عظیم رومی سلطنت سے (غزوۂ موتہ کے موقعہ پر) جنگ کا آغاز کرکے ان سے جنگ کرنے کے مکمل معلومات حاصل کر لئے۔ اور ساتھ ہی متصل عرب جنگجو قبائل کو بھی مرعوب و متاثر کر دیا۔

(۱۷) یمن میں اسلام پھیل گیا اور اس طرح مکہ معظمہ کے قریش اور ان کی ساری طاقت مدینہ منورہ اور یمن کے درمیان دونوں طرف سے محصور ہوگئی۔ ان کے جنگی تصورات پر سخت اثر پڑا۔ اور وہ مسلمانوں کو مغلوب کرنے اور ان سے لڑنے کی طاقت رکھنے سے مایوس ہوگئے۔

(۱۸) اب مسلمانوں کے سامنے جزیرۃ العرب میں قریش مکہ کے سوا کوئی قابلِ ذکر حریف باقی نہ تھا اور مکہ معظمہ کا فتح کرنا اب بہت ہی آسان اور بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ مگر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاں عہدنامہ کی پاسداری۔ اور قول و قرار کی پختگی و سچائی سب سے اہم واقدم بات تھی۔

حتیٰ کہ جب ۷ھ ہجری میں آپؐ دو ہزار صحابہؓ کے ہمراہ عمرۃ القضا کو تشریف لے

گئے اور قریش مکہ بغض کی وجہ سے قریبی پہاڑوں پر چلے گئے تھے۔ جب بعض مسلمانوں کو خیال گزرا کہ اب یہاں قبضہ ہی کر لیا جائے۔ تو آپؐ نے کسی طرح اس کی اجازت نہ دی بلکہ معاہدے کے مطابق تین دن گزار کر فوراً واپس ہو گئے۔

(۱۹) تبلیغ کی تکمیل۔ معاہدہ حدیبیہ کے بعد صرف یہی دو سال مسلمانوں کو ملے کہ ذرا اطمینان کے ساتھ اپنے قول و عمل سے دعوتِ اسلام کا کام کریں۔ چنانچہ دیگر تبلیغی مساعی اور اثرات کے سوا یہ بات ہی بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ جب آپؐ عمرۃ القضا سے فارغ ہوئے۔ مشرکین پہاڑوں سے مسلمانوں کی عبادت۔ ان کا ضبط و ڈسپلن۔ ان کی امانت و دیانت۔ ان کی متانت اور بلند حوصلگی اور جذبۂ اطاعت دیکھتے رہے۔ ناممکن تھا کہ ان کے دلوں پر یہ مخلصانہ کارروائیاں اثرانداز نہ ہوتیں۔ چنانچہ ابھی آپؐ وہیں تھے کہ خالد بن ولید جو اب تک کی تمام لڑائیوں میں مسلمانوں کے خلاف بڑی جرأت اور بہادری سے لڑتے رہے مجمع عامؓ بول اٹھے۔ کہ لوگو اب حقیقت واضح ہو چکی ہے۔ محمد نہ ساحر (جادوگر) ہیں نہ شاعر۔ ان کے کلام میں دوسری طرح ہی کی لذت و حلاوت ہے۔ یہ کلام رب العلمین ہے۔ یہ بات ابوسفیان کو پہنچی۔ اس نے غصہ ہو کر خالد پر سختی کرنی چاہی۔ کہ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے روک دیا اور کہا اب آپ کس کس کو روکیں گے۔ مجھے خود اپنے پر خطرہ ہے کہ یہی بات نہ کہہ دوں۔ سال کے بعد تو سارے عرب یہی بات کہیں گے۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد خالد بن ولید عمر بن العاص۔ اور عثمان بن طلحہ جو خانہ کعبہ کے کلید بردار تھے۔ تینوں مسلمان ہو کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ معظمہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے بھیج دیئے ہیں۔ پھر تبلیغ کے اتنے وسیع اثرات ہوئے کہ ۸ ہجری میں جب مسلمانوں کا لشکر فتح مکہ کے لئے آگے بڑھا تو اس میں دس ہزار صحابہؓ کا قدسی لشکر شریک تھا۔

(۲۰) اس صلح نامہ کے زمانہ میں مسلمانوں نے جنگی و معاشی تیاری بھی مکمل کرلی۔ غزوہ خیبر کے بعد اہلِ اسلام کی اقتصادی حالت بہتر ہوگئی۔ اسلحہ جنگ پورا ہوگیا۔ باربرداری کا سامان مکمل ہوگیا۔ جس کو دیکھ کر ہی فتح مکہ کے دن مشرکین کے دل دہل رہے تھے۔

(۲۱) آپؐ نے نجاشی شاہ حبشہ کو پیغام بھیج کر وہاں کے مہاجرین کو اپنے پاس بلاکر اپنی طاقت میں اضافہ اور تیاری کی تکمیل کی۔

ان حالات و واقعات نے ثابت کر دیا کہ نبوت اور دیگر نبوی صفات کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو جو جامعیت عطا فرمائی تھی اور جس فوجی قابلیت اور اعلیٰ سپہ سالاری کا فرض جس عمدگی سے آپؐ نے انجام دیا۔ اس نبوی بصیرت کی نظیر رہتی دنیا تک نہیں مل سکتی۔

اسبابِ جنگ

معاہدۂ حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کو مدینہ منورہ سے جنوب کی طرف کے قبائل سے تو اچھا خاصا اطمینان ہو گیا بلکہ ان کی قوتیں مضمحل ہو چکی تھیں اور سب پر اہلِ اسلام کا رعب بیٹھ گیا تھا مگر مدینہ منوّرہ سے شمال کی طرف کے قبائل اور بدویوں (دیہاتیوں) سے اطمینان نہ تھا اور اطمینان ہو کیسے سکتا تھا جبکہ مدینہ منوّرہ سے دو سو میل شمال کو خیبر یہود کا مرکز تھا۔ کچھ یہود بنی قینقاع اور یہود بنی نضیر بھی جلاوطنی کے بعد خیبر آکر آباد ہو گئے تھے بلکہ یہاں ان کی بڑی عزت و احترام کیا گیا تھا۔

ان یہودیوں کے دلوں میں حسد و عداوتِ اسلام کی آگ لگی ہوئی تھی۔ اپنے رئیسوں کعب بن اشرف اور سلام بن ابی الحقیق کے قتل کی یاد ابھی تک ان کے دلوں میں تازہ تھی۔ آس پاس کے عرب قبائل میں مسلمانوں کے خلاف خوب پروپیگنڈا کیا۔ قبیلہ غطفان جو عربوں کا بڑا اور مشہور قبیلہ تھا ان کے پاس ہی آباد تھا۔ اسی طرح قبیلہ فزارہ بھی قریب تھا۔ ان یہودیوں کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے معاہدہ کے لئے کہلا بھیجا مگر انہوں نے انکار کر دیا اور دوسری طرف قبیلہ غطفان سے ان شرائط پر معاہدہ کیا کہ مدینہ فتح ہوا تو اس کی پیداوار تم کو دی جائے گی۔

قبیلہ فزارہ کو علم ہوا تو وہ خود ہی مدینہ پر حملہ کی نیت سے یہودیوں کے ساتھ آملے۔

اور ان کی اپنی طاقت بھی بڑی تھی۔ خیبر میں ان کے سات قلعے تھے۔ قلعہ ناعم، قلعہ نطاط۔ قلعہ قموص۔ قلعہ صعب بن معاذ۔ قلعہ زبیر۔ قلعہ وطیح۔ قلعہ سلالم ایک دوسرے کے قریب تھے اور ایک دوسرے کو امداد پہنچا سکتے تھے۔ وہ مالدار بھی زیادہ تھے۔ ہر طرح کا اسلحہ موجود تھا۔ ان کو اپنی طاقت پر ناز تھا۔
پھر غطفان کے چار ہزار جنگجو جوانوں نے شرکتِ جنگ کا معاہدہ کر لیا۔ فزارہ اور دوسرے قبائل ان کے سوا تھے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قبیلہ فزارہ کو کہلا بھیجا کہ ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ خیبر فتح ہوا تو تم کو حصہ دیا جائے گا۔ لیکن انہوں نے نہ مانا۔ یہودی یہ بھی جانتے تھے کہ اب کے مسلمانوں سے شکست کھائی تو جزیرۃ العرب میں یہودی قوم فوجی اور سیاسی طور پر ختم ہو جائے گی۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں کو مٹانے کے لئے ہر طرح کے جتن کئے۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تیاری

جب آپؐ کو یہ معلومات حاصل ہوئیں اور صلح کی کوئی بات کامیاب نہ ہوئی تو آپؐ نے حکم دیا کہ جنگ کی تیاری کرو اور صرف وہی آدمی جنگ کے لئے جائیں جو غزوہ حدیبیہ کے وقت موجود تھے، چنانچہ تقریباً چودہ سو صحابہؓ کو لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ جن میں دو سو سوار تھے۔ آپؐ رات کو چلتے اور دن کو آرام فرماتے تاکہ دشمن کو اچانک جا لیں اور وہ کسی طرح کی تیاری نہ کر سکیں نہ اپنے دوستوں کو جمع کر سکیں۔
آپ نے بمقام رجیع پہنچ کر فوجی کیمپ لگایا، مسجد بنائی اور تبلیغ کا بھی انتظام

فرمایا۔ یہ مقام غطفان اور یہود کے درمیان واقع تھا۔ غطفان کے لوگ یہود کی امداد کو چل پڑے تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دستہ فوج غطفان کی طرف متوجہ کر دیا۔ اب قبیلہ غطفان کو اپنے گھروں کی فکر ہو گئی اور انتہائی عجلت سے یہود کی امداد ترک کر کے اپنے گھروں کی حفاظت کے لیے واپس ہو گئے۔ اس طرح یہودی اپنے حلیفوں کی امداد سے محروم ہو گئے۔

خیبر پر حملہ

آپؐ رات کے وقت خیبر پہنچے آپؐ کا عام قاعدہ تھا کہ رات کو شبخون نہ مارتے تھے۔ صبح خیبر کے یہودی کاروبار کو نکلے تو انہوں نے اپنے کو محصور پایا۔ فوراً لوٹ گئے۔

یہود کا انتظام

یہودیوں نے عیال و اموال اپنے دو مضبوط قلعوں وطیح اور سلالم میں محفوظ کر لیئے۔ اور ذخائر جنگ قلعہ ناعم میں رکھ دیئے۔ اور فوجی طاقت قلعہ نطاۃ میں اکٹھی ہو گئی اور مضبوط قلعہ قموص ان کے سردار مرحب کا تخت گاہ تھا۔ حملہ آور فوج کے سردار محمد بن مسلمہ مقرر ہوئے جنہوں نے قلعہ نطاۃ پر حملہ کیا گرمی کی وجہ سے وہ قلعہ کے سائے میں بیٹھے کہ اوپر سے ایک یہودی نے پتھر گرا کر ان کو شہید کر ڈالا۔ ان کے بعد لشکر کے سردار ان کے بھائی محمود بن مسلمہ قرار پائے۔ اب قلعہ جلدی فتح ہو گیا۔ اس قلعہ پہ پانچ دن جنگ ہوئی۔

پہلے دن کی جنگ

قلعہ ناعم پر پہلے دن مسلمانوں نے نہایت شدت سے حملہ کیا کیونکہ پہلی فتح سے رعب

دلوں پر بیٹھ جاتا ہے اور دشمن کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔ مگر یہودیوں نے بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا۔ یہاں تک کے ان کا سردار سلام بن مشکم قتل ہو گیا۔

اب یہود کا ایک دستہ حارث بن ابی زینب کی قیادت میں قلعہ سے باہر میدان میں جنگ کے لئے نکل آیا۔ لیکن انصار کے قبیلہ خزرج نے تابڑ توڑ حملوں سے ان کو پھر قلعہ بند ہونے پر مجبور کر دیا۔

مسلمانوں نے ہر ہر قلعہ پر فوجی دستے بھیج کر ان کو مصروف رکھا تاکہ وہ دوسرے قلعہ والوں کی مدد نہ کر سکیں اور اپنی اصلی اور بہتر طاقت قلعہ ناعم پر متوجہ کر دی۔

دو دن قلعہ ناعم کے محصورین اور مسلمانوں میں نہایت خونریز جنگ ہوئی اور اس میں شک نہیں کہ یہودیوں نے بہادروں کی طرح خونریز جنگ کی۔ ان کی تعداد اور ہتھیار بھی پورے تھے۔ مگر آخر کار تنگ ہو کر وہ تیسرے دن میدان میں اترنے کے لئے نکل پڑے۔ مسلمانوں نے موقعہ کو غنیمت سمجھا اور شدت کی جنگ کی چنانچہ یہود کا سردار حارث بن ابی زینب مارا گیا اور قلعہ ناعم نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔

قلعہ قموص کی جنگ

اس فتح کا اثر معنوی طور پر یہودیوں پر پڑا۔ اور ان کے قلعے اس کے بعد فتح ہی ہوتے گئے۔ لیکن قلعہ قموص کے لئے انہوں نے شدید جنگ کی۔ روایات مختلف ہیں کہ یہ قلعہ بہت دن تک فتح نہ ہو سکا۔

حضرت علیؓ کی شان

آخر ایک دن سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ کل ایک ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا جس کو خدا اور رسولؐ پسند کرتے ہیں اور وہ قلعہ فتح کریں گے۔ آج

رات صحابہؓ کو نیند نہ آتی تھی۔ ہر ایک اس سعادت کی آس لگائے ہوئے تھا حضرت عمرؓ باوجود پوری قناعت اور رضا بالقضا کے جذبے کے آج رات اسی تمنا میں رہے۔ صحابہؓ رضائے الٰہی کے لئے ہی سب کچھ کر رہے تھے ہر ایک حضورؐ کے مبارک الفاظ کے مصداق ہونے کے لئے بیتاب تھا۔ صبح ہوئی سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاد فرمایا۔ سارے لوگ حیران ہو گئے کیونکہ حضرت علیؓ کو آشوب چشم تھا یعنی آنکھوں میں رمد تھا۔ وہ جنگ کرنے کے قابل ہی نہ تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک ان کی آنکھوں پر لگایا اور دعا فرمائی جس سے وہ اچھی ہو گئیں۔ سرخی بھی نہ رہی۔ آپؐ نے ان کو جنگ کا علَم مرحمت فرما کر رخصت کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ کیا ان کو لڑ کر مسلمان کروں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ اسلام کی دعوت دیں اگر آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو بھی ہدایت دیدیں تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ سرخ اونٹ عرب کی قیمتی اور بڑی دولت سمجھی جاتی تھی۔ بہرحال یہودیوں کے بہادر پہلوان مرحب نے میدان میں آکر مقابلے کے لئے للکارا۔ لشکرِ اسلام کی طرف سے حضرت عامرؓ بن الکوع سامنے آئے۔ مرحب نے وار کیا جو حضرت عامرؓ نے ڈھال پر لے لیا۔ مرحب چونکہ لوہے کا خود اور زرہ پہنے ہوئے تھا۔ اس لئے حضرت عامرؓ نے اس کے نچلے حصۂ جسم پر تلوار کا وار کیا۔ تلوار لمبی نہ تھی اس لئے وہ خود انہی کے گھٹنے پر آ لگی۔ جس سے کاری زخم آیا۔ فوراً حضرت علیؓ رجز (جنگی ترانہ) پڑھتے ہوئے میدان میں آئے۔ آپؓ نے تلوار کا ایک ہی وار ایسا کیا کہ مرحب کا خود پگڑی سمیت کاٹتی ہوئی سر کے دو ٹکڑے کر کے گردن تک آ گئی۔ مرحب کا بھائی یاسر میدان میں آنکلا جسے حضرت زبیر بن العوامؓ نے خاک مذلت پر موت کی نیند سلا دیا۔ اب حضرت علیؓ نے عام حملہ کر دیا اور قلعہ فتح ہو گیا۔ قلعے کا دروازہ بہت سارے لوگوں سے نہیں اٹھایا جا سکتا تھا۔ اس وقت اس کو حضرت علیؓ

نے اٹھا پھینکا۔

اسی قلعہ کے فتح سے حیی بن اخطب کی لڑکی صفیہ گرفتار ہوئیں جو کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق کی بیوی تھیں۔ یہ حضرت دحیہ صحابیؓ کے حصہ میں آئی تھیں جن سے خرید کر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا اور بعد میں یہ ازواج مطہرات میں شامل ہو گئیں۔ فتح قلعہ قموص کے بعد مسلمانوں کا راشن ختم ہو گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے فوج کی اعلیٰ اور بھرپور طاقت سے قلعہ صعب بن معاذ پر حملہ کر دیا جس میں یہودیوں نے بہت سامان خوراک جمع کر رکھا تھا۔ چنانچہ وہ قلعہ بھی فتح ہو گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے قلعہ زبیر پر حملہ کر دیا۔ مگر یہود نے خونریز جنگ کی۔ مسلمانوں نے مجبور ہو کر ان کا پانی کاٹ دیا۔ اب یہودی مجبور ہو کر باہر نکل آئے اور فریقین میں ہلاکت خیز جنگ ہوئی۔ یہودی زیادہ قتل ہوئے اور باقی بھاگ نکلے۔ اب چھوٹے بڑے سارے قلعے یکے بعد دیگرے مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے صرف دو بڑے قلعے وطیح اور سلالم رہ گئے۔ اب مسلمانوں نے سارا زور ان پر ڈال دیا۔ دس دن تک محاصرہ رہا۔ یہود نے محاصرے سے تنگ آ کر صلح کی درخواست کی چنانچہ ان کی جان بخشی کا وعدہ ہوا، اور خیبر مسلمانوں کا ہو کر صحابہ میں تقسیم ہو گیا۔ یہود نے درخواست کی کہ زراعت میں ہم ماہر ہیں ہم کو نصف حصّے پر یہ زمینیں دے دی جائیں۔ چنانچہ انہی کو ان زمینوں پر اسی شرط سے رہنے دیا گیا۔

اس جنگ میں مسلمانوں کے پندرہ آدمی شہید ہوئے اور زخمیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ یہودی ترانوے قتل ہوئے۔

یہودِ فدک

جنگِ خیبر کے خاتمے پر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دستہ فدک کے

یہود کے پاس بھیجا کہ یا وہ مسلمان ہو جائیں یا اطاعت قبول کریں۔ وہ بھی سخت مرعوب ہو چکے تھے۔ انہوں نے بغیر جنگ کے ان ہی شرائط پر صلح کر لی۔ کہ اراضی ان کے پاس بٹائی پر رہیں، چونکہ فدک پر لڑائی نہیں ہوئی تھی اس لئے یہ قرآن حکیم کے مطابق صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصرف میں رہا۔ اس سے آپؐ غرباء مساکین۔ ذوی القربیٰ مسلمانوں اور اہلِ خانہ کا خرچ پورا کرتے تھے۔ آپؐ کی وفات شریف کے بعد بحیثیت خلیفہ کے حضرت صدیق رضؓ اس کے متولی رہے۔

یہود وادی القریٰ

وادی القریٰ مدینہ منورہ کے راستہ میں یہودی آبادی تھی انہوں نے کچھ دیر مقابلہ کیا۔ آخر خیبر کی شرائط پر صلح کر لی۔

یہود تیماء

تیماء کے یہود نے بغیر جنگ کے ہی انہی شرائط پر صلح کر لی۔ اس طرح جزیرۃ العرب میں یہودی سیاست و عسکریت کا خاتمہ ہو گیا۔

حضرت جعفر رضؓ کی واپسی، اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسرت

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو خط لکھا کہ مسلمان

ہو جائیں اور ساتھ ہی حبشہ کے مہاجرین کو مدینہ منورہ بھیجنے کا حکم دیا۔ آپؐ خیبر ہی میں تھے
کہ مکہ معظمہ سے وہاں گئے ہوئے مہاجرین اسلام کی برتری اور کامیابی کی خبریں سن کر مدینہ
منورہ لوٹ آئے اور سیدھے خیبر آ گئے۔ ان میں حضرت علیؓ کے بڑے بھائی حضرت جعفرؓ
بھی تھے۔ نجاشی آپؐ کا خط پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور ہدایا اور تحائف ہمراہ کر کے مہاجرین
کو آپؐ کے پاس روانہ کر دیا۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بڑے خوش ہوئے۔ یہ
قافلہ حبشہ میں دس سال سے زیادہ رہ کر واپس آیا تھا۔ مکہ معظمہ میں مشرکین کے ظلم و ستم
سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے لئے ان کو خدا کے رسول نے حبشہ جانے کی اجازت
دی تھی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے جعفر کی واپسی سے زیادہ خوشی
ہے یا خیبر کی فتح سے بہر حال اس موقع پر آپؐ کے سامنے دو مسرتیں جمع ہو گئی تھیں۔
دراصل اب ضرورت تھی کہ یہ تربیت یافتہ اور راسخ العقیدہ مسلمان دوسرے
مسلمانوں سے مل کر اشاعتِ اسلام کی ضروری خدمات انجام دیں چنانچہ یہ فوراً
مجاہدین میں داخل ہو کر مصروفِ کار ہو گئے۔

یہود کی ایک اور شرارت

خیبر کی فتح کے بعد ابھی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہیں تھے کہ یہودیوں
کے ایک سردار سلام بن مشکم کی بیوی مسماۃ زینب بنت حارث نے آپؐ کی دعوت
کی آپؐ نے ازراہِ رحم و شفقت قبول فرمالی۔ اس نے گوشت میں زہر ملا کر بھیج
دیا۔ آپؐ کے ہمراہ حضرت بشر بن براء بھی کھانے میں شریک تھے۔ چنانچہ وہ کچھ کھانا
نگل گئے۔ مگر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گوشت نے اطلاع کر دی کہ میرے
اندر زہر ہے آپؐ نے تھوک دیا۔ آپؐ نے اس یہودیہ کو بلا کر پوچھا اس نے جرم
کا اعتراف کیا۔

آپؐ نے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا۔ وہ بولی ۔ اور بعض روایات میں ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ ہمارا مقصد یہ تھا کہ اگر آپؐ نبی نہیں تو آپؐ سے ہماری جان چھوٹ جائیگی۔ اگر نبی ہیں تو آپؐ اس کو نہ کھائیں گے۔ آپؐ نے اس کو معاف کر دیا۔ مگر بعض روایات میں ہے کہ جب صحابی فوت ہوئے اس عورت کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آپؐ نے اس کو حضرت بشر کے وارثوں کے حوالہ کر دیا مگر چونکہ وہ مسلمان ہو گئی تھی اس لئے انہوں نے اس کو قتل نہ کیا۔

مسلمانوں کی خوشحالی

خیبر کی زمین مسلمانوں میں تقسیم ہو گئی۔ پیدل کو ایک حصّہ اور سواروں کو دو دو حصّے ملے۔ مہاجرینِ حبشہ کو بھی غربت کی وجہ سے حصّہ دیا گیا اور جو مستورات پانی پلاتی تھیں اور مرہم پٹی کر رہی تھیں ان کو بھی غذائی سامان سے حصّہ دیا گیا۔

خیبر سے واپسی کے بعد

خیبر سے واپس آکر آپؐ نے مدینہ منورّہ میں قیام فرمایا۔ لیکن جو جو قبائل اسلام اور مسلمانوں کی بیخ کنی کی کوششوں اور سازشوں میں لگے ہوئے تھے ۔ ان کی طرف چھوٹے چھوٹے فوجی دستے ادب آموزی اور رعب قائم کرنے کے لئے روانہ فرمائے تاکہ ان کی ریشہ دوانیوں سے کوئی بڑی بغاوت اور خطرناک سازش سرسبز نہ ہونے پائے چنانچہ آپؐ نے

(۱) نجد کے قبیلہ فزارہ کی طرف حضرت ابو بکرؓ کو معہ سلمہ بن اکوع وغیرہ صحابہؓ کے روانہ فرمایا۔

(۲) قوم ہوازن کی طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیس سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔

(۳) بشیر بن دارام یہودی کی گرفتاری کے لئے حضرت عبد اللہ بن رواحہ کو تیس شتر سواروں کے ہمراہ روانہ فرمایا جو خیبر کے یہودیوں کو بغاوت پر امادہ کر رہا تھا۔

(۴) بنی مرہ کی سرکوبی کے لئے بشیر بن سعد انصاری کو تیس سواروں سمیت روانہ کیا۔

(۵) قوم جہنیہ کے ایک قبیلہ کی طرف حضرت اسامہ بن زیدؓ کو ایک جماعت کے ساتھ روانہ کیا گیا۔

(۶) قوم بنی الملوح کی تادیب کے لئے حضرت غالب بن عبد اللہ کلبی کو ایک جماعت دے کر روانہ کیا گیا۔

(۷) قبیلہ جشم بن معاویہ کے سردار رفاعہ بن قیس کی سرکوبی کے لئے حضرت ابی حدردؓ اسلمی کو صرف تین آدمی دے کر روانہ فرمایا۔

(۸) مقام اضم کی طرف حضرت ابوقتادہ اور محلم بن جثامہؓ کو روانہ کیا گیا۔ یہ تمام فوجی دستے کامیاب و فتح مند ہو کر واپس ہوئے۔

جنگ مُوتہ

تبلیغی خطوط اس سال آپؐ نے اسلامی دعوت دینے کے لئے بہت سے دعوت نامے مختلف بادشاہوں کے نام بھیجے جن میں بعض مسلمان ہوئے بعضوں نے صرف عزت و احترام کیا اور بعضوں نے مخالفت کی۔ مگر جو خط آپؐ نے حارث بن عمیر ازدی کے ہاتھ حاکم بصریٰ کے نام بھیجا تھا وہ ابھی بصریٰ نہ پہنچنے پائے تھے کہ راستہ

میں شام کے قریب مقام مؤتہ میں وہاں کے حاکم شرجیل بن عمر غسانی نے ان کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ یہ یہاں قیصر روم کی طرف سے صوبدار تھا۔ حارث بن عمیر کے بے گناہ قتل کی وجہ سے مسلمانانِ مدینہ کو سخت صدمہ پہنچا۔ اگر یہ بات یونہی رہنے دی جاتی پھر سفیروں اور قاصدوں کی جانیں محفوظ نہ ہوتیں اور اشاعت اسلام کا راستہ ہی بند ہو جاتا۔ اور پھر وہ مدینہ پر حملہ کرتے۔ اس لئے آپؐ نے حکم دیا کہ مقام حرق میں فوجیں جمع ہوں۔ چنانچہ موضع حرف میں تین ہزار صحابہؓ کا مسلح لشکر جمع ہو گیا۔ آپؐ نے ان کا افسر حضرت زید بن حارث (اپنے متبنیٰ) کو مقرر فرمایا۔ اور حکم دیا کہ اگر زید بن حارث شہید ہو جائیں تو پھر جعفر بن ابی طالب لشکر کے سردار ہوں گے۔ وہ بھی شہید ہو گئے تو پھر عبداللہ بن رواحہ علمبردار ہوں گے۔ ان کے بعد لشکر جس کو چاہے سردار بنالے۔ یہ الفاظ ایک یہودی سن رہا تھا اس نے کہا اگر یہ سچا پیغمبر ہے تو یہ تینوں شہید ہو جائیں گے۔ مگر اس کی بات پر کسی نے کان نہ دھرا۔ صحابہؓ کا ایمان اتنا مضبوط تھا کہ یہودی اگر مگر سے اس میں تزلزل نہیں آ سکتا تھا۔

لشکر کی روانگی

حضرت زید بن حارث لشکر کو لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے اور جاتے جاتے مقام معان تک پہنچ گئے۔ جو خلیج عقبہ کے کنارے ہے۔ وہاں معلوم ہوا کہ حاکم مؤتہ شرجیل بن عمرو نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے ایک لاکھ فوج جمع کر رکھی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہرقل شاہ روم بھی ادھر آیا ہوا ہے اور اس نے بھی ایک لاکھ فوج بھیج دی ہے بہر حال مسلمانوں کو ایک لاکھ یا دو لاکھ فوج سے پالا پڑا۔

مسلمانوں کا مشاورتی اجلاس

یہ معلوم ہو کر صحابہؓ سوچنے لگے۔ آپس میں مشورہ کیا۔ بعضوں نے کہا کہ

مدینہ منورہ سے مزید امداد کے لئے پیغام بھیجا جائے مگر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے تقریر فرمائی کہ ہم لوگ آج تک محض اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے لڑتے رہے ہیں۔ ہمارا مقصد خدا تعالیٰ کی رضا ہے بچ گئے تو مجاہد اور غازی مارے گئے تو شہید ہوں گے ۔

اِحْدَی الْحُسْنَیَیْنِ (دو بھلائیوں میں سے ایک) ضرور ملے گی، اس لئے ہم کو اللہ کے بھروسہ پر جہاد شروع کر دینا چاہیئے۔ سارے اللہ والے صحابہؓ تھے، سب راضی ہو گئے اور جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ حضرت زیدؓ بن حارث ایک ہاتھ میں جھنڈا دوسرے میں نیزہ اٹھائے معان سے آگے بڑھے اور مقام موتہ تک جا پہنچے، پھر آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ آور ہوئے۔ یہاں تک کہ دشمنوں کے اندر جا گھسے انہوں نے گھیرا ڈال دیا۔ آپ نے بے جگری سے لڑتے لڑتے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ آپ کے بعد فوراً جھنڈے کو حضرت جعفرؓ نے تھام لیا اور پھر خونریز جنگ شروع کر دی۔ لڑائی میں آپ کا ایک ہاتھ کٹ گیا آپ نے دوسرے ہاتھ سے جھنڈا اٹھایا وہ بھی کٹ گیا تو آپ نے چھاتی اور کہنیوں سے جھنڈا تھام کر جنگ جاری رکھی ایسا نہ ہو کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا عطا کردہ علم جیتے جی سرنگوں ہو جائے، آخر کار وہ شہید ہو گئے تو جھنڈا حضرت عبدؓ اللہ بن رواحہ نے بلند کر دیا۔ جنگ زوروں پر تھی۔ تین ہزار مسلمان ایک لاکھ یا دو لاکھ جنگجو افراد سے نبرد آزما تھے۔ آخر کار حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بھی شہید ہو گئے۔ اب لشکر نے حضرت خالدؓ بن ولید کو متفقہ طور پر امیرِ لشکر تجویز کیا۔ انہوں نے کمان ہاتھ میں لیتے ہی تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے، کبھی بجلی کی طرح میمنہ میں جا پہنچے کبھی میسرہ میں جا کودے، فوج کے دونوں بازوؤں کو خوب لڑا کر رومیوں کے چھکے چھڑا دیئے مگر لاکھ دو لاکھ فوج کوئی معمولی طاقت نہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت خالدؓ نے فوج کے دستوں کو پیچھے کی طرف دوڑ بھیجا کہ ہر دستہ وہاں سے نعرے بلند کرتا ہوا میدانِ جنگ میں کودتا جائے جس سے دشمن یہ سمجھ کر کہ عربوں

کو اور کمک پہنچ گئی پریشان ہو جاتا تھا، یہاں تک کہ انہوں نے جنگ بندی ہی کو غنیمت سمجھا اور اپنے کیمپ کی طرف واپس ہو گئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت خالدؓ نے نقشۂ جنگ اور ترتیب تبدیل کر دی اگلوں کو پیچھے پچھلوں کو آگے کر کے یکبارگی حملہ کر دیا جب دشمن سمجھے کہ تازہ کمک آگئی۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت خالدؓ نے محسوس کیا کہ پیچھے ہٹنے کے بغیر چارہ نہیں اور تین ہزار بہادر اور آزمودہ کار صحابہؓ کو لاکھوں دشمنوں کے ہاتھوں ضائع کرانا کوئی کمال نہیں ہے، ہر کام کے لئے وقت درکار ہے، عنقریب رومیوں سے نمٹنے کے لئے انتظام ہو جائے گا، آپ نے لشکر کے دو حصے کئے۔ بہترین اور بڑے حصہ کو پیچھے ہٹنے جانے کا حکم دیا اور اگلے حصہ کو اس طرح جنگ پر لگایا کہ دشمن کو دوسروں کی خبر بھی نہ ہو، اس لشکر نے میدانِ جنگ کے عرض میں پھیل کر خوب نعرے لگائے اور دشمن کو خوب مصروف جنگ رکھا، دشمن کی طاقت سارے محاذِ جنگ میں پھیل گئی، بالآخر دشمن نے اپنے کیمپ میں پناہ گزین ہونا ہی غنیمت سمجھا اور حضرت خالدؓ بھی اپنی فوج بچا کر مدینہ کو لوٹے، اہلِ مدینہ نے استقبال کیا تو مٹی پھینکنے لگے کہ تم "فرار" ہو (یعنی میدانِ جنگ سے بھاگے ہو) سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ عنہ جو بنفسِ نفیس استقبال کو تشریف لائے تھے آپؐ نے فرمایا کہ یہ "فرار" نہیں بلکہ "کرار" ہیں، یعنی پیچھے ہٹ کر حملہ کرنے والے ہیں۔ اس موقعہ پر حضرت خالدؓ کو "سیف اللہ" کا خطاب ملا

بات یہ ہوئی کہ مؤتہ کے میدان میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ ادھر مدینہ منورہ میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے واقعات کی اطلاع فرما دی۔ آپؐ نے صحابہؓ کو جمع کر کے تقریر فرمائی کہ تمہاری فوج کے علمبردار زیدؓ بن حارثہ تھے وہ شہید ہو گئے تو جھنڈا جعفرؓ نے تھاما وہ شہید ہو گئے تو عبداللہؓ بن رواحہ امیر ہوئے وہ بھی شہید ہوئے تو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے سرداری سنبھالی

اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔

بعض روایت میں فَفَتَحَ عَلٰی یَدِہٖ کے الفاظ آئے ہیں کہ پھر اُن کے ہاتھ پر فتح ہوئی، بہرحال اُس دن سے حضرت خالدؓ کو سَیفُ اللہ کہا جاتا ہے۔ یہ مبارک الفاظ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے مُنہ مبارک سے نکلے جن کا اثر آخر تک موجود رہا۔

ایک نکتہ

حضرت خالدؓ بجائے میدانِ جنگ کے گھر میں اپنی موت مرے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے فضل وانعام سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اگر حضرت خالدؓ کسی لڑائی میں مارے جاتے تو اس کا یہ معنی ہوجاتا کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ کی تلوار ٹوٹ گئی، اللہ تعالیٰ نے سرورِ دو عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے الفاظ کی لاج رکھی اور حضرت خالدؓ کو کسی لڑائی میں شہید نہ ہونے دیا۔

سلطنتِ رُوم سے پہلی ٹکر کے فوائد

اگرچہ اس سے پہلے بھی سلطنتِ روم سے کئی جھڑپیں ہوچکی تھیں اور بعد میں بھی ہوئیں مگر یہ بڑا انصادم تھا جو پہلی بار عربوں اور سلطنتِ روم کے درمیان شام کے علاقے کے اندر واقع ہُوا۔ اس میں مسلمانوں کے بارہ آدمی شہید ہوئے اور دشمنوں کے مقتولوں کی تعداد کافی اور زیادہ تھی۔

اس لڑائی سے مسلمانوں کو مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

(۱) رومیوں پر مسلمانوں کی جنگی قابلیت، سخت جانی اور بے خوفی کی دھاک بیٹھ گئی۔ ان کی کثرت کا غرور خاک میں مل گیا۔

(ب) حضرت خالدؓ کا ایک لاکھ آدمیوں سے بھرپور جنگ کر کے اپنی سپاہ کو صحیح وسالم بچا لینا جنگی نقطۂ نظر سے بے نظیر کارنامہ ہے جس کا اثر ہر صاحب بصیرت نے قبول کیا۔

(ج) مسلمانوں کو رومیوں کی فوجی قوت۔ ان کے طور طریقے، ان کی تنظیم، ہتھیار، اسلوبِ جنگ وغیرہ تمام باتوں کا علم اور تجربہ ہوگیا جو آئندہ بے انتہا کارآمد ہوا۔ اس عظیم جنگی فائدے کے مقابلہ میں معمولی جانی نقصان کی کوئی حیثیت نہیں۔

جنگِ مُوتہ کے بعد

بعض روایات میں ہے کہ بعض قبائل نے اطاعت سے سرتابی کر کے جنگی تیاری شروع کی اور بعض نے لکھا ہے کہ جنگِ مُوتہ میں جن قبائل نے نصرانیوں کی مدد اور اس طرح مسلمانوں کے رعب کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ ان کی تادیب اور بے رُعبی کو دُور کرنے کے لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے حضرت عمروؓ بن العاص کو ایک معتد بہ فوجی طاقت دے کر شام کی طرف بھیجا۔ جب وہ ذات سلاسل کے پانی کے پاس قوم جذام کی زمین پر پہنچے، ان کو دشمن کی کثرت کا خدشہ ہوا۔ انہوں نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے مزید امداد طلب کر لی آپؐ نے حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح کو مہاجرینِ اولین کا جیش دے کر امداد کے لئے روانہ کر دیا جس میں حضرت صدیقؓ بھی تھے۔ اب حضرت عمروؓ بن العاص نے روم سے ملنے والے قریبی قبائل کا پیچھا کیا۔ اور بلی، عذرہ، بلقین، طیئی، لخم، جذام وغیرہ سب قبائل کے علاقوں میں پہنچے۔ آپ جہاں جاتے وہاں کے لوگ بھاگ جاتے۔ کسی جگہ کوئی بھی مقابلہ میں جم نہ سکا۔ اس طرح سرحدِ شام و عراق تک علاقے مامون و محفوظ ہوگئے۔

فتح مکّہ معظّمہ

اور

عالمگیر آسمانی پروگرام کا اعلان

آپ پڑھ چکے ہیں کہ معاہدہ حدیبیہ میں مسلمانوں اور قریش مکّہ کو کھلی اجازت دی گئی تھی کہ جس جس قبیلہ سے چاہیں معاہدہ کرکے اس کو اپنا حلیف (جنگی معاون) بنا سکتے ہیں۔ چنانچہ قبیلہ بنو خزاعہ جو عرب کا مشہور قبیلہ تھا، اور جس کے اندر اسلام کچھ نہ کچھ سرایت کر چکا تھا۔ اور جس کا میلان بھی مسلمانوں کی طرف تھا۔ مگر قریش کے دباؤ کی وجہ سے اس کو تامل تھا۔ معاہدہ حدیبیہ کے بعد اب اس نے کھل کر مسلمانوں سے معاہدہ کر لیا، اور اس کے دشمن قبیلہ بنو بکر کا قریش سے معاہدہ ہو گیا۔ اب جو قبیلہ بھی دوسرے پر زیادتی کرے گا۔ اس کی ذمہ داری اس کے حلیف پر بھی ہوگی۔ ان دونوں قبیلوں میں پرانی دشمنی تھی۔ خدا کی شان کہ معاہدہ حدیبیہ سے دو سال کے بعد یعنی ۸ھ ہجری میں ان دونوں قبیلوں میں ٹھن گئی۔ بلکہ بنو بکر نے رات کو سوتے وقت بنو خزاعہ پر بے خبری میں حملہ کرکے قتل عام شروع کر دیا۔ وہ بے چارے بھاگ کر حرم کعبہ میں پناہ گزین ہوئے۔ بنو بکر نے وہاں بھی جاکر ان کو قتل کیا۔ اس قتلِ عام اور شبخون میں رؤسا قریش بھی شریک تھے۔ اس افسوسناک و دردناک حادثے کے بعد بنو خزاعہ کا وفد سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی خدمت میں مدینہ منوّرہ حاضر ہوا اور مدد چاہی۔ یہ لوگ بھاگ

کر مدینہ منورہ پہنچے تو آپ کی خدمت میں اپنی درخواست ان چند اشعار میں پیش کی۔

ان قریشًا اخلفوا الموعدا

ولقضوا میثاقك المؤكّدا

لاھمّ اِنِّیْ ناشِدٌ مُحَمَّدا

حلف ابینا وابیہ الا تلدا

ترجمہ :- قریش نے وعدہ خلافی کردی ہے اور آپؐ سے کیا ہوا پکا معاہدہ توڑ ڈالا ہے۔ مگر غم کی کوئی بات نہیں، میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپیل کروں گا اور اپنے اور ان کے بزرگوں کی رفاقت کا واسطہ دوں گا۔

فانصُر رسُولَ اللہ نصرا اعتدا

وادع عباداللہِ یأتوا مددا

ترجمہ :- تو اے خدا کے رسول ہماری اچھی مدد فرمائیں اور اللہ کے بندوں کو بلائیں کہ مدد کو آ پہنچیں۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیغام

آپؐ نے اس وفد کو اطمینان دلایا اور پھر قریش کے پاس پیغام بھیجا کہ اب آپ کے سامنے تین راستے ہیں۔ ان تین باتوں میں سے ایک کو مان لو۔

(۱) یا تو بنو خزاعہ کو خون بہا ادا کرو۔

(۲) یا پھر بنو بکر سے لاتعلقی کا اعلان کردو۔

(۳) یا پھر معاہدۂ حدیبیہ کو ختم سمجھو۔

قریش نے بے پرواہی سے جواب دیا اور کہا کوئی معاہدہ نہیں۔ اس طرح خود انہوں نے نقضِ عہد بھی کیا پھر معاہدے کے خاتمہ کا اعلان بھی کر دیا۔

معاہدۂ حدیبیہ کا خاتمہ اور قریش کی گھبراہٹ

اس طرح قریش نے معاہدہ تو جوش و جنون میں ختم کر ڈالا لیکن بعد میں سخت پشیمان ہوئے۔ اور مسلمانوں کی طاقت سے گھبرا اٹھے۔ چنانچہ ابوسفیان کو معاہدہ تازہ کرنے کے لئے مدینہ منورہ بھیجدیا۔ مگر مسلمان اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کچی گولیاں نہ کھیلے تھے۔ وہ جہاں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لڑنا جانتے تھے۔ وہاں میدانِ سیاست کے بھی شاہسوار تھے۔ ابوسفیان کی دال نہ گلی اور نہ اس کو اطمینان بخش جواب ملا۔ اور نہ ہی اس کو کھل کر اعلانِ جنگ سنایا۔ اسی تذبذب کی حالت میں وہ حضرت صدیق رضؓ سے سفارش چاہنے لگا مگر اطمینان بخش جواب نہ ملا۔ حضرت عمرؓ کے پاس آیا مگر انہوں نے بھی ٹال دیا۔ آخرکار خاتون جنت حضرت فاطمہ زہراؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کر کے جو اس وقت پانچ سال کے تھے کہنے لگا کہ اگر یہ بچہ آج صلح کرا دے تو آج ہی سے عرب اس کو اپنا سردار تسلیم کرلیں۔ حضرت خاتونِ جنتؓ نے فرمایا بچوں کو ان باتوں سے کیا سروکار ہے۔

جب ابوسفیان ہر طرف سے مایوس ہوا۔ تو اپنی بیٹی حضرت ام حبیبہؓ کے پاس آیا۔ حضرت ام حبیبہ ام المومنین تھیں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی زوجہ مبارک تھیں۔ ابوسفیان آتے ہی بستر پر بیٹھ گیا۔ حضرت ام حبیبہؓ نے فرمایا کہ ذرا آپ اٹھیں۔ وہ اٹھا تو ام المومنین نے بستر نیچے سے اٹھا لیا۔ ابوسفیان تعجب و حیرانی سے دریافت کرتا ہے کہ یہ بستر میرے قابل نہیں یا میں اس کے قابل نہیں۔ حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں یہ آقائے نامدار کا بچھونا ہے۔ آپ مشرک ہیں اس پر بیٹھنا میں نے کسی طرح موزوں نہیں سمجھا۔ بہرحال ابوسفیان یہاں سے بھی مایوس ہوا۔ آخرکار

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک ہی صورت ہے کہ تم مسجد نبوی میں جا کر سب کے سامنے اعلان کر دو کہ میں نے معاہدہ حدیبیہ تازہ کر دیا۔ ابوسفیان یہ اعلان کر کے مکہ معظمہ کو لوٹا۔ غالباً حضرت علیؓ نے اس کے ساتھ مذاق کیا۔ جب وہ مکہ معظمہ آیا لوگوں نے کہا یہ یکطرفہ تجدید معاہدہ کیا چیز ہے۔ اب ہم اس کو معاہدہ سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ یہ تو مذاق کیا گیا ہے۔ ابوسفیان شرمندہ تھا اور قریش جانتے تھے کہ اب مسلمانوں کو ہم پر حملہ کرنے اور لڑنے کا حق حاصل ہے وہ ڈرتے بھی تھے مگر ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ مسلمان کب ان پر حملہ کرتے ہیں۔

فتحِ مکہ کی تیاری

ادھر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیاری میں مصروف ہو گئے۔ تاکہ اسلامی دعوت کا راستہ ہموار کر کے خلقِ خدا کو گمراہی اور ظلم و عدوان سے بچایا جا سکے۔ آپؐ نے مدینہ منورہ کے اطراف و جوانب میں احکام بھیج دیئے کہ جنگ کی تیاری کرو چنانچہ مدینہ منورہ کے اندر اور باہر جنگ کی عظیم تیاریاں ہو رہی تھیں۔ مگر کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ کدھر کا ارادہ ہے۔ آپؐ کی عادت مبارک تھی کہ جب کسی مہم کا ارادہ فرماتے تو پوری رازداری سے کام لیتے۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن کو قبل از وقت اطلاع ہو کر تیاری کا موقع ملے۔ اکثر آپؐ جدھر کا ارادہ فرماتے۔ اس سے دوسری سمت کے حالات دریافت کرتے تاکہ آپؐ کے اصلی ارادوں کی مخبری نہ ہو سکے۔

مکہ معظمہ کو قدوسی فوج کی روانگی

جیسے کہ سابقہ آسمانی کتابوں میں ہے کہ آپؐ دس ہزار قدوسی لشکر کے ساتھ آئیں گے اس کے عین مطابق آپؐ تیاری کر کے دس ہزار صحابہؓ کے لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ

سے نکلے۔ مکہ معظمہ کا رُخ کیا اور تیزی کے ساتھ اس کی طرف بڑھے۔ اب وہ زمانہ بیت گیا کہ اہلِ اسلام کے پاس سامانِ جنگ۔ ہتھیار اور راشن بھی نہ ہوتا تھا اب صلح حدیبیہ کی برکت سے پیغمبرانہ بصیرت کے عین مطابق ان دو سالوں میں مسلمان عرب کی عظیم طاقت بن چکے تھے۔ اب لشکر میں باربرداری کا مکمل انتظام تھا۔ گھوڑوں کے رسالے ہمراہ تھے۔ راشن کی فراوانی ہے۔ ساری فوج اس وقت کے تمام اسلحہ سے لیس (مسلح ہے)

مختلف عرب قبائل کے لشکر اس میں شامل ہیں، مختلف قبائل کے جُدا جُدا عَلَم (جھنڈے) ہیں جو ان کے سرداروں کے ہاتھ میں ہیں۔

قبیلہ بنو سلیم کے سات سو جانباز مسلمان ہمرکاب ہیں۔ قبیلہ مزنیہ کے ایک ہزار جوان نبرد آزما ہمراہ ہیں۔ بنی غفار کے چار سو۔ بنی جنبہ کے چودہ سو مجاہد ساتھ ہیں۔ ان کے سوا قبیلہ تمیم، قبیلہ اسد، قبیلہ قیس وغیرہ سر ہتھیلی پر رکھے ہوئے شوقِ شہادت میں سرشار ہمراہ جارہے ہیں۔ جب یہ قدوسی لشکر مکہ معظمہ کے قریب بمقام مرالظہران پہنچا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیدیتے ہیں۔ رات ہوتی ہے آپؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ سب آگ روشن کرو۔ چنانچہ چاروں طرف آگ ہی آگ نظر آنے لگی۔ ہزار ہزار کے حصے الگ ہو جاتے ہیں، پھر ہر آدمی آگ جلاتا ہے۔ قریش معاہدہ ختم ہونے سے پریشان تو تھے مگر یہ معلوم نہ تھا کہ کب ابتلاء پیش آئے گا۔ جب انہوں نے مسلمانوں کی آمد کی خبر سُنی ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ بے انتہا روشنیاں ہیں۔ انہوں نے یہ منظر کبھی نہ دیکھا تھا۔ چند سردار تحقیقِ حال کے لئے نکلے۔ یعنی ابوسفیان۔ حکیم ابن حزام اور بدیل بن ورقاء یہ تینوں سردار تھے۔

ابوسفیان کو حضرت عباسؓ نے پہچان لیا ان میں پرانی دوستی تھی۔ ابوسفیان نے کہا کیا کیا جائے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ کسی طرح

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے پاس پہنچ کر مسلمان ہو جاؤ۔ اس کو ساتھ لے کر حضرت عباسؓ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی خچر پر آپؐ کے پاس لے چلے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ نے دیکھ پایا۔ وہ ڈرے کہیں حضرت عباسؓ ابوسفیان کو بچا نہ لیں۔ وہ بھی دوڑتے ہوئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے پاس جا پہنچے اور جلدی ہی حضرت عباسؓ بمعہ ابوسفیان آ گئے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ ابوسفیان کی گردن مار دوں۔ حضرت عباس نے ان کو امان دے دی۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ کل صبح ابوسفیان کو میرے سامنے پیش کریں۔

حضرت عمرؓ کا جوشِ ایمان

حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ یہ آپ کے رشتہ دار ہوتے تو آپ اس طرح نہ کرتے یعنی ان کے قتل کے درپے نہ ہوتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا — خدا کی قسم کہ مجھے آپ کے مسلمان ہو جانے سے اتنی خوشی ہوئی جو اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے نہ ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ ہم کو حضور کی خوشی اور آپ کے قرابت داروں کے مسلمان ہونے سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ مگر یہ ابوسفیان تو دشمن اسلام ہے۔

ابوسفیان پیش ہوتے ہیں

دوسری صبح ابوسفان کو آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ ابوسفیان کیا اب بھی تم نہیں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں ہے۔ ابوسفیان نے کہا اگر کوئی اس قابل ہوتا تو ہماری مدد کرتا۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیا ابھی تک تم نہیں سمجھے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ ابوسفیان نے

کہا کہ اس میں ابھی تک کچھ تردد ہے۔ حضرت عباسؓ بولے۔ ابوسفیان کیوں حضورؐ کی رسالت کا اقرار نہیں کرتا؟ کیا مرنا ہی چاہتا ہے۔ دوسری طرف حضورؐ کے اخلاق و عادات کا اثر تھا۔ ابوسفیان کلمہ پڑھتا اور مسلمان ہو جاتا ہے۔ حضرت عباسؓ نے سفارش کی کہ ابوسفیان کی کچھ عزت افزائی کی جائے۔ آپؐ نے فرما دیا۔

مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَھُوَ اٰمِنٌ

ترجمہ :- جو شخص ابوسفیانؓ کے مکان میں چلا گیا اس کو امان ہے۔ پھر ارشاد فرمایا۔

مَنْ اَغْلَقَ بَابَہٗ فَھُوَ اٰمِنٌ مَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَھُوَ اٰمِنٌ

ترجمہ :- جس نے اپنا کواڑ بند کر دیا اس کو بھی امان ہے جو مسجد میں چلا گیا اس کو بھی امان ہے۔

لشکرِ اسلام کا داخلہ مکہ معظمہ اور آپ کے احکام

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلا حکم دیا کہ مکہ معظمہ میں لشکر چاروں طرف سے داخل ہونا شروع کر دے۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہوئی۔ لشکر تقسیم ہو گیا۔ آپؐ کے حکم کے مطابق فوج کا میسرہ (بایاں بازو) حضرت زبیر بن العوامؓ کی قیادت میں شمال کی طرف سے میمنہ (دایاں بازو) حضرت خالدؓ بن ولید کی قیادت میں جنوب سے انصار فوجیں حضرت سعد بن عبادہ کی قیادت میں مغرب کی طرف سے اور مہاجرین کا لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی قیادت میں شمال مغرب کی طرف سے مکہ معظمہ میں داخل ہونا شروع ہوا۔

آپؐ نے دوسرا حکم دیا کہ جب تک شدید ضرورت اور مجبوری نہ ہو جنگ نہ کی جائے نہ طاقت استعمال کی جائے۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے تیسرا حکم دیا کہ ابوسفیانؓ کو گھاٹی کے ایسے مقام پر کھڑا کر دیا جائے جہاں سے وہ سارے لشکر کو دیکھ سکے۔ وہ مسلّح مسلمانوں کے دستے گزرتے دیکھتا اور یہ پوچھتا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ وہ ان کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اور یہی آپؐ کا مقصد تھا کہ وہ اتنا مرعوب ہو جائے کہ کسی طرح بھی قریش کو جنگ کا مشورہ نہ دے اور فتح ہونے والا شہر بغیر خونریزی کے فتح ہو جائے۔ جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے رکاب میں انصار و مہاجرین کا لشکر گزرا جو سر سے پاؤں تک ہتھیاروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ ابوسفیان نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں اس کو بتایا گیا کہ یہ انصار و مہاجرین کا لشکر ہے۔ وہ کہنے لگا اس لشکر کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت عباسؓ سے کہنے لگا کہ تمہارے بھتیجے کی بڑی بادشاہت ہے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ بادشاہت نہیں بلکہ جلالِ نبوت ہے۔

حضرت ابوسفیانؓ کی مکہ معظّمہ میں واپسی

حضرت ابوسفیانؓ مکّہ معظّمہ میں داخل ہوئے وہاں کے لوگ پریشان و حیران تھے، اپنے سرداروں کا منہ تک رہے تھے، اب سب ابوسفیانؓ کے گرد جمع ہو گئے انہوں نے کہا کہ اس لشکر سے مقابلہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں، اس کی بیوی ھندہ کھڑی تھی، ابوسفیانؓ کی مونچھ پکڑ کر بولی: قریش! یہ بوڑھا کھوسٹ ہو گیا ہے، جنگ کے بغیر چارہ نہیں — ابوسفیان نے کہا اس کی بات نہ مانو اور اس کو کہا جاؤ گھر میں بیٹھی رہو۔ ابوسفیانؓ نے کہا جو میرے گھر میں آجائے اس کی جان محفوظ ہو گی۔ لوگوں نے کہا تمہارے اس مکان میں سارے لوگ کیسے آئیں گے۔ اس نے کہا جس نے ہتھیار ڈال دیئے اس کو امان ہے جو مسجد میں داخل ہوا اس کو امان ہے جس نے اپنا دروازہ بند کر دیا اس کو امان ہے۔ لوگوں کی جان میں جان آئی۔ یہ سب رعائتیں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم

نے دے رکھی تھیں۔

شانِ رحمت

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم رحمۃً للعٰلمین تھے۔ آج دریائے رحمت جوش میں تھا، چنانچہ جب جوش اور اسلامی غیرت کے تحت انصار کے علمبردار حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ

اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَۃِ اَلْیَوْمَ تُحَلُّ الْکَعْبَۃُ

ترجمہ:۔ آج گھمسان کا دن ہے آج خانۂ کعبہ میں جنگ بھی حلال ہوگی۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فوراً فرمایا

اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَرْحَمَۃِ (آج کا دن مہربانی کا دن ہے) اور ساتھ ہی حکم دیا کہ سعدؓ سے جھنڈا لے کر اس کے بیٹے قیس کے حوالے کر دیا جائے۔ حضرت سعدؓ کے بیٹے قیس کو نفس پر کنٹرول اور اعصاب و حواس پر قابو زیادہ تھا۔

لشکرِ اسلام کا پُر امن داخلہ

اب لشکر اسلام نہایت امن سے شہر مکۂ معظّمہ میں چاروں طرف سے داخل ہونا شروع ہوا اور کہیں مزاحمت نہ ہوئی سوائے چند سرپھروں کے جنہوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے لشکر کی مزاحمت کی مگر سب خائب و خاسر اور اپنے چند آدمی قتل کرا کے ٹھنڈے ہو گئے۔ مسلمانوں کے دو آدمی شہید ہوئے اور وہ بھی وہ دو آدمی تھے جو لشکر خالد سے کہیں بھٹک گئے تھے۔ تمام لشکر مکۂ معظّمہ میں داخل ہو کر حسب قرارداد جبلِ ہند میں جمع ہو گیا۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا داخلہ

اب سردارِ دوجہاں مکہ معظمہ میں داخل ہو رہے ہیں اس شہر مکہ معظمہ میں جس کے باشندوں نے پورے اکیس سال تک سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ایذائیں دیں۔ ان کو ملک و وطن سے نکالا۔ ان کی جائدادوں پر قبضہ کیا پھر مدینہ منورہ پر چڑھائیاں کرتے اور اسلام اور مسلمانوں کی بیخ کنی کی کوششیں کرتے رہے۔ کوئی دنیا کا بادشاہ یا سپہ سالار ہوتا تو ننگی تلوار کے ساتھ اکڑتا ہوا داخل ہوتا۔ آنکھیں غصے سے سرخ ہوتیں۔ اپنے جاں نثاروں کو قتلِ عام کا حکم دے دیتا اور تمام فوج بپھرے ہوئے شیروں کی طرح اپنے شکار اور عمر بھر کے دشمنوں پر پل پڑتے اور دیکھتے دیکھتے سرزمینِ مکہ معظمہ خون سے لالہ زار بن جاتی۔ خواتین کی عزتیں خاک میں مل جاتیں۔ بچے بلبلاتے اور قیامت کا کہرام مچا ہوتا۔

مگر یہ خدا تعالیٰ کے پیغمبر کی سواری ہے۔ رحمۃ للعٰلمین کی سواری ہے۔ جس سپہ سالار حضرت سعدؓ نے غصے کا اظہار کیا۔ اس سے عَلَم چھین لیا۔ پناہ دینے کا اعلان فرما دیا۔ اونٹنی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس طرح داخل ہوتے ہیں کہ سر مبارک جھکتے جھکتے اتنا جھک گیا کہ داڑھی مبارک پالان کو لگنے کے قریب ہو جاتی ہے۔ جب لشکر اسلام مکہ معظمہ کی تمام گزرگاہوں اور ناکوں پر کنٹرول کر کے جبل ہند میں ڈیرے ڈال دیتا ہے۔ آپؐ سب سے پہلے مسجد حرام میں جا کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ پھر حضرت عثمان بن طلحہؓ کو منگا کر ان سے خانہ کعبہ کی کنجی لے کر خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ یہاں مشرکین نے تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے ہیں۔ آپؐ ایک ایک بت کو گراتے اور زبان مبارک سے فرماتے ہیں۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا ۝

ترجمہ :- حق آپہنچا - باطل مٹ گیا - باطل کا انجام مٹنا ہی ہے -

بے مثال معافی

آپؐ خانۂ کعبہ میں دو رکعت نماز پڑھتے ہیں حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیتے ہیں، وُہ حکم پاتے ہی خانۂ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیتے ہیں۔ توحید و رسالت کے کلمۂ شہادت سے دشت و جبل گونج اُٹھتے ہیں، آپؐ فارغ ہو کر خانۂ کعبہ کے دَروازے پر تشریف لاتے ہیں، اکیس سال کے مجرم اور بدترین دشمن سامنے کھڑے ہیں، ان کے دل کانپ رہے ہیں، اپنی کرتوتوں کو یاد کرکے سہمے جا رہے ہیں کہ خدا جانے کیا سلوک ہوگا؟ کیا زندہ آگ میں جلائے جائیں گے یا لوہے کی کنگھیوں سے گوشت نوچ نوچ کر ہلاک کیا جائے گا؟ اُس وقت اُن کی کیفیت قابلِ دید تھی، آپؐ اُن سے دریافت فرماتے ہیں کہ تم کس سلوک کی توقّع رکھتے ہو، وہ زبانوں سے کہتے ہیں بھرّائی ہوئی آواز سے، آپؐ سے بھلائی ہی کی توقّع ہے۔

اَخٌ کَرِیْمٌ وَّابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ

ترجمہ :- آپؐ نہایت ہی شریف بھائی اور ایسے ہی شریف بھائی کے فرزند ہیں۔

آپؐ ارشاد فرماتے ہیں

اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

ترجمہ :- جاؤ تم سب آزاد ہو - (عام معافی کا اعلان فرمادیا)

ان کی جان میں جان آتی ہے اور ساتھ ہی دل ملامت کرتا ہے کہ ہم ان کے ساتھ کیا کرتے رہے اور یہ کیا کر رہے ہیں، نہ غصّہ ہے نہ انتقام، نہ مال پر قبضہ نہ دَولت پر، بلکہ مہاجرین جو جائدادیں چھوڑ کر مدینہ منوّرہ چلے گئے تھے وہ بھی

انہی اہلِ مکّہ کے پاس رہنے دیتے ہیں۔ وہ اپنے جھوٹے خداؤں کا انجام بھی دیکھ چکے تھے اور سالہا سال سے اسلامی تعلیمات سنتے رہتے تھے۔ اب ان کے دلوں میں اسلام گھر کر گیا، سوائے چند قلیل التعداد نفوس کے سارے بیعت کرتے اور مسلمان ہو جاتے ہیں۔ آج اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کے لئے صاف و پاک کر دیا جاتا ہے جہاں قیامت تک شیطان اور بتوں کی پوجا نہ ہوگی۔ اور یہاں سے نور کی شعاعیں سارے عالم کو منوّر کرتی رہیں گی۔ بہر حال آپؐ خانۂ کعبہ کے بتوں کو توڑ کر خانۂ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر عام مردوں سے خطاب فرماتے ہیں۔

خطاب عام

آپؐ نے اس تاریخ ساز اجتماع میں خدائی حکومت کے اعلان کے پہلے دن تمام انسانی برادری کو خطاب فرمایا۔ اور انسانیت کے بنیادی حقوق کو قانونی حیثیت دے کر نسلِ آدم کے امن و آسائش اور کامیابی و کامرانی کا معیار بنایا۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ ایک اور لاشریک ہے اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام قبائل اور گروہوں کو تنہا خود ہی شکست دی۔

اس اعلان سے ایک طرف آپؐ نے توحید کا اعلان فرمایا، پھر یہ بات بتا کر کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے نصرت کا وعدہ کر رکھا تھا جو آج اس نے پورا کر دیا۔ اپنی نبوت و صداقت کی دلیل پیش فرمائی کہ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے کر رکھا تھا۔ دوسری

طرف آپؐ نے اس عظیم اور لافانی فتح کو کسی قبیلہ یا پارٹی کی فتح قرار نہ دے کر اس کو صرف اللہ تعالیٰ کی امداد کا نتیجہ قرار دیا تاکہ کسی قبیلہ میں قبائلی عصبیت یا انتقامی جذبے کی طرف خیال بھی نہ جائے، اور حقیقت بھی یہی ہے، کتنا بلیغ خطبہ ہے۔

خلافتِ الٰہیہ کی بُنیاد

دراصل آج خلافتِ الٰہیہ کے عمومی اور عالمگیر اعلان کا پہلا دن تھا، جس میں آسمانی پروگرام پیش کرنا تھا، اس لئے آپؐ نے اس کے بعد تین اہم بُنیادی باتوں کا ذکر فرمایا۔

الا کل ما ثرۃ او دم او مال فھی تحت قدمی ھاتین الا سدانۃ البیت وسقایۃ الحاج

ترجمہ:۔ یاد رکھو ہر فخر و مباہات کی بات اور پرانے خون بہا (یا قتل کے انتقام) اور مال جس کا دعویٰ ہو میرے ان دونوں پاؤں کے نیچے ہیں، سوائے بیت اللہ شریف کی تولیت کے اور سوائے حاجیوں کو پانی پلانے کے۔

دُنیا میں جان و مال اور عزت تین ہی باتیں ہوتی ہیں جن کے لئے انفرادی و اجتماعی نزاعات برپا ہوتے ہیں، آپؐ نے ان تینوں مقاصد کو ختم کر کے ایک مقصد سے روشناس کرا دیا، وُہ ربّ العٰلمین کی رضا مندی اور اسی کے تحت اس کا عادلانہ نظام تھا۔ فخر و مباہات کے ان تینوں بُتوں کو آپؐ نے پاش پاش کر کے اعلان فرما دیا۔

کُلُّکُمْ مِنْ اٰدَمَ وَ اٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ

ترجمہ:۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے۔

سب کو اپنی حقیقت پر متوجہ کر کے جاہلیت کا غرور اور نسلی گھمنڈ ختم کر ڈالا۔

چنانچہ ارشاد فرمایا۔

یا معشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمھا بالآباء۔ الناس من آدم و آدم من تراب

ترجمہ:۔ اے گروہ قریش اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر سے جاہلیت کا غرور اور باپ دادوں کے نام سے گھمنڈ اور بڑھائی نکال دی ہے۔ تمام لوگ آدم سے پیدا کئے گئے اور آدم مٹی سے۔

خطابِ عام کا آخری حصّہ

خطاب کے آخر میں آپؐ نے قرآن پاک کی آیت پڑھی۔

یَآ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○

ترجمہ:۔ اے لوگو ہم نے تم کو نر اور مادہ سے پیدا کیا ہے اور قبیلے قبیلے اس لئے بنایا کہ آپس میں تعارف ہو۔ (یعنی پہچان کے لئے اور باہمی تعارف و محبت قائم کرنے کے لئے) ورنہ یقین جانو کہ تم میں سے خدا تعالیٰ کے ہاں عزت والا وہی ہے جو تقویٰ و طہارت میں زیادہ ہو۔

یعنی جو حدودِ شریعت کا زیادہ پاس رکھے۔ دینی ضرورت کو تمام ضروریات پر ترجیح دے۔ اس طرح آپؐ نے قانونِ الٰہی کی بالادستی قائم فرما دی اور اسی کو عزت وکرامت اور رفعت شان کا معیار قرار دیا۔

مردوں کے بعد خواتین سے خطاب

مردوں سے فارغ ہو کر آپؐ نے عورتوں کو بھی خطاب فرمایا۔ مردوں کو ارشاد کی گئی باتوں،

کے علاوہ چند اور باتوں کی تلقین بھی فرمائی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ عورتوں کی بیعت آپؐ نے حضرتِ عمرؓ کے حوالہ کردی۔

بہر حال سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ساری عمر عورتوں سے بیعت لیتے وقت ان کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا نہ کسی اور حصۂ جسم کو مس کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں اور قسم کھا کر کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ساری عمر کسی غیر محرم عورت کو ہاتھ نہیں لگایا۔

خانۂ کعبہ کی کنجی

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے انہی میں سے ایک آدمی عثمانؓ بن طلحہ کو بلایا جو چند ہی دن پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور پہلے سے کلید بردار تھے، کلیدِ کعبہ اُن کے حوالہ فرما دی، آج تک یہ عزّت انہی کے خاندان میں چلی آرہی ہے۔

بعض دشمنانِ اسلام کا قتل

اور

حضرت عکرمہ کا قصّہ

آپؐ نے عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے چند دشمنوں کو مستثنیٰ کر کے ان کے قتل کا حکم دے دیا تھا، یہ انتہائی خطرناک اسلام کی برائیاں بیان کرنے والے شاعر یا دوسرے بدکن تھے چنانچہ ان میں سے چند قتل کر دیئے گئے۔ عکرمہ ضروری سامان لے کر سمندر کی طرف بھاگ نکلا سمندر کے کنارے پہنچ کر یمن جانے کے لئے ایک کشتی پر سوار ہو گیا اور عادت کے مطابق اپنے بُت کا نعرہ لگایا جس پہ کشتی والوں نے کہا یہ کون بے وقوف آج کشتی میں سوار

ہو گیا، اس کو معلوم نہیں کہ دریاؤں اور سمندروں میں خشکی کے خدا کام نہیں آتے وہ تو خشکی میں کام دیتے ہیں، سمندروں میں آسمانی خدا ہی کام آتا ہے اور انہی کو پکارا جاتا ہے یہ سُن کر عکرمہ نے کشتی ٹھہرا دی اور خود اُتر گیا، اُس کے دل کو کشتی والوں کے اس جملہ سے سخت دھکا لگا، اُس نے کہا سمندروں میں ہمارے یہ خدا کام نہیں دیتے اور خشکی میں تو محمدؐ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم) نے ہمارا کچومر نکال دیا ہے، وُہ کشتی سے اُترا اور مکّہ معظمہ کی طرف چل پڑا' دراصل اس کے ایمان و نجات کا وقت آپہنچا تھا۔

جب عکرمہ بھاگ گئے تھے، ان کی بیوی اُمِّ حکیم رضؓ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئی تھی اور پھر آپؐ سے عکرمہ کی جان بخشی کی درخواست کر دی تھی، آپؐ نے عکرمہ کو معاف کر دیا تھا کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ یہ خوشخبری سُن کر عکرمہ کی بیوی خاوند کی تلاش میں سمندر کی طرف چل پڑی' اب خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وُہ دور جا کر دونوں میاں بیوی آمنے سامنے آگئے، عکرمہ نے حیران ہو کر پوچھا تو کدھر آئی ہے؟ اس نے جواب دیا: تمہاری تلاش میں نکلی، یہ شخص محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم بے نظیر انسان ہیں، اِس جیسے کریم کو دُنیا کی نگاہوں نے نہ کبھی دیکھا تھا نہ دیکھیں گی، انہوں نے تم کو معافی دیدی ہے، اب بیوی خاوند فرحاں و شاداں مکّہ معظمہ کی طرف چلے آرہے ہیں، لق و دق جنگل و بیابان ہے، ہر طرف ریگستان ہے آدم زاد کا نام و نشان نہیں خدا کے سوا کوئی دیکھنے والا نہیں، یہ بیوی خاوند ہیں آپس میں بے تکلفی اور بیباکی ہے' محبت کا گھرانہ ہے سالہا سال پیار و محبت سے اکٹھے رہ چکے ہیں، عکرمہ نے چلتے چلتے بیوی کا بازو پکڑ لیا، بیوی نے جھٹک کر بازو چھڑا لیا اور بولی کہ دیکھو ہاتھ مت لگانا' تم ابھی کافر ہو اور میں مسلمان ہو چکی ہوں، یہ فیصلہ حضورؐ کے سامنے ہو سکے گا۔ (اللہ اکبر) یہ اس قوم کی عورت ہے جو زنا پر فخر کرتے اور حرامی بچوں پر دعویٰ کر کے ان کو اپناتے، مادر زاد ننگے ہو کر خانۂ کعبہ کے طواف میں زیادہ ثواب سمجھتے جو شراب کی رسیا قوم تھی

اور شاعر ہر قصیدہ عورتوں کے عشقیہ اشعار سے شروع کرتے۔ اللہ اکبر! آج اسی قوم کی ایک عورت نے صرف کلمۂ اسلام پڑھا ہے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک نگاہِ کرم اس پہ پڑی ہے، اس کے دل کی دنیا بدل چکی ہے، وہ پرائے خاوند کا ہاتھ لگانا بھی حضورؐ کی اجازت کے بغیر برداشت نہیں کرسکتیں۔

صحابہؓ کی شان

جو لوگ صحابہؓ کرام پہ تنقید کرتے ہیں ان بے دینوں کو کیا معلوم ہے کہ حضورؐ کی نگاہِ کرم اور پاک مجلس میں کیا تاثیر تھی؟ جن صحابۂ کرامؓ نے سالہا سال آپؐ کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں، آپؐ کی زبانِ مبارک سے قرآن پاک سُنا۔ آپؐ کے معجزات آنکھوں سے دیکھے اور نزولِ وحی کا تماشا کیا، ان کے دلوں کا کیا حال ہوگا، ظاہری شرعی تقاضوں کو چھوڑ کر ان کے دلوں کی پاکی، سینوں کے خلوص، قربِ الٰہی اور درجات کی بلندی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی شان میں تنقید وتعریض کرنے اور ان کو نشانہ بنانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ بعض لوگ صحابۂ کرامؓ کی باہمی رنجشوں یا غلط فہمیوں کی بحثوں میں اُلجھ کر اپنے ایمان کو نقصان پہنچاتے ہیں، حالانکہ باپ اور بچا کی شکر رنجیوں یا خدا تعالیٰ کے اپنے رسولوں سے کلام فرمانے پہ اپنے کو قیاس کرنا اور اسی طرح کے جملے پیغمبر اور صحابہؓ کے بارہ میں کہنا انتہائی جہالت وشقاوت ہے، اسی لئے حضورؐ نے ہم کو صاف صاف حکم دیدیا ہے۔ اللہ۔ اللہ

فی اصحابی لا تتخذوھم من بعدی غرضا — (الحدیث)

ترجمہ:۔ کہ میرے صحابہؓ کے بارہ میں خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو نشانۂ تنقید وملامت نہ بنانا۔

ہمارے لئے تو حضورؐ کا یہ قولی حکم کافی ہے۔ آپؐ نے اس کے بعد نہایت سخت کلمات فرمائے۔

آپؐ نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ

ترجمہ:۔ جس نے صحابہؓ سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبّت کرنے کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بُغض رکھا تو انہوں نے مجھ سے بُغض رکھنے کی وجہ سے اُن سے بُغض رکھا۔

اس حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے کسی صحابیؓ کو مستثنیٰ نہیں فرمایا اور یہ قولی حدیث ہے ہم نہ صحابہؓ کے اعمال کے ذمّہ دار ہیں نہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے اپنے عمل کے اور نہ ان باتوں کے جو خدا نے اپنے رسولؐ سے فرمائیں یا پیغمبر اپنی اُمّت سے فرمائیں ہم کو تو اس حکم کو ماننا ہے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ہم کو دیا ہے وہ حکم یہی ہے کہ میرے بعد میرے صحابہؓ کو نشانہ نہ بنانا۔

اسی وجہ سے تمام اہلِ سُنّت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ صحابہؓ کے آپس کے مشاجرات اور منازعات میں مسلمانوں کو کف لسان کرنا چاہیئے یعنی ان کے بارہ میں زبان کو بند رکھنا چاہیئے۔ دراصل ان ہی بزرگوں کے ذریعے اسلام ہم کو پہنچا ہے اگر اسلام کے یہ گواہ ہی مخدوش ہو جائیں تو سارا اسلام مشکوک ہو جاتا ہے، یہی وہ سازش ہے جو صحابہؓ کے خلاف یورپ کے مستشرقین یعنی یورپ کے علماءِ عربی نے برپا کر کے مسلمانوں کو اپنے بزرگوں سے بدظن کرنے کے لئے کی ہے۔

حضرت عکرمہ کا اسلام اور عہد

آپؐ نے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا:۔ مرحبا بالراکب المہاجرہ

(خوش آمدید اے پردیسی سوار)

سبحان اللہ کیا اخلاق تھے، جاں بخشی تو آپؐ نے فرمادی، اب ایک معزز خاندان

کی حیثیت کا فردِ رعایا آتا ہے۔ آپؐ اس کے مناسب الفاظ استعمال فرماتے اور اس کو اپنا گرویدہ بنا دیتے ہیں۔

بہرحال جب دونوں حاضر ہوتے ہیں۔ عکرمہ عرض کرتے ہیں کہ یہ میری بیوی کہتی ہے کہ آپؐ نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں سچ کہتی ہے (او کما قال) اب وہ عزت کے ساتھ مکہ معظمہ میں ایک غیر مسلم رعایا کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں مگر آپؐ کے اخلاق اور حسن سلوک کا وار کیسے خطا جاتا اب وہ گرویدہ تھا۔ چنانچہ وہ بولا۔ میں مسلمان ہوتا ہوں کلمہ پڑھا اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے بیعت کی۔ اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ اس وقت سے پہلے آپؐ میرے نزدیک دنیا بھر سے زیادہ مبغوض اور بُرے تھے مگر اب آپؐ دنیا بھر سے زیادہ محبوب اور پیارے ہیں۔ یہ تھا ایک ادنیٰ صحبت کا کرشمہ اور ایک نگاہ کرم کا نتیجہ۔ یہ ابوجہل کا بیٹا ہے اور فتح مکہ تک کی لڑائی میں مخالفت کرتا رہا۔ مگر آج اس کے دل کی دنیا بدل گئی ہے۔ جو لوگ صحابہؓ کے کاموں اور نیتوں میں کیڑے نکالتے ہیں وہ ذرا اس حقیقت پر غور کریں۔ اب عکرمہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ اس سے پہلے میں نے مال و جان کو اسلام کے خلاف استعمال کیا مگر اب میں دل و جان سے اسلام کا فدائی ہوں اور اللہ کی راہ میں پہلے سے زیادہ جان و مال استعمال کروں گا۔

حضرت عکرمہؓ کا انجام

تاریخوں میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمر فاروقؓ کا زمانہ آیا رومی عظیم الشان لشکر سے تقریباً ۲۲ ہزار مسلمانوں کی جنگ ہے جب کہ دشمن دو تین لاکھ کی تعداد میں ہے۔ دو طرفہ بہادر دادِ شجاعت دیتے اور لاشوں پر لاشیں گرتی جا رہی ہیں کہ اچانک اس اثنا میں مسلمان لشکر کا ایک پہلو کمزور ہو جاتا ہے اور خدانخواستہ دشمن جیت

جائے تو سارے عرب بلکہ مدینہ منوّرہ کو رومی درندوں سے خطرہ لاحق ہو جاتا ہے اور اگر مسلمان جیت جاتے ہیں تو شام سے ہمیشہ کے لئے رومی اقتدار رخصت ہو جاتا ہے جیسے کہ چودہ سو سال کے بعد آج بھی شام پر مسلمانوں ہی کا اقتدار ہے۔ بہرحال اس نزاکت کو دیکھ کر حضرت عکرمہؓ میدان میں نکل کر پکارتے ہیں جو سوار لڑنے کے لئے بلکہ مرنے کے لئے میرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ آجائیں۔ کم و بیش چار سو سواروں نے موت پر بیعت کی۔ حضرت عکرمہؓ ان کو لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے چنانچہ یہ چار سو سب کے سب شہید ہو گئے مگر نقشۂ جنگ بدل گیا۔ مسلمانوں کو عظیم فتح ہوئی، ملک شام قیامت تک کے لئے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا، خاتمہ جنگ کے بعد حضرت خالد بن ولید آئے اور حضرت عکرمہؓ کا سر گود میں لے کر کہنے لگے کہ "عکرمہؓ! آپ نے جو وعدہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا تھا وہ پورا کر دکھایا"

حضراتِ صحابہؓ کے مخالف

ایسے پاک نفوس صحابہؓ پر تنقید کرنے والے سوچیں کہ وہ ان صحابہؓ کے مشاجرات و نزاعات بلکہ لڑائیوں کو اپنی نفس پرستی پر قیاس کرتے ہیں۔

حضرت معاویہؓ کاتبِ وحی تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہنوئی اور اُمّ المومنین اُمّ حبیبہؓ کے بھائی تھے۔ حضرت ابو سفیانؓ کے بیٹے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان پر مکمل اعتماد کیا ان کو دمشق کا گورنر (حاکم) مقرر کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اور بھی زیادہ اعتماد کیا۔ ان کے حق میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روکا کہ ان کا ذکر (برائی سے ذکر) نہ کرو انہوں نے حضورؐ کی صحبت حاصل کی ہے۔ وہ فقیہ اور مجتہد ہیں۔ مجتہد اگر غلطی بھی کرے اس کو ایک اجر ملتا ہے جیسے کہ حدیثوں سے ثابت اور سب کے ہاں مسلّم ہے

دوسری حدیث میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے حضرت معاویہؓ کے لئے دعا فرمائی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِ مُعَاوِيَةَ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًا ۝

ترجمہ:- اے اللہ معاویہؓ کو سیدھی راہ پر چلا اور ان کو ایسا ہدایت یافتہ بنا کر ان کے ذریعہ اوروں کو ہدایت ہو۔

کیا سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی دعا مردود ہے جس کا یہ خیال ہو وہ سب سے زیادہ مردود ہے۔ حضرت معاویہؓ کے بارہ میں اور کسی بھی صحابیؓ کے بارہ میں تنقید کرنا اور طعن و تشنیع کے تیر چلانا انتہائی گمراہی ہے۔ جیسے کہ چودھویں صدی کے بعض خود ساختہ مجتہدوں نے تنقید کے تیر چلائے ہیں۔

حضرت ابو سفیانؓ

جب بات یہاں تک پہنچ گئی تو ایک اور عمر بھر کے دشمن رسولؐ کی بات بھی سُن لیں۔ اسلام کے خلاف تمام جنگیں لڑنے والے ابو سفیانؓ تھے مگر جب یہ فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی نگاہ کرم کا یہ اثر تھا کہ اس کے بعد جب یہ جنگِ طائف میں شریک ہوئے ان کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔ اور جب جنگِ یرموک میں شریک ہوئے دوسری آنکھ بھی ضائع ہو گئی۔ یہ تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے صحابہ کرامؓ۔

انہوں نے اگر آپس میں لڑائی بھی کی اور اختلاف بھی کیا تو محض نیک نیتی سے اور دین کے لئے کیا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک کی رائے صحیح نہ ہو لیکن ان کی لِلّٰہیت اور اخلاص پر شبہ کرنا مسلمان کا کام نہیں ہے، یہ اسلام کی سچائی کے گواہ اور دنیا بھر میں اسلام کو پھیلانے والے اور صحیح نمونہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم تھے۔

اس بحث کی یہاں ضرورت نہ تھی مگر ضرورت زمانہ کی وجہ سے اس کو لکھا گیا اور اگر کسی تصنیف یا تالیف سے مقصد اصلاح اور خدمت دین نہ ہو تو اس کا فائدہ ادھورا ہو جاتا ہے۔

فتحِ مکہ کے بعد

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد وہاں پندرہ دن قیام فرمایا۔ مکہ معظمہ کے حالات درست فرمائے۔ وہاں کے لوگوں کو دین سکھانے کا انتظام کیا۔ پھر مختلف صحابہ کرامؓ کے دستے علاقے میں بتوں کے توڑنے اور اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجے۔ آپؐ نے اعلان فرما دیا تھا کہ جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں وہ اپنے گھروں میں بت نہ رکھیں۔

حضرت عمروؓ بن العاص

حضرت عمرو بن العاصؓ کو بنی ھذیل کے بت سواع کو توڑنے کے لئے بھیجا۔ جب وہ بت کے قریب پہنچے۔ پجاری نے کہا تم کس طرح اس کو توڑنے پر قادر ہو سکتے ہو۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا تم دیکھتے جاؤ۔ آپ مندر میں داخل ہوئے اور بت کو پاش پاش کر دیا۔ پجاری اسی وقت تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔

حضرت سعدؓ بن زید الاشہلی

حضرت سعدؓ بن زید الاشہلی کو آپؐ نے مناۃ نامی مشہور بت کو توڑنے کے لئے مقامِ قدید کو بھیجا۔ وہاں کے پجاری بھی یہ یقین کئے بیٹھے تھے کہ یہ بت کون توڑ سکتا ہے۔ مگر ان کے دیکھتے دیکھتے بتوں کو توڑ کر ریزے ریزے کر دیا گیا اور معبد مسمار کر دیئے گئے۔

بنی جذیمہ کو دعوتِ اسلام

خالدؓ بن ولید

حضرت خالد بن ولیدؓ کو تیس سواروں کا دستہ دے کر نخلہ کی طرف بھیجا جہاں بنو کنانہ کا مشہور بت عزیٰ رکھا تھا اس کو توڑ کر حضرت خالد بنو جذیمہ کی طرف بڑھے

جنہیں ان کو دعوت اسلام کے لئے بھیجا گیا تھا اور قتال (لڑائی) سے منع فرمایا تھا۔ حضرت خالدؓ وہاں پہنچے تو بنو جذیمہ مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا ہتھیار ڈال دو باقی قوم مسلمان ہو گئی ہے تم کیا کرو گے۔ اور آخر کار انہوں نے سوچ کر ہتھیار ڈال دیئے۔ مگر حضرت خالدؓ نے ان کے چند آدمی قتل کر ڈالے اور مال و اسباب لے کر مدینہ واپس ہوئے۔ جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو معلوم ہوا، آپؐ سخت خفا ہوئے اور فرمایا اے اللہ میں خالدؓ کے اس کام سے بری الذمہ ہوں۔ پھر حضرت علیؓ کو مقتولین کا خون بہا اور بہت سا مال و اسباب دے کر بنی جذیمہ کے پاس بھیجا۔ آپؐ نے سب مقتولین کی دیت ادا فرمادی اور جو جو مال کسی کا نقصان ہوا تھا وہ ادا فرما دیا بلکہ جب کچھ مال باقی بچ گیا وہ بھی ان میں تقسیم کر دیا۔

فتحِ مکّہ معظّمہ کے حالات پر تبصرہ

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی امن پسندی۔ خونریزی سے نفرت اور وفاء **عہد اور رعایت احتیاط**:- آپ نے فتح مکہ کا مختصر حال پڑھا اور آپ نے دنیا کے جرنیلوں، سپہ سالاروں اور فوجی ماہرین کے حالات بھی پڑھے ہیں، آپ کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ہر لحاظ سے برتر لائق، مدبّر۔ امن پسند، عہد و وعدے کے پکّے، رحمدل، خونریزی سے متنفر، دُور اندیش، محتاط، دُشمن سے درگزر کرنے والے اور بنی نوع انسان کے خیر خواہ نظر آئیں گے۔

آپؐ کے برابر تو کیا دُنیا والے آپؐ کے سوویں حصّہ والی شخصیّت کو بھی پیش نہیں کر سکتے، ہم یہاں تبصرہ کرتے ہیں، آپ ایک ایک بات سے صفات بالا کا اندازہ خود لگاتے جائیں۔

(۱) آپؐ نے قریش سے حدیبیہ کا معاہدہ کرکے اس کو پوری طرح نبھا کر دکھایا۔ اور نازک حالات میں کبھی وعدہ خلافی اور نقضِ عہد سے احتراز فرماتے رہے۔ ابوجندل اور ابوبصیر کے واقعات اس کے گواہ ہیں، بلکہ جب اگلے سال عمرۃ القضاء کے لئے آپؐ دو ہزار جاں باز اور فداکار صحابہؓ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے مکّہ معظّمہ میں داخل ہو کر تین دن وہاں رہے اگر آپؐ وہاں ڈٹ جاتے تو قریش کی کیا مجال تھی جو آپؐ کو نکال سکتے۔ چنانچہ بعض صحابہؓ نے اس قسم کا خیال ظاہر بھی کیا مگر آپؐ نے کسی طرح تین دن سے زیادہ رہنے کی اجازت نہ دی۔ بلکہ جب چوتھے دن کی صبح کو سہیل بن عمرو کو قریش نے بھیجا کہ اب آپؐ جلدی مکّہ معظّمہ کو خالی کر دیں۔ آپؐ نے حضرت میمونہ کی دعوت ولیمہ کرنے اور سب قریش کو بھی کھلانے کی اجازت چاہی تو انہوں نے

قطعاً انکار کر دیا۔ آپ نے ان کی اجازت کے بغیر ایک منٹ بھی وہاں رہنا پسند نہ فرمایا اور فوراً واپسی کا حکم دیا۔

(۲) قریش نے معاہدہ کے پرخچے اڑا دیئے۔ اپنے حلیف بنو بکر کی امداد کی اور ان سے مل کر مسلمانوں کے حلیف بنو خزاعہ پر شبخون مارا اور ان کو حرم کے اندر اور باہر قتل کیا۔ وہ آپ کے پاس مدینہ منورہ میں فریاد لے کر آئے۔ آپ نے ان کو وعدے کی پابندی اور پوری وفاداری کرنے کا یقین دلایا۔ اور ساتھ ہی قریش کو کہلا بھیجا کہ تین باتوں میں سے ایک کرو۔

ا:۔ یا بنو خزاعہ کے مقتولین کا خون بہا ادا کرو۔

ب:۔ یا بنو بکر کی امداد سے علیحدگی کا اعلان کر دو تاکہ ہم اور بنو خزاعہ ان سے خود نمٹ لیں۔

ج:۔ ورنہ معاہدۂ حدیبیہ کے خاتمے کا اعلان کر دو۔

ان کا دماغ خراب تھا۔ انہوں نے آپ کی باتوں کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ کہہ دیا کہ کسی معاہدے کی ضرورت نہیں۔

(۳) اب آپ نے مکہ معظمہ پر چڑھائی کرنے کے انتظامات شروع کر دیئے اگر آپ کے اس ارادے کی اطلاع قریش کو ہو جاتی تو وہ مقابلے کی تیاری کرنے قبائل کو ساتھ ملانے۔ لشکر جمع کرنے اور پھر پوری تیاری سے خطرناک جنگ ہوتی جس میں ہزاروں جانیں ضائع ہوتیں۔

غزوۂ خندق۔ انجام بنو قریظہ۔ یہودِ خیبر کے خاتمے جنگِ موتہ اور دیگر مہمات میں مسلمانوں کی طاقت، استقامت اور فتح مندی دیکھنے کے بعد اور عام فضا درست ہونے کی وجہ سے ہر آدمی سمجھ سکتا تھا کہ مسلمانوں سے ملک عرب میں اب کوئی بھی ٹکر لینے کی پوزیشن میں نہیں ہے اور خود مسلمانوں کو بھی یقین تھا کہ اب قریشِ مکہ مسلمانوں کا مقابلہ

نہیں کر سکتے، بلکہ خود مکہ معظمہ کے اکثر گھروں میں اندر ہی اندر اسلام پھیل چکا تھا۔ دوسری طرف یمن و بحرین میں اسلام کی شعاعیں پڑ گئی تھیں۔

(۴) مگر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکمل انتظامات کرنے میں کوئی معمولی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ یہ محض اس لئے تھا کہ قریش جنگ کا حوصلہ نہ کر سکیں اور کسی طرح بغیر خونریزی کے مکہ معظمہ حلقہ بگوش اسلام ہو جائے۔ اس لئے آپؐ نے سب سے پہلے رازداری سے کام لیا۔ صحابہؓ جنگ کی تیاری کر رہے ہیں مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ آپؐ کدھر کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھی پتہ نہیں ہے۔ ایک بار اپنی بیٹی اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ کے ہاں تشریف لاتے ہیں جو سامان سفر تیار کرنے میں معروف تھیں حضرت صدیقؓ نے دریافت کیا تو کہا کہ سفر ہی کا سامان ہے مگر معلوم نہیں کہاں کا ارادہ ہے۔ بس حکم ملا ہے تیاری کر رہی ہوں، گویا رازداری کا یہ عالم تھا کہ حضرت صدیقؓ اور پیاری بیوی صدیقہؓ کو بھی خبر نہیں۔ آپؐ دوسرے ملکوں اور شہروں کی باتیں کر رہے ہیں جس سے اصل مقصد صیغۂ راز ہی میں رہ جاتا ہے۔

(۵) آپؐ نے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے درمیان خبروں پر کڑی نگرانی کی تاکہ کسی قسم کی کوئی خبر یہاں سے نکل کر مکہ معظمہ نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ بن عوام کو روانہ فرمایا کہ مکہ مدینہ کے راستہ میں ایک عورت ہے جس کے پاس خط ہے وہ اس سے لے آو، چنانچہ وہ اس عورت کے انکار کے باوجود خط حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے کہا یہ ہو نہیں سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات غلط ہو۔ چنانچہ بالوں کی چوٹی سے نکال کر وہ خط اس عورت نے ان کے حوالہ کیا۔

(۶) آپؐ نے مدینہ منورہ کے اندر جاسوسوں کا جال بچھا رکھا تھا تاکہ مکمل رازداری رہے۔

(۷) پھر پوری تیاری کے بعد جب آپؐ نے مکّہ معظّمہ کا رخ کیا تو اتنی جلدی فرمائی کہ کسی کو اطلاع دینے سے پہلے ہی آپؐ اہلِ مکّہ کے سر جا پہنچے۔ دس ہزار قدوسی لشکر ہر طرح کی جنگی ضروریات سے آراستہ تھا۔

اتنا کثیر لشکر اور ساز و سامان کہ عربوں نے یہ منظر پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس کا اندازہ آپ اس سے کر سکتے ہیں کہ جب ابوسفیان کے سامنے سے انصار و مہاجرین کا لشکر گزرا تو وہ لوہے میں اس قدر ڈوبے ہوئے تھے کہ سوائے آنکھوں کے اور کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔ یہ سب اس لئے تھا کہ قریش مقابلہ کی ہمت نہ کریں اور اس طرح خونریزی ٹل جائے اور وہ قتل نہ ہونے پائیں۔

(۸) مکّہ معظّمہ سے تین چار کوس کے فاصلے پر مرالظہران پہنچنے کے بعد رات ہو گئی۔ آپؐ نے وہاں ڈیرہ ڈال دیا۔ اور حکم دیا کہ ہر آدمی آگ جلائے چنانچہ رات کو چاروں طرف آگ ہی آگ نظر آ رہی تھی۔ یہ بھی اس لئے تھا کہ قریش لشکر کی عظمت سے واقف ہو کر بغیر لڑائی کے اطاعت قبول کریں۔

(۹) جب ابوسفیان مسلمان ہوا تو آپ نے مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبُوْ سُفْيَان فَهُوَ اٰمِنٌ (جس نے ابوسفیانؓ کے گھر پناہ لی وہ محفوظ ہے) فرما کر ابوسفیانؓ کی عزت افزائی فرمائی وہ بھی اس لئے تھا کہ یہ جا کر قریش کو سمجھا کر جنگ اور قتال سے انکو بچالیں۔

(۱۰) جب آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ ابوسفیانؓ کو درّے کے ایسے مقام پر کھڑا کر دو کہ جتنی فوج گزرے وہ اس کو دیکھ سکیں اس سے بھی یہی مقصد تھا کہ ابوسفیانؓ کے دل میں جنگ کا خیال بھی نہ گزرے اور عظیم طاقت دیکھ کر وہ قریش کو ڈرائیں اور اس طرح تصادم اور بدامنی نہ ہونے پائے۔

(۱۱) پھر لشکر کو حکم دیا کہ شہر کے چاروں طرف سے داخل ہونا شروع کر دو۔ اس کا بھی منشا یہ تھا کہ جب فوج ایک طرف سے داخل ہو تو دوسری طرف سے اس پر اچانک حملے کا خطرہ

رہ سکتا ہے یا دوسری طرف دشمن جمع ہو کر کوئی نہ کوئی انتظام کر سکتا ہے۔ آپؐ نے یہ تدبیر فرما کر چاروں طرف سے خطرے کا انسداد کر دیا، حالانکہ یہ معمولی معمولی باتیں تھیں لیکن ایک لائق قائد کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ خطرے کا بھی انتظام کرے۔

(۱۲) شہر کے تمام راستوں پر کنٹرول کرنے کے بعد جبلِ ہند میں لشکر کا پڑاؤ مقرر کیا۔ آپؐ نے یہ حکم دیا تھا کہ سخت ضرورت کے بغیر کسی سے جنگ نہ کی جائے چنانچہ یہ تمام کارروائی امن سے مکمل ہوئی۔ صرف حضرت خالد بن ولیدؓ کے مقابلہ میں چند غیر ذمہ دار اور جوشیلے آدمی آکر لڑنے لگے۔ مگر انہوں نے مُنہ کی کھائی۔

(۱۳) آپؐ نے ابوسفیان کے گھر میں داخل ہونے والے، ہتھیار ڈال دینے والے۔ گھر کا دروازہ بند کر دینے والے اور مسجد حرام میں داخل ہو کر پناہ گزین ہونے والوں کے لئے عام معافی کا اعلان کر کے ایک طرف ان کو بچانے کا انتظام کر دیا۔ دوسری طرف اعلیٰ انسانی ہمدردی اور امن پسندی کا بھی ثبوت ہی نہیں دیا بلکہ ان کو احسانات اخلاق اور اپنے بلند کردار سے ایسا فریفتۂ اسلام بنا ڈالا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی وفات شریف کے بعد جب ارتداد اور انکار زکوٰۃ کے فتنے نے سر اٹھایا اس وقت بھی اہلِ مکّہ اسلام پر مضبوطی سے قائم رہے بلکہ طائف مکّہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے صحابہ کرامؓ اور ملک بھر کے اندر پھیلے ہوئے رسالت کے پروانوں نے باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کر کے اسلام کی بنیادوں کو اور زیادہ مستحکم کر ڈالا۔

(۱۴) جس قوم نے اکیس سال تک سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو ستایا اور دنیا کی کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جو انہوں نے آپؐ کو نہ پہنچائی ہو۔ آپؐ کی صاحبزادی کو تیر مار کر سواری سے گرایا جس سے ان کی شہادت ہوئی۔ آپؐ کی گردن مبارک پر اوجھڑی ڈال دی گئی۔ آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھائے

آپؐ کا بائیکاٹ کیا۔ دانہ پانی بند کیا۔ آپؐ کی گردن مبارک کو چادر سے گھونٹنے لگے۔ آپؐ کے قتل کی تدابیر کیں۔ صحابہؓ کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا سارے عرب کو بڑھکایا۔ مدینہ منوّرہ پر چڑھائیاں کیں۔ جہاں مسلمان گئے وہاں بھی پیغامات بھیجکر مسلمانوں کو ان کے حوالہ کرنے کی ترغیب دی۔ خندق میں دس ہزار سے ۲۴ ہزار تک انسانوں کو لاکر مدینہ منوّرہ کا محاصرہ کیا۔ بعض صحابیہ عورتوں کی شرمگاہ میں نیزہ مارکر ہلاک کیا۔ صحابہؓ کو بازاروں میں پھرایا، گرم سِلوں پر لٹاتے اور مارتے رہے۔ یہود کو اکساتے، طرح طرح سے ۲۱ سال مسلمانوں کو ستایا۔ آج وہ قائد ملت داعی اسلام پیغمبر خدا۔ فاتح کی حیثیت سے مکہ معظمہ میں داخل ہو رہا ہے اس شان سے کہ کسی میں مقابلہ کی سکت نہیں ہے۔ دنیا کے بادشاہ یا فاتح ہوتے تو ان کی آنکھیں غصّے سے سرخ ہوتیں۔ شمشیر برہنہ داخل ہوتے اور فوج کو قتلِ عام کا حکم دیا ہوتا۔ مکہ معظمہ کی گلیوں میں خون کے دریا بہہ گئے ہوتے۔ اور آج کل کے فاتح تو کسی کی عزت و آبرو تک باقی نہ رہنے دیتے مگر ہمارے فاتح اعظم صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان دیکھو۔

امن کے لئے احتیاط

حضرت سعد بن عبادہؓ انصار کے لشکر کے سالار کہتے ہیں آج گھمسان کا دن ہے۔ آپؐ نے اُن سے علم لے کر اُن کے بیٹے کے حوالہ فرما کر ارشاد فرماتے ہیں۔ آج رحم و مہربانی کا دن ہے۔

ہمہ گیر رحمت

(۱۵) ہر امان چاہنے والے کو امان ملتی ہے۔

(۱۶) عمر بھر کے دشمن ابو سفیان کو اعزاز بخشتے ہیں۔

شانِ رحمت اور عفوِ عام

(د) عمر بھر کے مجرم آپؐ کے سامنے ہیں اور وہ اپنی کرتوتوں کو سوچ کر قسم قسم کے خطرات کو سوچتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کیا سلوک ہو گا مگر آپؐ عام معافی کا اعلان کر دیتے ہیں۔

(ہ) آپؐ جب مکہ معظمہ میں داخل ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کے سامنے گردن جھکی ہوئی ہے اور تواضع کا یہ عالم ہے کہ داڑھی مبارک پالان سے چھونے کے قریب ہے۔

ایثار

(۱۷) مہاجرین جو مکان اور جائدادیں چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت کر گئے تھے۔ وہ سب اموال و املاک اب انہی قریش کے پاس رہنے دیتے ہیں۔

وفاداری

(۱۸) جب مکہ معظمہ فتح ہوا، آپؐ اپنے شہر اور اپنی قوم میں آگئے اور اپنی طاقت آپؐ کے گرد جمع تھی۔ انصار کو خیال گزرا کہ اب حضورؐ عرصہ کی جدائی کے بعد مکہ معظمہ پہنچے ہیں۔ اب شاید یہیں رہیں۔ آپؐ نے فرمایا میرا مرنا انصار کے ساتھ ہے آپؐ کی وفاداری نے یہ برداشت نہ کیا کہ آڑے وقت میں کام آنے والوں کو چھوڑ دیا جائے۔

(۱۹) عام امن کے سوا انفرادی جانی تحفظ کا یہ عالم تھا کہ فتح کے دن مسلمانوں کے حلیف یعنی بنو خزاعہ کے ایک آدمی نے پرانی دشمنی کے قصاص میں قبیلہ ھذیل کا ایک آدمی قتل کر دیا۔ آپؐ کو اس سے سخت صدمہ پہنچا۔ آپؐ نے خطبہ فرمایا کہ اے قبیلہ خزاعہ اب قتل سے دستبردار ہو جاؤ اگر قتل میں کوئی نفع ہے تو تم نے بہت کر ڈالا

ہے۔ تم نے آج ایک آدمی قتل کیا ہے میں ضرور اس کا خون بہا ادا کروں گا مگر اس وقت کے بعد جس نے کوئی قتل کیا اس کے وارثوں کو اختیار ہو گا چاہے قصاص لیں چاہیں دیت لے کر معاف کر دیں۔

(۲۰) اسی موقعہ میں آپؐ طواف کر رہے تھے ایک شخص فضالۃ بن عمیر نے چاہا کہ اسی حالت میں آپؐ کو دھوکہ دے کر قتل کر دوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بتا دیا یا آپؐ اس کی حرکات سے سمجھ گئے۔ اس کو بلایا اور پوچھا تم دل میں کیا خیال کر رہے تھے اس نے کہا خدا کو یاد کر رہا تھا۔ آپؐ ہنس پڑے اور اس پر مہربانی فرمائی۔ اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ وہ شخص کہتا ہے آپؐ کا ہاتھ اٹھتا تھا کہ میری نگاہ میں آپؐ کی محبت دنیا بھر سے زیادہ ہو گئی۔

(۲۱) عکرمہ ابن ابوجہل بھاگ کر یمن کی طرف جاتا ہے۔ اس کی بیوی مسلمان ہوتی ہے خاوند کے لئے امان چاہتی ہے۔ آپؐ عمر بھر کے دشمن اور دشمن کے بیٹے کو معاف کر دیتے ہیں۔

(۲۲) صفوان بن امیہ عمر بھر لڑتا دشمنیاں کرتا اور ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھاتا ہے پھر فتح مکہ کے دن بھاگ کر یمن کی طرف جا نکلتا ہے۔ ایک آدمی اس کی سفارش کرتے ہیں آپؐ معاف کر دیتے ہیں یہ اور عکرمہ وہ آدمی ہیں جنہوں نے اس دن بھی حضرت خالد بن ولیدؓ کی مزاحمت کی تھی۔ صفوان پر آپؐ اسلام پیش کرتے ہیں وہ دو ماہ کی مہلت مانگتا ہے۔ آپؐ چار ماہ کی مہلت دیتے ہیں۔ اسلام قبول کرنے میں تو کسی پر جبر نہیں۔

(۲۳) آپ آگے پڑھیں گے کہ غزوۂ حنین کے مال غنیمت کے تقسیم میں آپؐ نے ان قریش کو سو سو اونٹ اور بہت سا مال و زر دیا۔ وہ آپؐ کے احسانات کے نیچے دب گئے اور ان کی اکڑی ہوئی گردنیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپؐ کے سامنے

جھک گئیں۔ وہ ایسے پکے مسلمان ہوئے کہ حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں عام بغاوتوں اور ارتداد کے وقت بھی یہ مضبوط و ثابت قدم رہے۔

اگر آپؐ دنیاداروں کی طرح کے فاتح اور ان جیسے صاحبِ اقتدار ہوتے تو اس سے زیادہ انتقام کا اچھا وقت اور کون سا ہوتا۔ آپؐ اپنے دشمنوں کو ختم کرا دیتے مگر آپؐ کو ایک ہی تمنا تھی کہ لوگ کسی طرح مسلمان ہو کر دین و دنیا کی بھلائیاں حاصل کر لیں۔

(۲۴) آپؐ کا جیش مختلف قبائل پر مشتمل تھا ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ جھنڈا تھا۔ اسی لشکر کی فتح کسی ایک قبیلہ کی فتح نہ تھی جس سے وہ چڑتے۔ اس میں ہر ہر قبیلہ اپنے اور پرائے معزز قبائل کے لوگ دیکھ رہے تھے اس لئے اُن کو اُن سے لڑنے میں تردد تھا۔

(۲۵) آپؐ نے یہ مہم اس وقت شروع کی کہ ایک طرف مسلمانوں کے ارادے، عزائم اور شوقِ جہاد زور پر تھا۔ وہ عرصہ سے بیت اللہ شریف سے محروم تھے۔ خانۂ کعبہ اب ان کا تھا۔ اس کے لئے وہ سخت مضطرب تھے۔ اسلام کی اشاعت کی راہ میں اب صرف ایک رکاوٹ تھی جس کو وہ رفع کرنا چاہتے تھے۔ عقیدہ اتنا مضبوط تھا جو آپ حضرت ام حبیبہؓ کے قصے سے سمجھ سکتے ہیں۔ دوسری طرف قریش بہت زیادہ پست ہمت ہو چکے تھے کیونکہ تقریباً سارا عرب مسلمان ہو رہا تھا۔ عمرہ حدیبیہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسلام کی سچائی کا اعتراف کیا تو ابوجہل کے بیٹے عکرمہ بھی تائید کرنے لگے۔

مکہ معظمہ کے گھر گھر میں اسلام پھیل چکا تھا۔ آپؐ قریش کی معنوی اور اخلاقی پستی کا اندازہ اس سے لگا لیں کہ مکہ معظمہ میں حضورؐ کے داخلے سے پہلے وہاں حماس ابن قیس ہتھیار تیار کر رہا تھا۔ اس کی بیوی نے پوچھا کس کے لئے یہ تیاری کر رہے ہو، کہا محمدؐ کے لئے۔ بیوی نے کہا واللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کوئی بھی نہیں کر سکتا یہ سب آپؐ کی تبلیغ اور حسنِ تدبر کا نتیجہ تھا جو نبوت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عنایت فرمایا تھا۔

جنگِ حُنَین

یا

جنگِ ہوازن

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم مکّہ معظمہ ہی میں تھے کہ آپؐ کو معلوم ہوا کہ قبائل ھوازن و ثقیف مسلمانوں سے لڑنے کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ یہ قبائل طائف میں اور مکّہ معظمہ کے آس پاس آباد تھے۔ ان کا نہ مسلمانوں سے معاہدہ تھا نہ قریش سے۔ یہ قریش کے مقابلہ کے مضبوط قبائل سمجھے جاتے تھے۔ مکّہ معظمہ فتح ہونے سے انہوں نے خطرہ محسوس کیا کہ مسلمان کہیں ہم پر حملہ نہ کر دیں۔ انہوں نے لشکر جمع کر کے مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا تاکہ ہم پہل مسلمانوں سے چھین لیں۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو خبر ہوئی تو آپؐ نے حضرت عبداللہ اسلمیؓ کو تحقیقِ حال کے لئے روانہ فرمایا۔ انہوں نے آکر تصدیق کی کہ قبائل ثقیف و ھوازن وغیرہ بمقام اوطاس جمع ہو رہے ہیں۔ آپؐ نے تیاری کا حکم دیا۔ چنانچہ دس ہزار کا وہ لشکر حرکت میں آگیا جس نے ابھی ابھی مکّہ معظمہ فتح کیا تھا اور اس کے ہمراہ دو ہزار نئے مسلمان بھی شامل ہو گئے جو پکے مسلمان نہیں تھے بلکہ ان میں سے بعض دل سے مسلمانوں کی کامیابی بھی نہ چاہتے تھے۔ بہر حال یہ بارہ ہزار کا لشکر مکّہ معظمہ سے روانہ ہوا۔

ھوازن کی تیاری

ھوازن و ثقیف آپس میں مل گئے تھے۔ ہزاروں کا لشکر تیار ہو گیا تھا۔ ان کا

سردار اور علمبردار مالک بن عوف تھا جو قبیلہ ھوازن میں سے تھا۔ قبیلہ ھوازن میں سے بعض شاخوں نے اختلاف کیا جیسے کعب و کلاب لیکن ثقیف و ھوازن کی اکثریت کو کعب بن عوف نے جمع کر دیا۔ اس نے حکم دیا کہ مال و دولت اور بچے بیویاں سب ہمراہ لے کر لڑو تاکہ پیچھے کا کوئی غم نہ رہے اور ہم بے جگری سے لڑ سکیں۔ ہر لڑنے والے کو معلوم ہو کہ میرے اہل و عیال ساتھ ہیں وہ بھاگے گا نہیں۔

درید بن الصمتہ نے اختلاف کیا جو مشہور بہادر سوار تھا۔ اس نے کہا کہ بچوں، عورتوں کی کیا ضرورت ہے۔ اگر ہمارا پلہ بھاری رہا تو کام تلوار اور نیزے والے مرد کرتے رہیں گے اور اگر حالت دگرگوں ہو گئی تو مال و عیال کی خیر نہیں۔ بڑی بے عزتی ہو گی۔ مالک بن عوف بہادر مگر ضدی بے وقوف سردار تھا۔ کہنے لگا یا تو میری بات مانو یا میں اپنی تلوار سے خودکشی کرتا ہوں۔ سب کو ماننا پڑا۔ اب ھوازن وادی حنین میں داخل ہو گئے وہ تمام نشیب و فراز سے واقف تھے۔ سارے کمین گاہوں میں چھپ کر بیٹھ گئے اور مسلمانوں کا انتظار کرنے لگے تاکہ ان پر اچانک تیروں کی بارش کر دی جائے۔ پھر حملہ کر کے ان کو پسپائی پر مجبور کر دیا جائے۔

مسلمانوں کی پیش قدمی اور مشرکین کا حملہ

آج مسلمانوں کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ بعض آدمیوں کو خیال گزرا کہ اب ہم کو کیسے شکست ہو سکتی ہے۔ کثرت پر ان کا یہ بھروسہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا۔ بھلا صحابہؓ کرامؓ جیسی پاک جماعت کی ایسی غلطی کو اللہ تعالیٰ کیسے رہنے دیتے جن کو تمام دنیا کی ہدایت کے فرائض انجام دینے تھے اور محض اللہ تعالیٰ کی خاطر اور اسی کے بھروسے پر سب کچھ کرنا تھا۔ چنانچہ جب مسلمانوں کا مقدمۃ الجیش وادیٔ حُنین میں داخل ہوا۔ اور صبح کاذب کے اندھیرے میں پستی اور نشیب میں اترتا ہی چلا

گیا اور ساتھ ہی پیچھے سے ساری فوج بھی آ کر وادی حنین میں اتر گئی۔ اور جب پوری طرح مسلمان مشرکین کی زد میں آ گئے تو انہوں نے مسلمانوں پر اچانک تیروں کی بارش کر دی۔ مسلمانوں کو یہ پتہ بھی نہ چلتا تھا کہ تیر کہاں سے آ رہے ہیں۔ وہ سخت پریشان ہوئے اور مقدمۃ الجیش کو تیروں کی زد سے پیچھے ہٹنا پڑا۔ جس سے پیچھے آنے والے بھاگ کھڑے ہوئے جو زیادہ تر نو مسلم تھے اور ابھی ابھی فتح مکہ کے بعد مسلمانوں میں شامل ہوئے تھے بلکہ بعضوں کو مسلمانوں سے ہمدردی بھی نہ تھی۔ اس کا اثر دوسروں پر بھی پڑا اور مسلمانوں میں افراتفری مچ گئی۔ قبائل آپس میں خلط ملط اور اونٹ تتر بتر ہو گئے۔ جگہ تنگ تھی۔ جدھر جس کا منہ ہوا ادھر چل پڑا۔ اس طرح مقدمۃ الجیش کا جنگی ضرورت کے تحت تیروں کی زد سے پیچھے ہٹنے کا فعل بظاہر مسلمانوں کی ہزیمت و شکست میں تبدیل ہوتا نظر آیا۔

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دس ساتھیوں سمیت ثابت قدم رہے اور ذرا دائیں مڑ کر مسلمانوں کو بلاتے رہے کہ مسلمانو! میری طرف آؤ میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں۔ بعض روایات میں یوں آیا ہے کہ حضرت عباسؓ آپؐ کی خچر کی لگام پکڑ کر دشمن کے ہجوم اور محاصرے سے آپؐ کو نکالنے لگے تو آپؐ نیچے کود پڑے اور فرمایا انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں

جنگ کی حالت میں دشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں اس طرح کا رجز پڑھنے کی عام اجازت ہے۔ آپؐ نے دشمن کو جو مسلمانوں کا تعاقب کر رہے تھے۔ سختی سے روکے رکھا۔ اور حضرت عباس کی آواز اور آپؐ کے بلانے سے کم و بیش سو آدمی آپؐ کے گرد جمع ہو گئے۔ چاروں طرف سے مسلمان دوڑ دوڑ کر آوازکے مرکز کی طرف آنے لگے۔ اور بعضوں نے شدتِ شوق میں سواریوں سے اتر کر صرف تلوار سنبھالی اور لڑتے بھڑتے آپؐ تک آنے لگے اور اجتماع کی تعداد بڑھتی گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ چند سو تک ہو گئی۔ بہر حال آپؐ نے دشمنوں پر سخت حملہ کا حکم دیا۔ چنانچہ اب شدت کی جنگ شروع

ہوئی اور جب اس طرح آپؐ کو باقی مسلمانوں نے مصروفِ جنگ دیکھا تو اگرچہ وہ آپؐ تک نہیں پہنچ سکتے تھے مگر انہوں نے بھی اپنی اپنی جگہ جنگ شروع کر دی۔ پھر کیا تھا اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوئی۔ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے وہ مال و اسباب اور بیوی بچے چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور مال غنیمت جمع کرنے اور دشمن کو گرفتار کرنے لگے۔ دشمن کا ایک حصّہ بھاگ کر طائف کے قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا۔ باقی نخلہ اور اوطاس کی طرف بھاگ نکلے آپؐ نے ان کے تعاقب کا حکم دیا اور اعلان فرما دیا کہ

مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهٗ سَلَبُهٗ

ترجمہ:۔ جس نے کسی کو قتل کیا اس کا سامان اسی کا ہے۔ بھگدڑ کی حالت میں۔

بعض جدید الاسلام (نومسلم) کہنے لگے اب یہ شکست سمندر تک جانے سے پہلے نہیں رُکتی، بعضوں نے یہاں تک کہا کہ آج بدلہ لینے کا دن ہے" بہر حال ان کمزور ساتھیوں نے عام مسلمانوں کو بھی پریشان کر دیا تھا۔

مگر اب جب آپؐ کی استقامت دیکھی اور آواز سنی تو وہ بھی لوٹ آئے۔ مسلمانوں نے چھ ہزار مرد، عورتیں اور بچے گرفتار کئے۔ چالیس ہزار بکریاں اور تقریباً چوبیس ہزار اونٹ اور چار ہزار اوقیہ چاندی اور دیگر اسباب مال غنیمت میں جمع ہُوا۔ مسلمانوں کے دوسرے حملے کے بعد جنگ تھوڑی ہی دیر ہوئی کہ مشرکین کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ بھاگ نکلے۔ اس جنگ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یوں فرمایا ہے۔

لقد نصركم الله فى مواطن كثيرة ويوم حنين اذ اعجبتكم كثرتكم فلم تغن عنكم شيئًا

ترجمہ:۔ اللہ نے بہت موقعوں پر تمہاری مدد کی اور حنین کے دن بھی جب تم کو تمہاری کثرت نے گھمنڈ میں ڈال دیا تو اس کثرت نے تم کو ذرا بھی فائدہ نہ دیا۔

آپؐ نے تمام مالِ غنیمت اور قیدیوں کو مقام جعرّانہ پہنچا کر جو مکہ معظمہ سے قریب ہے اور خود واپس آکر طائف کا محاصرہ کیا۔ کیونکہ آپؐ کو اطلاع پہنچی کہ شکست خوردہ لشکر نے طائف میں جنگ کی پھر تیاری کر لی ہے اور مالک بن عوف ان کا سردار بھی ساتھ قلعہ میں تھا۔

طائف کا محاصرہ

بہرحال مالِ غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے ہی آپؐ نے طائف کا قصد فرمایا۔ اہلِ طائف نے قلعہ بند ہو کر سخت مقابلہ کیا۔ بیس دن سے زیادہ محصور رہے لیکن جنگ کی شدت میں کمی نہ آئی۔ آپؐ نے مسلمانوں کے لشکر کو اتنا پیچھے ہٹنے کا حکم دیا کہ تیروں کی زد سے باہر ہو جائیں۔ پھر آپؐ نے منجنیق استعمال فرمائی جس سے دور سے قلعہ پر بھاری پتھر اور تیر پھینکے جا سکتے تھے۔ آخر کار دبابے استعمال کئے۔ یہ مضبوط لکڑی اور چمڑے کے چھوٹے چھوٹے چلتے قلعے ہوتے ہیں جن کی آڑ میں مسلمان آگے بڑھتے بڑھتے قلعہ کے قریب پہنچ گئے۔ ان پر تیروں کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ لیکن اہلِ طائف نے اس کا بہتر علاج ایجاد کیا۔ انہوں نے لوہے کی سیخیں آگ میں سرخ کر کے ان دبابوں پر پھینکیں جن سے ان میں آگ لگ جاتی تھی۔ اس طرح مسلمان غیر محفوظ ہو گئے اور ان کو پھر تیروں کی زد سے محاصرہ دور کرنا پڑا۔

آپؐ کا انعامی اعلان

آپؐ نے منادی کرا دی کہ طائف کا کوئی غلام ہم سے آکر ملے گا، آزاد کر دیا جائے گا۔ اس اعلان سے تقریباً بیس آدمی آکر مسلمانوں سے مل گئے۔ انہوں نے اطلاع دی کہ قلعہ طائف میں بہت سامان جنگ اور خوراک موجود ہے۔ اہلِ طائف جلدی اطاعت نہ کریں گے۔ آپؐ نے محاصرہ اٹھانے کا حکم دے دیا۔

محاصرہ اٹھانے کے اسباب

(۱) آپؐ کی دور بین نگاہ نے تاڑ لیا کہ اب تنہا ثقیف کب تک مقابلہ کریں گے بالآخر ان کو ہم سے مل جانا ہے۔ اس سے ظاہری وقار کے لیے محاصرہ جاری رکھنا اور جانوں کا نقصان کرنا بے ضرورت ہے۔

(۲) صحابہؓ کو گھروں سے علیحدہ ہو کر دو ماہ ہونے کو تھے اس لئے بھی طویل محاصرہ نہ ہونا چاہیئے تھا۔

(۳) اس عرصہ میں اسلام کی بنیادیں مضبوط کرنے اور جزیرۃ العرب کو اسلام کا محفوظ تبلیغی قلعہ بنانے کے لئے وقت فارغ کرنے کی ضرورت تھی اس لئے آپؐ نے ظاہری وقار کا لبادہ ترک کر کے محاصرہ اٹھا لیا۔ چنانچہ آپؐ کا اندازہ بالکل صحیح ثابت ہُوا تھوڑے دنوں کے بعد ان لوگوں کا وفد خدمتِ اقدس میں آکر مسلمان ہو گیا۔ ان کے سردار مالک بن کعب کو آپؐ نے معافی دے دی۔ اس نے مسلمان ہو کر تمام مخالفین کو جھکنے پر مجبور کر دیا۔

تقسیم غنائم

اب آپ جعرانہ تشریف لے آئے۔ جہاں چھ ہزار قیدی ۲۴ ہزار اونٹ ۴۰ ہزار بکریاں اور دیگر مال غنیمت جمع تھا۔ آپؐ نے تقریباً مہینہ بھر مال غنیمت تقسیم کرنے میں تاخیر فرمائی۔ بالآخر مسلمانوں کی خواہش کے مطابق آپؐ نے تقسیم کا حکم دے دیا۔ اور مہینے کے بعد دولت اور قیدی تقسیم ہو گئے۔

اب مہینے کے بعد آپؐ کے پاس ہوازن کا وفد حاضر ہُوا اور انہوں نے رحم کی درخواست کی۔ اور حضرت حلیمہ سعدیہ (آپؐ کی رضاعی والدہ) کا واسطہ

پیش کر کے مال و اسباب اور قیدی واپس کرنے کے لئے عرض کیا۔ آپؐ نے باوجود ان کی اپنی غلطی اور دیر کرنے کے ان پر مہربانی فرمائی۔ آپؐ نے ان سے کہا کہ مال و دولت چاہتے ہو یا قیدی۔ انہوں نے بیوی بچوں اور آدمیوں کی رہائی کو ترجیح دی۔ آپؐ نے فرمایا میں نے اپنا حصّہ اور بنی عبد المطلب کا حصّہ تم کو واپس بخش دیا۔ مگر تم لوگ نماز ظہر کے وقت اُٹھ کر اس طرح درخواست کرو کہ ہم رسول اللہ کو مسلمانوں کے سامنے اور مسلمانوں کو رسول اللہ کے سامنے واسطہ پیش کر کے اپنے قیدی واپس مانگتے ہیں۔ چنانچہ جب انہوں نے اسی طرح کہا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اپنا اور بنی عبد المطلب کا حصہ واپس کرتا ہوں۔ اس پر مہاجرین نے کہا کہ ہم اپنا حصّہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو بخشتے ہیں۔ اسی طرح انصار نے بھی کیا۔ صرف دو تین آدمیوں نے اپنا حصہ واپس نہ کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا جو آدمی معاوضہ لے کر قیدی واپس کرنا چاہتا ہے اس کو آئندہ پہلی بار کی غنیمت میں میں سے ایک کے بدلے چھ دیئے جائیں گے۔

چنانچہ انہوں نے بھی واپسی کا اعلان کر دیا۔ اس طرح حضورؐ کی رحمت و شفقت سے چھ ہزار قیدی، غلام اور باندیاں منٹوں میں آزاد ہو گئیں۔

تقسیمِ غنائم میں انصارؓ کا اثر

اور حضورؐ کی تقریر

آپؐ نے یہ بے حساب دولت اس طرح تقسیم فرمائی کہ سردارانِ قریش اور عرب کے رئیسوں کو سو سو اونٹ دیئے۔ بعضوں کو کچھ کم اور بعضوں کو دو دو چار چار اونٹ دیئے۔ اسی طرح چاندی بھی بہت دی۔ انصار و مہاجرین کو برائے نام

تھوڑا تھوڑا دیا۔ بعض انصار نے اسے محسوس کیا۔ نئے مسلمانوں اور سرداروں کو زیادہ دینے اور انصار کو نظر انداز کرنے کے بارہ میں اظہارِ خیال کیا۔ وہ یہ بھی خطرہ محسوس کر رہے تھے کہ اب آپؐ اپنے ملک اور قبیلہ میں رہ جائیں گے۔

یہ باتیں آپؐ تک پہنچیں آپؐ نے سعد بن عبادہؓ سے فرمایا انہوں نے انصار کی ایسی باتوں کی تصدیق کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ حضرت سعدؓ نے عرض کیا میں قوم سے جدا تو نہیں۔ اس پر آپؐ نے حکم دیا کہ تمام انصار کو اکٹھا کرو۔ چنانچہ جب سب جمع ہوئے آپؐ نے ان کے سامنے تقریر فرمائی کہ اے انصار کے گروہ کیا یہ درست نہیں کہ تم گمراہ تھے۔ میری ہی وجہ سے تم کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی۔ انہوں نے کہا اللہ ورسولؐ کا احسان ہے۔ تم آپس میں لڑتے تھے میرے ذریعہ سے تم کو خدا نے ایک کر دیا۔ انصار نے کہا بے شک اللہ اور رسولؐ کا بڑا احسان ہے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم محتاج نہ تھے پھر میری وجہ سے تم کو خدا تعالیٰ نے غنی کر دیا۔ انہوں نے کہا بے شک۔ آپؐ نے پھر ان سے فرمایا کہ تم جواب دو میں تصدیق کروں گا۔ انہوں نے کہا ہم کیا کہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم یوں کہو کہ آپؐ کو لوگوں نے چھوڑا۔ ہم نے ٹھکانا دیا۔ لوگوں نے مخالفت کی، ہم نے امداد دی۔ لوگوں نے آپؐ کو جھٹلایا، ہم نے تصدیق کی میں کہوں گا تم سچ کہتے ہو۔ تم اس طرح کہو میں تصدیق کروں گا، اے انصار تم اس پر راضی ہو کہ اور لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر گھروں کو جائیں اور تم خدا کا رسولؐ لے کر مراجعت کرو۔ انصار کی ہچکیاں بندھ گئیں رونے لگے ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں، ہم راضی ہیں ہم راضی ہیں، کی صدائیں بلند ہوئیں۔

آپؐ نے فرمایا کہ اگر سارے لوگ ایک راستہ پر چلیں اور انصار دوسرے راستہ پر۔ میں انصار کے ساتھ جاؤں گا۔ آپ نے ان کو سمجھایا کہ یہ لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں یا اسلام کے قریب آئے ہیں۔ ان کی دل جوئی (تالیف قلب)

کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔ یہ بات نہیں کہ ان کا حق زیادہ ہے۔ بہر حال آپؐ کے ارشادات سن کر تمام مسلمان خوش اور مطمئن ہو گئے۔

حقیقتہً بعض لوگ قلوب (دلوں) کے راستے سے اسلام میں آتے ہیں اور بعض بطون (پیٹوں) کے راستہ سے آتے ہیں واقعتہً یہ مؤلفتہ القلوب بعد میں اتنے پکے مسلمان ہو گئے کہ حضرت صدیقؓ کی خلافت میں جب عام فتنے برپا ہوئے اس وقت بھی یہ لوگ ثابت قدم رہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

جنگِ حُنین و طائف پر تبصرہ

(۱) جنگِ حُنین کی ضرورت نہ تھی اگر کفار جنگ کی تیاری نہ کرتے۔ لیکن ھوازن اور ثقیف نے مل کر جنگ کی تیاری کر دی۔ یہ دونوں قبائل قریش کے مقابلہ کے قبائل تھے۔ ان کا خطرہ بڑھ جاتا تو فتح مکہ کے اثرات و ثمرات کو نقصان پہنچتا۔ پھر ایک لائق و ذمہ دار قائد کسی دشمن کے فوجی تیاری اور اس کے نتائج کو کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے پہلے تو واقعہ کی تحقیق کرائی اس کے بعد تیاری کا حکم دیا۔ یہی ایک بیدار مغز سپہ سالار کو کرنا چاہیئے تھا۔

(۲) قبیلہ ھوازن کی تیاری اور معلومات کا انتظام معقول تھا۔ ان کے سردار مالک بن عوف نے مسلمانوں کی فوجی تیاری اور ان کی نقل و حرکت کی معلومات حاصل کرنے کے لئے جاسوسوں کا ایک گروہ بھیج رکھا تھا جب وہ واپس آیا تو لرزہ براندام تھا۔ گھبراہٹ سے دم نکلا جا رہا تھا۔ مالک بن عوف نے پوچھا تم کو کیا ہو گیا ہے وہ بولے ہم نے سفید سفید لوگ دیکھے جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔ ہمارے اوسان خطا ہو گئے اور یہ حال ہو گیا۔ مالک نے کوئی پرواہ نہ کی اور فوج کو آگے بڑھایا۔ اس نے اطلاعات حاصل کرنے کے لئے مختلف

دستے بھیجے اور اسی وجہ سے اس کو مسلمانوں کی روانگی۔ ان کی سفر کی منزلوں اور ٹھکانوں کا پورا علم ہوا اور اسی کے مطابق اس نے اپنے آدمیوں کو خفیہ مقامات میں اندھیرے کے اندر چھپائے رکھا۔ پھر جب وہ اچانک مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے لوگوں کی سوجھ بوجھ ماری گئی اور جدھر بھی موقعہ ملا بھاگ نکلے۔ یہ انسان کی کمزور فطرت اور بشری تقاضوں کے تحت تھا۔ اس کا ظاہری سبب دشمن کے معلومات اور اچانک حملہ تھا اور باطنی سبب کثرت تعداد پر بھروسہ کرنے کی غلطی تھی۔

(۳) سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے مقدمتہ الجیش حضرت خالدؓ کے حوالہ کرکے اپنی طرف سے پوری احتیاط فرمائی تھی، مگر اندھیرے اور اچانک حملے کے بعد پیچھے ہٹنے والوں کو وہ بھی نہ روک سکے اور نئے نئے ساتھیوں کی کمزوری نے بھگدڑ مچا دی۔ اس طرح مقدمتہ الجیش پچھلی اصلی فوج کی صحیح رہنمائی نہ کر سکا اور ان کمزور اور نئے مسلمانوں کا تھامنا آسان کام بھی نہ تھا۔ یہ تو ایسی کمزور عقیدے والے تھے جو ڈٹ نہ سکے۔

(۴) مضبوط عقیدے والوں نے حضورؐ کی یا حضرت عباسؓ کی آواز سنی تو زرہیں اور سواریاں چھوڑ کر پیدل ہی آواز کی طرف لپکے اور صرف تلواروں سے دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔

(۵) ساقہ (فوج کے آخری حصہ) میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم تھے۔ جب بھاگنے والے آپؐ کے قریب سے گزرتے آپؐ ان کو اپنی طرف بلاتے۔ ان حالات میں خونخوار اور کثیر التعداد دشمن کے اندر ہزیمت جیسی حالت میں صرف دس صحابہؓ کے ہمراہ ساری فوج کے سامنے ڈٹ جانا یہ وہ کارنامہ ہے کہ فوجی دنیا میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

(۶) ساقہ کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ پسپا ہونے والے ساتھیوں کے خلاف دشمن کے

تعاقب کا مقابلہ کرے اور اس طرح تعاقب کے نقصانات کو کم کر دے۔ آپؐ نے ساقہ کے پورے فرائض انجام دیئے اور دشمن کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ تعاقب کا سیلاب رک گیا اور جب آپؐ کے ہمراہ جاں نثاروں کی تعداد سو یا کچھ زیادہ ہو گئی۔ آپؐ نے بجائے دفاع کے جارحانہ پیش قدمی اور یکبارگی حملے کا حکم دیدیا جس کی تاب نہ لا کر دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ اس بری طرح بھاگے کہ بیوی بچے مال و دولت سب بھول گئے۔

(۷) پھر آپؐ نے ان کے تعاقب کا حکم دیا۔ تعاقب میں دشمن کا بڑا جانی نقصان ہوا۔ اور وہ بڑی تعداد میں قیدی بنا لئے گئے۔

(۸) آپؐ نے طائف کا محاصرہ کر کے ان پر رعب تو پورا ڈال دیا۔ مگر صحیح اور مکمل اطلاعات حاصل کرنے کے بعد آپؐ نے ظاہری وقار کی پرواہ نہ کرتے ہوئے محاصرہ اٹھا لیا۔ جس سے ان لوگوں کی جانیں بچ گئیں جن کو آگے چل کر اسلام کی صداقت کے آگے سر تسلیم خم کرنا تھا۔

(۹) آپؐ نے نہ تو دنیوی بادشاہوں اور امیروں کی طرح جنگی قیدیوں سے سلوک کیا نہ مالِ غنیمت کو عیش و عشرت کا سامان بنایا بلکہ اس کو تقسیم کر کے مجاہدین کے حوصلے بڑھائے۔

(۱۰) آپؐ نے تمام پرانے دشمنوں کو سو سو اونٹ دے کر ان کے دلوں سے ساری کدورتوں کا قلع قمع کر دیا جو خونریزی اور تلوار سے ناممکن تھا۔ اب وہ آپؐ کے فدائی تھے اور اسلام کے جاں نثار۔

جنگِ تبوک

لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ

من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم ثم تاب علیھم انہٗ بھم رؤف رحیم

ترجمہ :- یقیناً اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا ۔ اپنے نبی پر اور مہاجرین و انصار پہ جنہوں نے اس سخت گھڑی میں ان (نبی) کا اتباع کیا (اور ساتھ دیا) جب کہ ان میں سے بعض کے دل قریب تھا کہ مڑ جائیں ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رجوع فرمایا ۔ (اور خاص مہربانی فرمائی) یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے حال پر بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں ۔ رأفت و رحمت کا معنی قریب قریب ہے ۔

رأفت کا رجحان زیادہ تر ضرر سے بچانے کی طرف ہوتا ہے ۔ جیسے رحمت کا زیادہ رجحان نفع پہنچانے کی طرف ہوتا ہے ۔

اس آیت کریمہ میں باتفاق مفسرین غزوہ تبوک کا ذکر ہے اور اس کو سخت گھڑی سے تعبیر فرمایا ہے ۔ اور ایسے سخت وقت میں جن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپؐ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے جان و مال پیش کیا ۔ ان پر اپنی رحمتِ بے پایاں کے نزول کی اطلاع فرمائی ہے اور اس نازک گھڑی کی سختی کی طرف یوں بھی اشارہ فرمایا کہ مہاجرین و انصار جیسے جانباز و سرفروش جماعت میں سے بعضوں کو خیال گزر رہا تھا کہ اس سفر میں آپؐ کے ساتھ نہ جائیں مگر پھر بھی ان کے رؤف و رحیم مالک نے ان کے دلوں پر رحمت و طمانیت کی بارش فرما دی اور انہوں نے فرمان برداری میں بے مثال صبر و استقامت کا ثبوت دیا ۔ اس

آیت کریمہ سے صحابہؓ کی عظیم فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص نظر رحمت فرمانے میں ان کو اپنے نبیؐ کے ساتھ شریک فرمایا ذالك فضل الله یؤتیه من یشاء پھر یہ آیت کریمہ نبوت کے نویں سال نازل ہوئی جو آخری زمانہ تھا۔ اس سفر میں حضرت عمروؓ بن العاص بھی مہاجرین میں شامل ہیں حضرت مغیرہؓ بن شعبہ بھی موجود ہیں۔ حضرت عثمان اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما توصف اوّل میں تھے، اب ان حضرات کو یا ان کے کاموں کو جو لوگ بُرا کہتے یا لکھتے ہیں وہ کتنے بڑے مجرم اور قرآن پاک کے مخالف ہیں۔

ساعۃ العُسرۃ

جب خود باری تعالیٰ غزوہ تبوک کے وقت کو سخت گھڑی اور مشکل وقت بتاتے ہیں تو آپ خود ہی اس کی دشواریوں اور صبر آزمائیوں کا اندازہ لگالیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا مبارک طریقہ تھا۔ کہ جب کسی مہم (جہاد) پر تشریف لے جانا ہوتا تو اس کا صاف اعلان نہ فرماتے بلکہ ضرورۃً ذکر کرنا بھی ہوتا تو ایسے الفاظ میں ذکر کرتے کہ صحیح اندازہ نہ لگ سکے۔ مثلاً مغرب کی طرف روانگی کا عزم ہے تو مشرق کے حالات دریافت فرماتے۔ مگر غزوۂ تبوک کا کھلم کھلا اعلان فرما دیا تھا کہ شام اور شاہ روم کی سرحدات پر جانا ہے۔ (او کما قال)

اس کی وجہ یہ تھی کہ معاملہ کی نزاکت و اہمیت کو سمجھ کر تمام مسلمان انتہائی تیاری کریں اور آخری قربانی کے لئے تیار ہو جائیں۔

جہاد کے لئے نفیرِ عام کی وجہ

یہ اعلان کوئی معمولی اعلان نہ تھا اور نہ بے وجہ تھا۔ ابھی ایک سال پہلے مکہ معظمہ فتح کرکے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اور

اگرچہ آپؐ کی جماعت ایک مذہبی اور دینی جماعت تھی۔ جس کا مقصد توحید و رسالت کی دعوت اور احکام خداوندی کی اشاعت تھا۔ مخلوق خدا کا دینی تعلق تمام ماسوی اللہ سے توڑ کر خدائے برتر سے جوڑنا تھا۔ انسان کو اسکی حقیقت اور منشاءِ تخلیق سے آگاہ کرنا اور اس راستے پر لگانا تھا جس پر چلنے سے دنیا میں خلافت و امامت کے فرائض سرانجام ہوں اور آخرت میں ابدی حیات حاصل ہو جائے۔ مگر جس مذہب کی پشت پر سیاست نہ ہو اور جس سیاست کی پشت پر طاقت نہ ہو اس کا پنپنا اس کارگہ عمل اور دنیائے اسباب میں مشکل ہے۔ پھر اسلام جیسا مکمل مذہب کیسے اس کی اجازت دے سکتا ہے کہ اس کے لاکھوں پیروؤں کا کوئی نظم و نسق (ڈسپلن) نہ ہو اور وہ فریضۂ تبلیغ کی راہ کی مشکلات کو دور کرنے کی سعی نہ کریں۔ اس کے قاصد و مبلغ عام بین الاقوامی قانون کے خلاف شہید یا قتل کئے جائیں۔ اس لئے آپؐ نے پہلے عرب میں اس فدائی گروہ (حزب اللہ) کو منظم فرمایا۔ پھر دنیا کے امراء و سلاطین کو دعوت نامے بھیجے۔ جن میں شام کا غسانی بادشاہ شرجیل بھی شامل تھا جو رومی سلطنت کے زیر اثر تھا۔ جس نے آپؐ کے قاصد اور مبلغوں کو شہید کر ڈالا تھا اور جس کے نتیجہ میں غزوۂ مؤتہ واقعہ ہوا۔ پھر غزوۂ مؤتہ میں تین ہزار صحابہؓ کا لاکھ بھر غسانی فوج کو نیچا دکھانا کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ اس سے نہ صرف شاہ روم کی شیخی کرکری ہو گئی تھی بلکہ تمام مشرق قریب میں اسلام کی دھاک بیٹھ گئی تھی۔

بنا بریں قیصرِ روم مسلمانوں پر بڑے پیمانہ پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا بلکہ اس نے شام کی سرحدات پر فوج جمع کرنی شروع کر دی تھی، فوجوں کو ایک سال کی تنخواہیں پیشگی دیدی تھیں، مدینہ منورہ کی گھڑی گھڑی کی خبریں منگاتا تھا اور اگر تیاری کی مہلت پا کر دو تین لاکھ کے لشکر سے عرب پر اچانک حملہ آور ہو جاتا مسلمانوں کو ایک طرف منافقوں کی سازشوں سے پالا پڑتا دوسری طرف نومسلم عربوں کے

حوصلے قائم رکھنے ہوتے اور تیسری طرف دنیا کی عظیم ترین سلطنت سے طویل جنگوں کا سلسلہ شروع کرنے کے خطرات سے دو چار ہونا تھا۔ اس لئے شاہ روم کے متوقع حملہ کے نتائج بھگتنے سے بدرجہا بہتر تھا کہ اس پر حملہ میں سبقت کر دی جائے۔ اس طرح جنگ بھی عرب سے باہر دشمن کے ملک میں ہوگی اور تیاری کے ساتھ ہوگی۔ بہر حال پیغمبر کا کوئی کام خدائی حکم و اشارے کے بغیر نہیں ہوتا اور خدائے برتر کے سارے کام اور احکام سراسر حکمت ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ کو اس مہم کے نتیجے میں اس کی برکات کا علم ہو جائے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ آپؐ نے تیاری جہاد کا اعلان کر دیا، ظاہر ہے اس اعلان سے کتنی گھبراہٹ اور پریشانی ہوئی ہوگی۔ ایک نوزائیدہ قوت (اسلامی حکومت) جہاں نہ اسلحہ کی فیکٹری ہے نہ زمین کی پیداوار نہ حسب ضرورت راشن، نہ ان عرب کے صحرا نوردوں اور نیک فطرت شتربانوں نے اس سے پہلے کسی شاہی لشکر کا مقابلہ کیا ہے۔ پھر رومی سلطنت جو تمام دنیا میں عظیم طاقت تھی اور کچھ عرصہ پہلے ایران کو ایک جنگ میں شکست دینے کی وجہ سے ان کے حوصلے بھی بڑھے ہوئے تھے اور قبائل پر ان کا رعب بھی چھایا ہوا تھا۔

اس پر مستزاد یہ کہ کم و بیش مہینے کا سفر ہے۔
موسم انتہائی گرم ہے گرم لُو چل رہی ہے اور گرم ہوائیں آگ برسا رہی ہیں۔ پانی کی کمی ہے بلکہ راستہ میں مفقود ہے۔ راشن کا انتظام بھی پورا نہیں ہے ملک میں قحط بھی ہے، ایک اور مشکل یہ ہے کہ فصلیں تیار ہیں ان کو چھوڑ کر جانا سخت پریشان کن ہے۔

منافقوں نے خوب بغلیں بجائیں، مسلمانوں کو نہ جانے کے لئے ڈرا دھمکاتے رہے۔ اور اندر ہی اندر منصوبے تیار کرنے میں لگ گئے کہ یہ حاکیہ رحمت کا لقمہ

ہو جائیں گے اور ان کی تباہی کی خبر ملتے ہی ہم عبد اللہ ابن ابی رئیس المنافقین کے سر پہ تاج رکھ لیں گے۔ اور سازشوں کے لئے مسجد کے نام سے ایک مکان بھی بنا لیا تھا تا کہ اسلام کے دیرینہ دشمن عامر راہب کے قاصدوں کے لئے جائے پناہ کا کام دے جو اس سے قبل کی تمام بڑی لڑائیوں میں شریک رہا بلکہ اقوام و قبائل کو اکساتا رہا اور اب شام و روم میں سازشوں میں مصروف تھا۔ اس مسجد کو اللہ پاک نے مسجد ضرار کہہ کر اپنے رسول کو واقعات سے غزوہ تبوک سے واپسی پر مطلع کر دیا تھا۔

ان حالات میں خدا کے سچے رسولؐ نے جہاد کے لئے نفیرِ عام کا حکم دیدیا۔ تمام علاقوں اور دیہات میں اطلاعات کر دی گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کی آیتیں نازل فرمائیں کہ تمہیں کیا ہو گیا جب تمہیں اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہونے کو کہا جاتا ہے تو تم زمین پر گرے جاتے ہو۔ کیا تم اس دنیوی زندگی پر (ہی) خوش ہو بیٹھے۔ حالانکہ اخروی حیات جاوید کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کے درجات و انعامات کا ذکر کیا اور جہاد سے جی چرانے والوں کے عواقب سے بھی آگاہ کیا اور ساتھ ہی منافقین کے پروپیگنڈے کی قلعی بھی کھول دی۔

آپ اس سے سمجھ گئے ہوں گے کہ غزوہ تبوک کا حکم خدا کے رسول نے خدا ہی کے حکم سے دیا تھا۔ اس لئے تو وحی کے ذریعہ تائید و تاکید فرما رہے ہیں۔ کچھ بھی ہو۔ انسان ضعیف البنیان ہے۔ ماحول کے اثرات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی تھا کہ صحابہ کرام اس آزمائش میں پورے اترے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بتانا تھا کہ میرے آخری پیغمبر نے اپنی بائیس سال کی تعلیم و تربیت اور محنت و مشقت سے میرے بندوں کی کیسی پاک جماعت تیار کر لی۔

صحابہؓ کا ایثار

چنانچہ شمع محمدی پر ہزاروں پروانے جمع ہونے شروع ہوگئے۔ چاروں طرف سے رضاکاروں کی ٹولیاں آنے لگیں۔ شوقِ شہادت میں سرشار جاں نثاروں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ ہزاروں سوار، ہزاروں اونٹ اور ہزاروں پیادے جمع ہونے لگ گئے۔ خواتین اسلام نے اپنے جگر گوشے پیش کئے۔ اپنے پیارے خاوندوں کو رسول کے حوالے کیا۔ غمگسار بھائیوں کو رخصت کیا۔ پھر خود اسلام کی برتری اور فتح وظفر کے لئے اپنے مہرباں مالک کے سامنے دعاؤں میں مصروف ہوگئیں۔

بادیہ نشین عربوں کا سلطنت روم پر حملہ تھا۔ جہاں عظیم لشکر کی ضرورت تھی اس کے لئے بڑے پیمانہ پر اسلحہ۔ باربرداری۔ راشن۔ سامان اور تیاری کی ضرورت تھی۔

عام چندے کا ارشاد

چنانچہ فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے عام چندے کا ارشاد فرمایا۔ درحقیقت جان و مال کی محبت اور ان کے ساتھ ضرورت سے زیادہ لگاؤ ہی آدمی کو مشکلات پر غالب آنے سے روکتا ہے۔ افراد و اشخاص کا یہی روگ جماعتی استحکام و ارتقار کی راہ کا سنگ گراں بنتا ہے اور مال و جان کے یہی دونوں بُت روحانی ترقی۔ حیات ابدی اور جمال ازلی کی سعادتِ دیدار سے محرومی کا سبب بن جایا کرتے ہیں اور اسی لئے رب العزت جل و علا اور اس کے حقیقت شناس پیغمبر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے نفوس و اموال دونوں کو ہر طریقہ سے دین کی ترقی اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اور اسی لئے صحابۂ کرامؓ کو وہ مافوق العادت مراتب۔

درجات اور فضائل حاصل ہوئے جو بہت کم کسی کو نصیب ہوتے ہیں۔

چنانچہ جب انفاق مال کے لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔

پھر کیا تھا۔ چاروں طرف سے آپؐ کے حکم پر لبیک کہا گیا۔ مال و دولت اور راشن کا ڈھیر لگ گیا۔ تمام مسلمان اپنے مقدور سے بڑھ چڑھ کر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے عمر بھر کے اندوختے پیش کرنے لگے۔ گھروں کے اثاثے تک حاضر کر دیئے۔

حضرت عمرؓ

حضرت عمرؓ کے لئے آج موقعہ تھا کہ خدمت دین میں وہ حضرت صدیقؓ سے بازی لے جائیں کیونکہ حضرت صدیقؓ کے پاس مسلمان ہوتے وقت چالیس ہزار اشرفیاں تھیں مگر وہ سارا مال خدمت اسلام میں خرچ کر چکے تھے، اس لئے وہ دولت مند نہیں تھے۔ حضرت عمرؓ اپنے گھر کا سارا سامان آدھا کر کے لے آئے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے دریافت فرمایا۔ "عمرؓ! کیا لائے اور اہل خانہ کے لئے کیا چھوڑ آئے؟" عرض کیا کہ سارا مال آدھا کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے لے آیا ہوں اور آدھا بال بچوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔

حضرت صدیقؓ

حضرت صدیقؓ نے گھر میں جو کچھ تھا لا کر قدموں میں حاضر کر دیا، آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے دریافت کیا۔ عرض کرنے لگے "گھر میں جو کچھ تھا اللہ تعالیٰ کے لئے لے آیا اور گھر والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ آیا ہوں" حضرت عمرؓ سمجھے کہ ان بزرگوں سے دین میں مسابقت نہیں کی جا سکتی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ

یہ بڑے اور مشہور صحابی ہیں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی دُعا سے ان کو اللہ تعالیٰ نے بہت دولت عنایت فرمادی تھی۔ انہوں نے بھی بڑی مالی مدد فرمائی۔ دیگر صحابۂ کرامؓ نے بھی اپنی اپنی طاقت کے مطابق عطیے دینے میں کوئی کوتاہی نہ کی۔

حضرت عثمان رضؓ

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جو جیشِ عسرت (تنگ دستی کے لشکر) کا سامنا کرے اس کے لئے جنّت ہے، آخرت کے سب دلدادوں نے اس جیش کے لئے سامان جمع کرنے میں انتہا کردی تھی، مگر حضرت عثمان رضؓ کا مقام اس بارے میں سب سے اونچا تھا۔ انہوں نے تین سو اونٹ مع ساز وسامان کے پیش فرمائے۔ ایک سو گھوڑے بھی دیئے اور ایک ہزار اشرفی نقد پیش کیں۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت عثمان رضؓ نے حضورؐ کے ہر ارشاد پر تین تین سو اونٹ پیش کئے۔ گویا کُل نوسو اونٹ دیئے۔ بہرحال سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم انتہائی قدردان، رازدانِ اسرارِ الٰہیہ اور پیغمبرِ برحق بلکہ خاتم النبیّین تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ اب عثمان رضؓ کو کسی اور عمل کی حاجت نہیں ہے۔ (اوکما قال)

اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ فرائض و واجبات معاف کئے جا رہے ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر عثمان رضؓ اور نفل عبادت یا خدمت نہ بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت وفضل سے ان کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے یہ بھی کافی ہے۔

حضرت عثمانؓ کے مردود مخالف

افسوس سے کہنا اور لکھنا پڑتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو یہ سند دے رہے ہیں کہ آئندہ ان کو اور خدمات کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ بھلا اگر یہ خدمت محض دین کے لئے نہ تھی اور اخلاص وللہیت کی وجہ سے مقبول بارگاہِ خداوندی نہ ہوتی تو آپؐ کیونکر ایسا فرماتے۔ یہ حضرت عثمانؓ ہیں جن کو ابو الاعلیٰ مودودی نے اپنی کتاب "خلافت و ملوکیت" میں تمام فتنوں اور فسادوں کا سبب ثابت کیا اور ان پر الزام لگایا کہ انہوں نے پانچ لاکھ درہم بیت المال کے مروان کو دیدئے گویا انہوں نے خیانت کی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ — جبکہ اس قسم کی غلط تاریخی بکواس کے مقابلہ میں دوسری تاریخی روایات میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے یہ اموال مروان کے ہاتھ بیچ ڈالے تھے (گویا نہ تو مفت دیئے تھے نہ بیت المال کو نقصان پہنچایا تھا) کسی نے کہا چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ۔ اس مودودی اور سارے مودودیوں کے ممدوح قطب صاحب جن کو صدر مصر جناب ناصر نے بغاوت اور سازش قتل کے الزام میں ثبوت کے بعد موت کی سزا دی تھی اور مودودیوں نے صدر ناصر کی مخالفت میں سر آسمان پہ اٹھا کر امریکہ کو خوش کیا تھا۔ اس قطب نے اپنی کتاب "العدالۃ الاجتماعیۃ" میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ خلیفۂ راشد ہی نہ تھے۔ اور انہوں نے اپنے زمانۂ خلافت میں جو اموال بیت المال سے لئے وہ ان اموال کے عوض میں لئے جو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر خرچ کئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت عثمانؓ کی شخصیت

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حضرت عثمانؓ کی شخصیت کا تھوڑا سا ذکر کر دیا۔

جائے کیونکہ سیرت لکھنے یا کسی بھی کام کا مقصد مسلمانوں کا ایمان بچانا اور صحیح عقائد
و خیالات کی اشاعت ہی ہونا چاہیئے۔ اَھلُ السُّنَّۃِ وَالجَماعَۃ کا متفقہ عقیدہ ہے
کہ چاروں خلفاء راشدینؓ بعد کی ساری دُنیا سے افضل ہیں اور کسی مسلمان کہلانے
والے کو ان کی بلکہ تمام صحابۂ کرامؓ کی شان میں تنقید اور بدگمانی یا بدکلامی سے
کفِ لسان (زبان بندی) لازم ہے۔ حضرت عثمانؓ کو ذی النُّورَین اس لئے کہا جاتا ہے
کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے پہلے ایک صاحبزادی کا ان سے نکاح کر دیا،
جب وہ فوت ہو گئیں تو دُوسری صاحبزادی کا نکاح کر دیا، پھر فرمایا کہ میری اور
بیٹیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے عثمانؓ کے نکاح میں دیدیتا (اوکما قال) آپ اس
سے اندازہ لگائیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو کتنا اعتماد تھا اور وہ حضرت
عثمانؓ کو کیا مقام دیتے تھے۔ اب جو شخص حضورؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے فیصلے کے
خلاف کہے یا لکھے اس کی بات کو مردُود نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے۔

غزوۂ تبوک میں آپ حضرت عثمانؓ کا ایثار اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم
ارشاد تو سن ہی چکے ہیں اب ایک ہی صحیح واقعہ اور سن لیجیئے۔ ایک بار سرورِ عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم چند صحابہؓ کے ہمراہ بیٹھے تھے آپؐ کی ٹانگ مبارک کا کچھ حصّہ کھلا
تھا۔ صحابہؓ آتے جاتے تھے۔ اتنے میں حضرت عثمانؓ آئے۔ آپ نے ٹانگ ڈھانک دی
اور سنبھل کر بیٹھ گئے۔ بعض صحابہؓ نے اس کی وجہ پوچھی کہ اور صحابہؓ آئے تو آپؐ
نے اس طرح نہیں کیا۔ حضرت عثمانؓ کے آنے پر آپؐ نے اس طرح کیوں فرمایا۔ آپؐ نے
ارشاد فرمایا کہ عثمانؓ سے خدا تعالیٰ کے فرشتے بھی شرماتے ہیں۔

اَللہُ اَکبَر جس ذاتِ گرامی سے اللہ تعالیٰ کا رسولؐ اور اس کے فرشتے حیا کریں اور
دُنیا بھر کے کروڑوں مسلمان ان کا احترام اور خلیفۂ برحق تسلیم کریں، سرورِ عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلّم کے پیارے داماد ہوں اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم حدیبیہ کے

موقعہ پر اپنے ہاتھ کو ان کا ناتھ بنائیں۔

مردود مودودی اور قطب ان کے بارہ میں وہ کچھ کہے یا لکھے جس کا ذکر آپ نے پڑھ لیا۔ اللہ تعالیٰ سارے مسلمانوں کو گمراہیوں سے بچائے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپؐ کے خلفاءِ راشدینؓ آپؐ کے صحابہؓ اور آپؐ کے اہلِ بیتؓ کی محبت عطا فرمائے۔ آمین

عام صحابۂ کرامؓ

عام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بڑھ چڑھ کر جہاد بالمال میں حصّہ لیا۔ غریبوں نے اس میں شرکت سعادت سمجھی۔ بعض صحابہؓ نے مزدوری کر کے کھجوریں حاصل کیں وہ لا کر پیش کیں۔ آپؐ نے وہ کھجوریں سارے ڈھیر کے اوپر پھیلا دیں۔ تاکہ اس صحابی کے اخلاص کی برکت سب میں اثر انداز ہو۔

خواتین

صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اس موقعہ میں پیچھے نہیں رہیں۔ کفر و اسلام کے اس آخری اور فیصلہ کن جنگ میں امداد کی سعادت حاصل کرتے ہوئے انہوں نے سونے چاندی کے زیورات کا ڈھیر لگا دیا۔

غرضیکہ چھوٹے بڑے مردوں اور عورتوں سبھی نے اللہ تعالیٰ سے جنت کا سو[دا] کرنے میں سبقت سے کام لیا۔

مدینہ منوّرہ کا حال

مدینہ منوّرہ اور اس کے آس پاس کا نظارہ قابلِ دید تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلّم کے گرد پروانے جمع ہو رہے ہیں۔ مخلوق سماتی نہیں ہے۔ لوگوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ تکبیر و تہلیل کی آوازیں ہیں۔ خدا کی تسبیح و تحمید زبانوں پر ہے۔ خیمے اور ڈیرے لگ رہے ہیں۔ مدینہ اور اس کا ازدگرد گویا فرشتوں کی چھاؤنی بن گئی ہے۔ دور دراز کا سفر اور اس سلطنت سے نبرد آزمائی کا عزم ہے جس کی پشت پر سارا یورپ ہے۔ جس سے محاربات کا سلسلہ آخرکار تقریباً ہزار سال تک قائم رہا۔ اکثروں نے سواری وغیرہ کی خود تیاری کر لی ہے۔ باقی ہزاروں کو باری باری سے اونٹوں کی سواری کے لیئے مقرر کیا جا رہا ہے۔ صحابہؓ ہیں کہ ان تمام اندیشوں سے خالی ہو کر صرف خدائی وعدوں پر یقین ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی رفاقت میں مسرور و سرشار ہیں۔ جان و مال جس نے دیا ہے اسکے حوالہ کرنے جا رہے ہیں۔ جنت آنکھوں کے سامنے ہے گویا مدینہ منوّرہ میں ایک جشن ہے جس میں عظیم جہادوں اور دنیا نے کفر سے نبرد آزما ہونے کا غیر مختتم سلسلہ کا افتتاح خود سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم فرما رہے ہیں جس کے ایک ہی سال بعد آپؐ دنیا سے پردہ فرما کر اس کام کی تکمیل اپنے خلفاء کے حوالہ کر دیں گے۔

منافقین

یہ نظارہ دیکھ کر منافقین کے سینوں پر سانپ لوٹ رہا تھا۔ کوئی تھوڑا سا شورہ لاتا تو کہتے لو یہ مجاہد آیا۔ ان چند کھجوروں سے روم کے قلعے فتح کرے گا۔ کوئی بڑی رقم دیتا تو کہتے سب ریاکاری اور شہرت پسندی ہے۔ مگر یہ لوگ مسلمانوں کے ڈر سے اپنے بچاؤ کے لیئے مسلمان بنے ہوئے تھے اس لیئے سامنے علی الاعلان مخالفت بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کہیں منافقت کا راز فاش نہ ہو جائے۔

اس لیئے وہ آ آ کر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے سامنے سفر پر نہ جانے

کی اجازت چاہتے اور قسما قسم عذر اور حیلے پیش کرتے اور آپؐ ہر ایک کو نہ جانے کی اجازت دیتے جاتے۔ بعض خود بھی تیار نہ تھے اور دوسروں کو بھی کہتے کہ اس گرمی میں سفر نہ کرو۔ ایک بے باک قسم کا منافق آیا، کہنے لگا حضرت میں حسن پرست قسم کا آدمی ہوں، شام کی عورتیں بہت خوبصورت ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ میں گناہ میں آلودہ ہو جاؤں۔ اس طرح وہ اپنی بزدلی اور منافقت پر تقویٰ کا پردہ ڈالنا چاہتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سب کے نفاق کا پردہ چاک کر دیا۔

بلکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے خطاب کرکے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

عفا اللہ عنک لم اذنت لھم

ترجمہ :- اللہ آپؐ کو معاف کرے آپؐ نے کیوں ان کو اجازت دی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بتایا کہ یہ جانا ہی نہیں چاہتے تھے اور نہ اس کا پہلے سے سامان کرتے، اللہ نے ان کا جانا پسند نہیں کیا، اس لئے ان کو روک دیا، اگر یہ ہمراہ جاتے تو فساد و فتنہ کی کوشش کرتے ان کا ارادہ بھی نہیں ہے۔ مگر آپؐ اجازت نہ دیتے تو یہ ذلیل اور رسوا ہو جاتے اور آپؐ کو سچے اور جھوٹوں کا علم ہو جاتا۔

غرضیکہ مدینہ منورہ میں عجیب جوش و خروش تھا۔ اِدھر خدا کے رسولؐ جہاد کی ترغیب اور تیاری کا حکم دے رہے تھے۔ اُدھر قرآنی آیات نازل ہو رہی تھیں۔ مسلمانوں کے لئے رکے رہنے کی کوئی صورت ہی نہیں تھی۔ مہم کی اہمیت اور کفر و اسلام کی نازک ٹکر کے پیش نظر اس سفر میں شرکت سچے مسلمان کی گویا نشانی بن چکی تھی۔ معمولی عقل کا آدمی جب سوچتا تو یہ سمجھتا کہ اگر اس تصادم میں مسلمان غالب آجاتے ہیں تو پھر اسلام صرف عرب نہیں بلکہ دُنیا بھر کی عظیم طاقت بن جائے گا اور اگر خدانخواستہ سلطنت روم غالب آجاتی ہے تو اسلام کی بائیس سال کی محنت ختم اور یہ تمام فوج تہس نہس ہو جائے گی۔ منافقین یہی آس لگائے بیٹھے تھے اور دل ہی دل میں خوش ہو رہے تھے۔ ایسی حالت

میں کون پیچھے رہ سکتا تھا۔ ہر دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے ہمرکاب جانے اور اسلام کے لئے قربان ہو جانے کا جذبہ موجزن تھا۔ مسلمانوں کو ایک طرف اسلام کی صداقت کا یقین اور خدا تعالیٰؐ کے وعدوں پر بھروسہ تھا۔ دوسری طرف ان کے دلوں میں شوقِ شہادت اور جنّت کا سودا چٹکیاں لے رہا تھا۔ بعض غریب صحابہؓ حاضر ہوتے کہ سواری کا انتظام فرمائیں۔ آپ فرماتے۔ میرے پاس کوئی اونٹ (سواری) نہیں۔ جس پر تمہیں چڑھاؤں وہ جہاد سے محروم رہنے پر روتے ہوئے واپس جاتے اور آپؐ کو ان کے حال پر رحم آتا۔ چنانچہ آپؐ نے سفر میں ارشاد فرمایا کہ بہت سے لوگ مدینہ میں گھروں میں بیٹھے ہیں مگر وہ تمہارے ساتھ اس میں شریک ہیں۔ (او کما قال) قرآن پاک نے بھی ان کا تذکرہ اور تعریف فرمائی۔ سبحان اللہ کیسے مبارک لوگ تھے جن کے ایمان کی تصدیق اور ان کی دلی کیفیت کا تذکرہ خود ربّ العٰلمین فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی محبت نصیب فرمائے ــــ آمین

لشکرِ اسلام کی روانگی

غرضیکہ چند دن کے اندر اندر لشکرِ اسلام تیار ہو گیا اور ۹ ہجری ماہ رجب مبارک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی روانگی کا اعلان ہوا۔

سردارِ انبیاء علیہ السلام کے جلو میں تیس ہزار کا قدوسی لشکر روانہ ہوا۔ تفسیر "مواہب الرحمٰن" نے ستر ہزار تعداد لکھی ہے۔ بہرحال اس لشکر میں دس ہزار گھوڑے سوار تھے۔ باقی اونٹوں پر باری باری سوار ہوتے اور اس طرح یہ دور دراز کا کٹھن سفر طے ہونا شروع ہوا۔

ایمان کا امتحان

یہ سفر ایمان کا آخری اور سخت امتحان تھا۔ عرب کی شدید گرمی کا زمانہ ہے۔

تو چل رہی ہے۔ قحط کا زمانہ ہے۔ خوراک کی کمی ہو گئی۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کے پاس چند چھوارے رہ گئے تھے۔ دو آدمی ایک چھوارہ آدھا آدھا لے کر کھا لیتے اور پانی پی لیتے۔ پھر نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ایک ہی چھوارے کو چند آدمی چوس کر پانی پی لیتے تھے۔

پھر پانی کی قلت ہو گئی جس سے تشنگی کا غلبہ ہوا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ پیاس کی شدت سے مرنے کا خطرہ ہونے لگا، اس لئے بعضوں نے اپنے قیمتی اونٹ ذبح کر کے ان کے آنتوں سے پانی لے کر حلق و جگر کو تر کیا۔ اس وقت حضرت صدیقؓ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ حضرت دعا فرمائیں آپؐ نے فرمایا کیا تم اسے پسند کرتے ہو۔ عرض کیا بے شک، تو آپؐ نے ہاتھ مبارک اٹھائے اور ابھی نیچے نہ کئے تھے کہ بارش ہو گئی۔ سب نے اپنے اپنے برتن بھر لئے اور جب ہم نے پتہ لگایا تو لشکر کے باہر بارش کا کوئی نشان موجود نہ تھا۔ سُبْحَانَ اللہ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُمّت کے اجر و ثوابِ اُخروی درجات نیز دُنیا بھر کے پیشوائی کے لئے تیار کرنے کا خیال زیادہ تھا۔

ایک عاشقِ صادق کا واقعہ

یہ لشکرِ اسلام جا رہا ہے۔ ادھر مدینہ منورہ میں ایک مشہور صحابی ابو خیثمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سستی سے پیچھے رہ گئے ہیں، وہ اپنے باغ میں داخل ہوئے۔ شدید گرمی کے موسم میں درختوں کا سایہ خدا کی بڑی نعمت ہے، پھر نیک سیرت بیوی خدمت کے لئے موجود ہے، اس نے پانی کا چھڑکاؤ کر کے زمین ٹھنڈی کر دی ہے اور اس

پر سایہ میں فرش بچھا دیا ہے۔ تازہ کھجوریں اور سرد پانی حاضر کیا ہے۔

حضرت ابو خیثمہ ان نعمتوں اور سامانِ راحت و آرام کو دیکھ کر بے تاب ہو جاتے ہیں اور اپنے سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے ابو خیثمہ تو یہاں ان نعمتوں میں ہے اور پیارے آقا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت گرم ہوا، ریت کے گرد و غبار کے اندر اور پہاڑوں میں اور ریگستانوں میں چلے جا رہے ہیں۔ اس تصوّر سے بے قرار ہو کر فوراً اٹھتے ہیں تلوار لگاتے اور نیزہ لے کر اونٹ پر سوار ہو جاتے ہیں۔ نہ کھانا یاد ہے نہ آرام نہ بیوی کی فکر نہ جان کی۔

دل آرامے کہ داری دل درو بند

دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

اونٹنی ہوا سے باتیں کرتی اور تیز چلی جا رہی ہے۔ یہاں تک کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ کوئی جوان اونٹنی دوڑاتے اور ٹیلوں پر اترتے چڑھتے چلا آ رہا ہے۔

ارشاد فرمایا کُن ابا خیثمہ، یعنی ابو خیثمہ معلوم ہوتے ہیں۔ اتنے میں عاشقِ صادق آملتے ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضور خوش ہو کر دُعا فرماتے اور ان کے لئے مغفرت چاہتے ہیں (ان کو اور کیا چاہیئے تھا) رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قسم کے مسلمان تھے جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے رشاد فرمایا کہ ان کے دل سفر ترک کرنے پر مائل ہو رہے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا۔

نزولِ تبوک اور دشمنوں پر رُعب

اسلام کا یہ پاک لشکر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکردگی میں جب بمقام تبوک پہنچا تو وہاں قیام فرمایا، یہ مقام سرحد شام کے قریب ہے۔

خدا کی شان اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا معجزہ تھا۔ کہ ہر چند غسانی بادشاہ نے شاہ روم کو اطلاع دی کہ اسلامی لشکر آ رہا ہے۔ مگر شاہ روم ہرقل مرعوب ہو گیا اور سرحد پر جو طاقت جمع کی تھی وہ بھی ہٹالی تاکہ لڑائی کا موقعہ ہی نہ آئے۔

یہ بات کوئی اتفاقی امر نہیں تھا کہ وہ مقابلہ میں نہ آیا۔ اس طرح کہہ کر اس مہم کی اہمیت کو گھٹایا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو جو اطلاع ملی تھی وہ غلط ثابت ہوئی۔ فرض کرو وہ اطلاع غلط تھی تو شاہِ روم کو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی عظیم جنگی تیاریوں اور پھر شام کی سرحد پر آ پہنچنے بلکہ روم کے زیرِ اثر ریاستوں کو اسلامی ریاست میں شامل کرنے کی بھی اطلاع نہ ہوئی اور شاہ غسانی کی اطلاع پر بھی اس نے یقین نہ کیا۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ مثلاً پاکستان کی سرحد پر ہمارے زیرِ اثر ملک پر دشمن کی عظیم فوج قبضہ جما کر اپنی سلطنت میں شامل کرے۔ بیس دن تک سرحدات میں چاروں طرف یلغار کر کے ہماری عزت و وقار کو خاک میں ملا دے اور ہم ٹس سے مس نہ ہوں حقیقت یہ ہے کہ یہ پیغمبرانہ فراست اور خدائی رعب کا نتیجہ تھا۔

(۱) ہرقل قیصر روم ایک عیسائی عالم تھا۔ اس کو یقین تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سچے پیغمبر ہیں اور وہی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے دی ہے اور ان کا ملک ہماری سلطنت تک ضرور پھیل کر رہے گا۔ اس علم و یقین کی وجہ سے وہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام سے مرعوب تھا۔

(۲) پھر یہ گذشتہ جنگ موتہ سے بھی گھبرایا ہوا تھا۔ جس میں تین ہزار صحابہ کرامؓ نے ایک لاکھ غسانی فوج کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔ اس کے دل میں یہ دہشت ضرور ہونی چاہیئے تھی کہ تین ہزار نے ایک لاکھ کو لوہے کے چنے چبوا دیئے تو اس حساب سے تیس ہزار کا اسلامی لشکر دس لاکھ رومی فوج کو ذلیل شکست دے کر تباہ کر سکتا ہے۔

(۳) اس کو یہ احساس بھی ہونا چاہیئے کہ موتہ کے معرکہ میں خود پیغمبرؐ موجود نہ تھے اور اب تو وہ بنفسِ نفیس لشکرِ صحابہؓ کی قیادت فرما رہے ہیں۔

(۴) وہ ایک عیسائی عالم کی حیثیت سے یہ بھی جانتا ہوگا کہ لشکر کا مقابلہ تو کیا جا سکتا ہے مگر جبریلؑ و خدائے جبرائیل کا مقابلہ کون کرے۔

بہرحال اس کو اسی میں خیر نظر آئی کہ لڑائی کو ٹال دیا جائے۔

(۵) اس کو یہ یقیناً معلوم تھا کہ جنگ موتہ کے وقت مکہ معظمہ مسلمانوں نے فتح نہیں کیا تھا۔ اب تو وہ بھی فتح ہو گیا اور عربستان کے گھر گھر میں مادی طاقت اور روحانی برکات کارفرما ہیں۔

آئیے اب یہ دیکھیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے یہ مہم کیوں اختیار فرمائی اگر آپؐ یہ لشکر کشی نہ کرتے تو جنگِ موتہ میں روم سے قطعی اور فیصلہ کن جنگ نہ ہونے اور روم کی عظیم طاقت کے مظاہرے سے کمزور قبائل پر جو رعب پڑ سکتا تھا وہ کیسے زائل ہوتا جس کا زائل کرنا ضروری تھا۔

پیغمبرانہ سیاست
اور
اس کی برکات

(۱) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے شاہ روم (قیصرِ روم ہرقل) کی جنگی تیاریوں اور عرب پر حملے کی اطلاع ملتے ہی جہاد کا اعلان فرما دیا اور قیصرِ روم کو تیاری کا موقعہ ہی نہ مل سکا۔

(۲) اب اگر وہ پورا زور لگا کر دو لاکھ کی فوج میدان میں لے بھی آتا تو جنگِ موتہ

کا تجربہ اس کے سامنے تھا۔ تیس ہزار جانباز فوج سے وہ کس طرح عہدہ برآ ہو سکتی۔ اس کی تصدیق بعد کے تاریخی واقعات بھی کرتے ہیں۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خلافت راشدہ یا بنو امیہ کے زمانہ میں جتنی بھی صلیبی لڑائیاں ہوئی ہیں۔ مسلمان مجاہدین کی تعداد تیس ہزار کے اندر ہی رہی ہے جبکہ مقابلہ میں لاکھوں کے لشکر معہ مکمل ساز و سامان کے ہوا کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کے پیغمبر تھے۔ یونہی اس نازک اور سخت وقت میں صحابہ کرام رضی کو اس مہم کے لیے نہیں لائے تھے۔ یہ خدائی حکم تھا اور اس میں بڑی بڑی حکمتیں اور برکتیں تھیں کیا دنیا کا کوئی فوجی قائد اس بات کو برداشت کر سکتا ہے کہ وہ اپنی سرحدات پہ دشمن فوجوں کا اجتماع دیکھے اور خاموش بیٹھا رہے۔

(۳) اگر رومی فوج ایک بار عرب میں داخل ہو جاتی تو اس کے خطرات تھے کہ کہیں تمام عربوں میں افراتفری پیدا نہ ہو جائے۔

(۴) اسلامی لشکر کے صبر و استقامت اور جوش و خروش سے آجانے اور رومی سلطنت کے جنگ کو ٹال دینے سے ایک برکت یہ ہوئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حوصلے بڑھے۔ ان کی قربانی قبول ہوئی اور بغیر قتال و جدال کے اسلام کا بول بالا ہو گیا۔

(۵) دوسری برکت یہ ہوئی کہ اس لشکر نے بیس دن مقام تبوک میں قیام کیا اور سرحدات کی بہت سی چھوٹی چھوٹی عیسائی ریاستوں کو جزیہ دے کر اطاعت قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس طرح اسلامی ریاست کی حدیں قائم ہو گئیں جو ایک طرف ایرانی سلطنت اور دوسری طرف رومی سلطنت سے ملتی تھیں۔

(۶) چھٹی برکت یہ ہوئی کہ ایران و روم کے زیر اثر عرب قبائل جو سرحد روم و ایران کے قریب آباد تھے اور جن کو اب تک اسلام کے خلاف استعمال کیا جاتا تھا اب اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔

(۷) روم و ایران اور تمام مشرق وسطیٰ کے ممالک پر اسلام کا رعب بیٹھ گیا اور بہت سے سرحدی لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔ جو پہلے آزادیٔ رائے کے فقدان کی وجہ سے محروم تھے۔

(۸) جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح سے مظفر و منصور واپس ہوئے عرب کے بچے کھچے مشرکوں، مخالفوں اور منافقوں کے حوصلے لپست ہو گئے امیدیں خاک میں مل گئیں اور انکے تمام خیالی قلعے مسمار ہو گئے۔ تمام عربوں کو بھی یقین ہو گیا کہ بس اب عرب میں اسلام کے بغیر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اور نہ اب کوئی ان سے ٹکر لے سکتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس غزوہ تبوک کے بعد مختلف ملکوں، بادشاہوں اور قبائل کے تقریباً ستر وفود اپنے اپنے قبیلہ کے وکیل بن کر مدینہ منورہ آئے جو اسلام لائے یا اطاعت قبول کی۔

(۹) اس مہم کی ایک عظیم برکت یہ ہوئی کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد خلفاء راشدین کے لئے بہتر تجارب اور معلومات مہیا ہو گئیں۔ اور ساتھ ہی اہل اسلام کو دشمنوں کے خوف و مرعوبیت اور اسلامی شوکت و دبدبہ کا بھی اندازہ ہو گیا جس سے آئندہ تمام جنگوں میں عظیم فائدہ ہوا۔

(۱۰) اور ایک برکت یہ ہوئی کہ اس مہم میں سے منافقوں کا پردہ چاک ہو گیا اور ان کے خلاف علی الاعلان فوجی اور سیاسی کارروائی کرنے کا اعلان ہو گیا۔ ان کی مسجد ضرار جلادی گئی۔ ان کی نماز جنازہ پڑھنی بحکم خداوندی ممنوع قرار دیدی گئی۔ اب ان کھلے کفر کو ظاہر کر دیا گیا جس کے بعد ان کو منافق بن کر دنیوی مفادات حاصل کرنے کا موقعہ ہی نہ رہا۔ اس لئے رفتہ رفتہ سب کو اسلام کے سایہ میں آکر پناہ لینی پڑی۔ بہتوں کی اولاد اور رشتہ دار پہلے سے سچے مسلمان تھے۔ اب سب کی نسل پر خدا تعالیٰ

کی رحمت ہوگئی۔

(۱۱) گیارھویں برکت اس مہم کی یہ ہوئی کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے خدائی بصیرت تحت عام جرنیلوں کی طرح یہ نہیں کیا کہ قیصر روم مقابلہ پہ نہ آیا تو چلو اس کے گھر پر حملہ کر دو۔ اگر اس طرح ہوتا تو صلیبی لڑائیوں کا وہ سلسلہ اسی وقت سے شروع ہو جاتا جو بعد میں خلافت کے وقت سے شروع ہو کر صدیوں تک رہا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو عرب کے اندرونی استحکام اور نظم ونسق کی درستگی کا وقت ہی نہ ملتا۔ ادھر دنیا کی عظیم سلطنت سے مسلسل لڑائیاں شروع ہو جاتیں اور ادھر عرب میں منافقوں اور چھپے ہوئے دشمنوں کو شرارتوں کا موقعہ مل جاتا مگر آپ جرنیل نہ تھے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ آپ کی سیاست پیغمبرانہ سیاست تھی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی اتنی ہی نصرت وامداد پر شکر کیا اور اسی کو اللہ تعالیٰ کا منشا سمجھا۔

(۱۲) اللہ تعالیٰ کی اس مہربانی سے آپ نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ واپسی کے بعد تمام انتظامات درست فرمائے۔ تقریباً ستر وفود سے بیعت لی۔ جو مختلف قبائل، ملوک اور ممالک سے آئے تھے۔ منافقین کا قلع قمع ہو گیا۔ بحکم خداوندی مشرکوں کا داخلہ مسجدِ حرام میں بند کر کے توحید کی بنیاد مضبوط فرما دی۔ تمام مخالف قبائل اور مشرکوں وغیرہ کو چار ماہ کی مہلت دی جس کے بعد صرف دو ہی باتوں کا اختیار تھا یا اسلام یا جنگ۔ اس طرح آپ نے تمام عرب کو تقریباً سب فتنوں سے پاک کر کے خدائی دین میں پرو کر منظم فرمایا۔

اگر عرب کے اندرونی فتنے اس طرح نہ دبا دیئے جاتے اور اس کے غالب حصّے کو منظم کر کے ایک عظیم قوّت نہ بنا دیا جاتا تو آپ کی وفات شریف کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں فتنۂ ارتداد وغیرہ زیادہ خطرناک صورت

اختیار کر سکتے تھے۔

پھر اندرونی عدم استحکام کی صورت میں روم و ایران سے ہونے والی جنگیں کیسے کامیاب ہوسکتیں، مگر آپؐ جو کچھ کر رہے تھے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق کر رہے تھے۔ اسلام کی دعوت اقصائے عالم تک پہنچنی تھی اس لئے پہلے سے سب انتظامات مکمل کئے گئے تھے۔

سرورِ کائنات پیغمبرِ اسلام کے نبیٔ برحق ہونے کی یہ بھی ایک دلیل ہے کہ آپؐ نے دنیا سے پردہ فرمانے سے پہلے پہل عرب کو وہ اخلاقی قوت۔ رُوحانی عظمت اور سیاسی پوزیشن عطا فرمادی جس سے وہ تمام دنیائے کفر کو چیلنج کر سکے اور نتیجۃً آباد دنیا کے غالب حصہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام اور اسلام کی شعاعیں پہنچ گئیں۔ یہی آپؐ کی شانِ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اور کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا کا تقاضا تھا

رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

(۱۲) غزوہ تبوک کی اس عظیم مہم کی ایک عظیم برکت یہ ہوئی کہ اس سے صحابہ کرامؓ کی شانِ عبدیت اور محبت و عشق کا خوب مظاہرہ ہوا کہ ایسے وقت میں جبکہ طویل سفر کے تصور سے بھی جان نکلے اور کلیجہ منہ کو آئے کس طرح اپنی جانیں معہ مال و اسباب کے پیش کر کے محبوبِ حقیقی کے عشق میں والہانہ چل پڑے۔

جو لوگ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تنقید کرنا بھی گویا ایک کمال سمجھتے ہیں ان کو سوچنا چاہیئے کہ حضورؐ پُر نور کے تربیت یافتگان۔ آپؐ کے سچے عشاق اور اسلام کے مخلص جاں نثاروں پر قلم و زبان سے چھینٹے اُچھالنے میں ان کو کونسا دینی یا دنیوی فائدہ ہے، اُن کے اخلاص و تعلق باللہ کا جو حال ہے، وہ اس مہم میں شروع سے آخر تک آپؐ کو چمکتا نظر آئے گا اور اگر ان میں سے چند آدمیوں سے بلا ارادہ یا غفلت سے کوئی لغزش ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے نہایت پیار سے

انداز میں ان کی توبہ قبول فرما کر ان کے لئے اپنی رحمت کا اعلان فرمایا ہے۔ یہ سب برکات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کی تھیں۔ اسی غزوہ تبوک میں غفلت سے جو چند صحابۂ کرامؓ پیچھے رہ گئے تھے۔ کس طرح ان کی ندامت، توبہ، اخلاص اور عشق و محبت کا ڈھنڈورہ کر دیا گیا ان کو شدید ترین ابتلاء میں ڈال کر دنیا کو بتایا کہ یہ وہ پاک بندے ہیں جن کو کاٹ کر الگ پھینک دیا جائے تو یہ پھر بھی اسی دروازے سے چمٹتے ہیں۔ یہ ہمارے سوا کسی کو آقا کسی کو مالک کسی کو غفور و رحیم سمجھتے ہی نہیں یہ وہ پاک نفوس ہیں کہ جو رسولؐ کی نگاہ لطف و کرم کو جنت اور ان کی نگاہ پھر جانے کو جہنم سمجھتے ہیں۔ حضورؐ پرنور کے خاطرِ عاطر پر بار پڑنے سے ان کی نگاہ میں دنیا تاریک ہوتی ہے جن سے حضورؐ خفا یہ بھی خفا جن سے حضورؐ خوش یہ بھی خوش۔ یہ آپس میں رسول بھائی ہیں۔ خدا بھائی ہیں۔ ایک دوسرے پر قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔ مگر خدا کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔ ان کی تعریف میں کہیں ارشاد ہوتا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۔

ترجمہ:۔ حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی (صحابہؓ) کافروں پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں۔

کہیں فرمایا جاتا ہے کہ یہ جو آپؐ کی بیعت کرتے ہیں یہ میری بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۔

ترجمہ:۔ بلاشبہ جو صحابہؓ آپؐ کی بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

اور کبھی ان کو رضا و خوشنودی کا سرٹیفکیٹ عطا ہوتا ہے۔

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ ○

ترجمہ :- اللہ راضی ہو چکا ان ایمانداروں سے جو اس درخت کے نیچے آپؐ سے جہاد اور اللہ کی راہ میں مرنے کی بیعت کر رہے ہیں۔

کہیں قرآن پاک میں ان کو خدائی رضامندی کی سند عطا کی جاتی ہے۔

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ۔

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔

کہیں ارشاد ہے۔

ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہٗ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون فضلاً من اللہ ونعمۃً واللہ علیم حکیم ○

ترجمہ :- لیکن اے (صحابہ کرامؓ) اللہ ہی نے تمہارے دلوں میں ایمان کو پیارا اور پسندیدہ کر دیا ہے اور (اسی نے) کفر، فسق اور گناہ سے تم کو متنفر کیا ہے - اللہ کی مہربانی اور فضل سے یہی لوگ رُشد و ہدایت والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پوری طرح علم و حکمت کے مالک ہیں۔

کس طرح اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ ان کے صادق الایمان ہونے اور گناہوں سے متنفر ہونے کا اعلان فرماتے ہیں، بلکہ فرماتے ہیں کہ ان کو ایسا ہیں نے اپنے فضل سے بنایا ہے، پھر اپنے علیم و حکیم ہونے کا اعلان کرتے ہیں کہ یہی ہمارے علم و حکمت کا تقاضا ہے۔ وہ پوری طرح جانتا ہے کہ صحابہؓ کے دل کتنے پاک اور ان کو گناہوں اور نافرمانی سے کتنی نفرت ہے، اور اسی میں اس پروردگار کی حکمت ہے کیونکہ انہی کو ساری دُنیا والوں کے لئے نمونۂ عمل بنانا اور ان کے ذریعہ آخری پیغمبرؐ کی دعوت دُنیا کے گوشے گوشے تک پہنچانی ہے۔ ایسے پاک گروہ کی بات اگر ہمارے لئے دلیل

وحجت نہ ہو تو چودھویں صدی کے خود ساختہ مجتہدوں کی تحقیق کیونکر حجت ہو سکتی ہے۔ کتنا افسوس ہے کہ صحابہ کرامؓ کے بارہ میں قرآن پاک کی ان تصریحات کے مقابلہ میں تاریخ کے جھوٹے حوالے پیش کرکے مسلمانوں کے دلوں کو مجروح اور دینِ حق کے ان گواہوں کی پاک زندگی کو مشتبہ بنانے کی ناپاک سعی کی جا رہی ہے۔

(۱۴) اب ہم غزوہ تبوک کی برکات ہی میں ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کرتے ہیں جو حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جا سکے تھے۔ کیونکہ ان کا عمل بھی امت کے لئے موجب ہدایت ہے۔ پھر آپ سوچیں کہ آیا جس طرح سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تربیت فرمائی اور ان کی دنیا ہی بدل کے رکھ دی۔ ان کو خدائے برتر کے جمال ازلی کا گرویدہ اور رجال آخرت بنا ڈالا۔ اس کی کوئی نظیر اس کائنات میں پیش کی جا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

پھر یہ تربیت کسی ایک یا چند آدمیوں کی نہیں فرمائی بلکہ لاکھوں کی فرمائی اسی ایک غزوہ کے شرکاء کو اللہ تعالیٰ نبیؐ کے ساتھ ملا کر سند دے رہے ہیں کہ ہم نے رأفت و رحمت سے ان پر رجوع فرمایا۔ (یعنی ان کو اپنی آغوش لطف وکرم میں لے لیا) رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

جب آپؐ پوری کامیابی سے تبوک سے مراجعت فرما ہوئے تو واپسی میں راستہ ہی میں اللہ تعالیٰ کی وحی کا نزول شروع ہوا۔ اس میں آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت منافقوں کے حالات اور ان کے مافی الضمیر سے آگاہ فرمایا اور یہ سب کچھ بتا دیا کہ وہ آپؐ کے پاس آئیں گے، قسمیں کھائیں گے۔ مگر یہ جھوٹے ہیں۔ جب آپؐ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ اور ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے پیچھے رہ جانے والوں کے بارہ میں اور خاص کر منافقین کے بارہ میں آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ اور خدا کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

کے قلب مبارک پر بوجھ ہے۔ تو مخلص صحابہ کرامؓ کی قلبی کیفیت کا اندازہ ہر شخص نہیں لگا سکتا تھا۔ ان میں ایسے حضرات بھی تھے جو نہایت مخلص مسلمان تھے اور اس سے پہلے تمام غزوات (جہادوں) میں شریک رہے تھے۔ ان پر شک وشبہ کی تو کوئی گنجائش نہ تھی۔ مگر ان کی عدم شرکت کو خدا کے رسول محسوس کر رہے تھے اور ادھر کیوں محسوس نہ کرتے اور آپؐ اپنے مخلص اصحاب کا دینی خدمات کے ایسے مواقع سے محروم رہنا پسند فرما سکتے تھے۔؟ ہرگز نہیں۔

وہی عکس ادھر ان صحابہؓ کے دلوں پر پڑ رہا تھا، مارے ندامت وشرمندگی کے ان کا برا حال ہو رہا تھا۔ کہ وہ جان سے پیارے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کیسے جائیں۔ منافقین تو ایک ایک کر کے آ رہے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے قسمیں کھا کر جھوٹے عذر پیش کرتے ہیں۔

تبوک میں مسلمانوں کے اقدامات

جب ہرقل (شاہ روم) غسانی بادشاہ اور کوئی رومی طاقت مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ آئی تو آپؐ تبوک میں قیام فرما کر ادھر ادھر کی اسلامی سرحدات کو مضبوط کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔

صاحب ایلہ کی اطاعت

آپؐ نے ایلہ کے امیر یوحنا ابن رُوبہ (عیسائی) کو پیغام بھیجا کہ یا مسلمان ہو جاؤ یا جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ وہ خود حاضر خدمت ہوا اور اس نے تین سو اشرفی (دینار) سالانہ جزیہ دینا منظور کر کے اطاعت کی اور مندرجہ ذیل معاہدہ لکھا گیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ ھذہ امنۃ من محمّد ن النبی رسول اللہ لیوحنا روٴیہ واھل ایلتہ سفنھم وسیارتھم فی البرّ والبحر لھم ذمۃ اللہ ومحمّد النبی ومن کان معھم من اھل الشام و اھل الیمن واھل البحر فمن احدث منھم حدثا فانہ لا یحول مالہ دون نفسہ وانہ طیب لمحمّد اخذہ من النّاس وانہ لا یحل ان یمنعوا ما یریدونہ ولا طریقا یریدونہ من براو بحر واتفق الطرفان ان تدفع ایلتہ جزیۃ قدرھا ثلاث مِائَۃِ دینار فی کل عامٍ ٥

ترجمہ:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول محمدؐ کی طرف

سے یوحنا ابن رؤبہ اور اہل ایلہ کے لئے پروانۂ امن ہے۔ خشکی میں ان کے قافلے اور سمندر میں ان کی کشتیاں اللہ اور اس کے رسول محمدؐ کی ذمہ داری میں ہیں۔ اس طرح وہ لوگ بھی جو ان کے ساتھ ہیں چاہے یمن کے ہوں یا شام کے یا بحر کے۔ جس نے اس کے بعد کوئی بات پیدا کی تو اس کا مال اس کی جان کو نہ بچا سکے گا۔ اور محمدؐ کے لئے لوگوں سے اس مال کا لینا جائز ہوگا۔ اور کسی فریق کو بری اور بحری راستوں سے نہ روکا جائے گا۔ اہلِ ایلتہ تین سو اشرفی سالانہ جزیہ (خراج) مسلمانوں کو دیتے رہیں گے۔

دیگر ریاستوں کی اطاعت

اسی طرح عمان کے علاقہ میں بلقاء کے پاس شام کے ملک میں اہلِ جرباء سے بھی مصالحت ہوئی اور اسی طرح اسی کے قریب اہلِ اذرخ کے ساتھ بھی جزیہ پر مصالحت ہوئی۔

رئیس دومتہ الجندل کی گرفتاری اور اطاعت

تبوک کے قریب ایک دن کی منزل پر دومتہ الجندل کا علاقہ تھا جہاں کا حاکم اکیدر بن عبدالملک خدمت اقدس میں حاضر نہ ہوا بلکہ اس کی طرف سے سرکشی کی خبریں موصول ہوئیں۔ آپؐ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو پانچ سو سواروں کا دستہ دے کر اس کی طرف روانہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ اکیدر بن عبدالملک کو گرفتار کر کے لائیں۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اکیدر تم کو نیل گائے کا شکار کرتے ہوئے ملے گا۔ حضرت خالدؓ رات بھر سفر کر کے صبح سویرے اکیدر کے قلعہ کے پاس پہنچے وہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ اکیدر اور اس کی بیوی محل کی چھت پر آرام کر

کر رہے تھے۔ موسم گرمی کا تھا۔ چاندنی رات تھی۔ ایک نیل گائے جنگل کی طرف سے آ کر محل کے دروازے کو سینگوں سے کھرچنے لگی۔ اکیدر کی بیوی نے خاوند کو بتایا۔ اکیدر اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے بھائی حسان نامی کو ہمراہ لے کر اس نیل گائے کا شکار کرنے کے لیے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ حضرت خالدؓ نے بمعہ سواروں کے پہنچ کر اس کو گھیر لیا۔ دونوں بھائی لڑے۔ حسان مارا گیا اور اکیدر گرفتار ہو کر حضورؐ کی خدمت میں لا کر پیش کیا گیا۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی جان بخشی فرمائی اور اکیدر نے اطاعت اور جزیہ دینے کا اقرار کیا۔ واپس اپنے قلعہ میں آ کر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں دو ہزار اونٹ آٹھ سو گھوڑے چار سو زرہیں چار سو بستر ے اور بہت سی نقد چاندی بطور ہدیہ بھیجی۔ اور صلح نامہ لکھا۔

بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت خالدؓ نے اسے گرفتار کیا تو دومۃ الجندل والوں کو دھمکی دی۔ اگر شہر کا دروازہ نہ کھولو تو اکیدر کو قتل کر دیا جائے گا۔ انہوں نے اپنے بادشاہ کی خاطر دروازہ کھول دیا اور مسلمان دومۃ الجندل میں داخل ہو گئے اور مذکورہ مال بطور غنیمت حاصل کیا۔

تبوک سے واپسی

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبوک میں بیس دن قیام فرمایا۔ رومی لشکر کا انتظار کیا۔ سرحدات کو محفوظ کیا۔ سرحدی ریاستوں کو اسلامی حدود میں شامل کیا اور جب کوئی رومی لشکر مقابلہ میں نہ آیا تو آپ نے صحابہؓ کو مدینہ منورہ کو واپس جانے کا حکم دے دیا۔ راستے میں

اس غزوہ کے بارے میں بہت سی آیتیں نازل ہوئیں۔ اور منافقوں اور پیچھے رہنے والوں کے خلاف اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ ارشاد فرمایا۔ اب منافق جو تقریباً اسی آدمی تھے اور جنگ میں نہیں گئے تھے ایک ایک کرکے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اپنے نہ جانے کے عذر پیش کرتے آپ درگزر فرما کر ان کا معاملہ خدا کے سپرد فرما دیتے۔

حضرت کعبؓ کا قصہ

تین صحابہؓ پر کیا گزری

ان تین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوکر کوئی حیلہ اور عذر نہیں پیش کیا۔ بلکہ صاف صاف عرض کردیا کہ ہمارے لئے کوئی عذر، مانع نہ تھا۔ اپنی غفلت اور اپنا قصور ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ البتہ انہوں نے سچ سچ کہہ دیا ہے پھر آپؐ نے ان کو جانے کی اجازت دے دی اور ان کا کوئی فیصلہ نہیں کیا بعد میں مسلمانوں کو ان سے بات چیت سے منع فرمادیا۔ اَللّٰہُ اَکبَر ان دل دادگانِ عشق کے لئے یہ کوئی معمولی بات تھی۔ محبوبؐ نے منہ پھیر دیا۔

رُوح فنا ہونے لگی، یہ تین حضرات تھے۔

حضرت ہلال ابن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مرارہ ابن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پہلے ہر دو حضرات تو جاکر گھروں میں بیٹھ گئے اور پچاس دن تک روتے ہی رہے مگر تیسرے بزرگ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ پر کیا گزری بہتر ہے کہ یہاں ان کی کہانی ان کی زبانی آپ سُن لیں۔ بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث میں ان کی کہانی ان کی زبانی موجود ہے۔ جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت کعبؓ کے عشق کا امتحان

یہ قصہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ نے اپنے فرزند سے فرمایا۔ یہاں اس کا خلاصہ اور مطلب حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کے الفاظ میں (معمولی تغیر کے ساتھ) بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ جب کسی مہم پر تشریف لے جانے کا ارادہ فرماتے کھلم کھلا اس کا اعلان نہ کرتے بلکہ توریے اور اشارات سے کام لیتے (اور یہ بڑی ضروری سیاسی تدبیر ہے تاکہ دشمن کو قبل از وقت اطلاع ہو کر تیاری کا موقع نہ ملے یا کوئی مخالف سازش نہ کر بیٹھیں) بہر حال غزوہ تبوک کے موقعہ پر آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ صاف اعلان فرمادیا کہ شام کو جانا ہے جو سلطنت روم کے ماتحت تھا۔

آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ عام افواہیں اور خاص اطلاعات یہ تھیں کہ قیصر روم عرب پر حملہ کی تیاری کر رہا ہے خدا کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطور پیش بندی کے پیش قدمی فرمائی اور چونکہ مہم سخت اور دشوار گزار تھی۔ سفر دور دراز کا تھا موسم شدید گرم تھا اس لئے آپؐ نے جہاد کا اعلان فرما کر صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تیاری کا حکم دیا۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ تیاری میں مصروف تھے مگر میں مطمئن تھا کہ کون سی جلدی ہے جب چاہوں گا، فوراً تیاری کر کے ساتھ چلا جاؤنگا۔ کیونکہ اس وقت بفضلِ ایزدی ہر طرح کا سامان اور آسانی مجھے میسر تھی۔ ایک چھوڑ دو سواریاں موجود تھیں۔ اسی غفلت میں وقت گزر گیا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیس ہزار مجاہدین کو روانگی کا حکم دے دیا۔ مجھے اب بھی

یہی خیال تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم روانہ ہو گئے تو کیا ہے میں اگلی منزل میں آپؐ سے جا ملوں گا۔ آج چلوں کل چلوں۔ اسی امروز فردا میں وقت نکل گیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم تبوک پہنچ گئے۔ وہاں آپؐ نے دریافت فرمایا۔ مافعل کعب ابن مالك ـــــــ (کعبؓ بن مالک کو کیا ہوا؟) بنی سلمہ کا ایک شخص بولا۔ اس کی عیش پسندی اور اعجاب وغرور نے نکلنے کی اجازت نہ دی حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم نے بُری بات کہی۔ خدا کی قسم ہم نے کعب میں بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم یہ گفتگو سُن کر خاموش رہے۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے آپؐ کے تشریف لے جانے کے بعد بڑی پریشانی اور وحشت اس بات سے ہوئی کہ باہر جاؤں تو سارے مدینہ منوّرہ میں پکّے منافقوں اور معذور مسلمانوں کے سوا اور کوئی مرد نظر نہیں آ رہا تھا۔ اب دل میں طرح طرح کے منصوبے گانٹھنے لگا اور طرح طرح کے وساوس آنے لگے کہ آپؐ کی واپسی میں فلاں عذر کر کے جان بچا لوں گا۔ مگر جس وقت معلوم ہوا کہ آپؐ خیر و عافیت سے واپس تشریف لے آئے۔ دل سے سارے جھوٹ اور فریب محو ہو گئے اور طے کر لیا کہ سچ کے سوا کوئی چیز اس بارگاہ میں نجات دلانے والی نہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک عادت تھی کہ جب سفر سے مراجعت فرما ہونے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز پڑھ کر وہیں بیٹھ جاتے۔ آپؐ مسجد نبوی میں رونق افروز تھے۔ صحابہؓ کا مجمع تھا۔ منافقین آ رہے تھے اور جہاد پہ نہ جانے کے جھوٹے حیلے بہانے بیان کرتے اور قسمیں کھا کر آپؐ کو یقین دلاتے آپؐ ان کے ظاہر کو تسلیم کرتے اور باطن کو خدا تعالیٰ کے حوالہ فرماتے۔ تقریباً اسّی بڑے بڑے منافقوں نے اسی طرح جان چھڑائی۔ جب میں سامنے آیا میرے سلام کرنے پر

آپؐ نے غضب آمیز تبسم فرمایا اور غیر حاضری کی وجہ دریافت کی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر اس وقت میں دنیا والوں میں سے کسی دوسرے کے سامنے ہوتا تو آپؐ دیکھ لیتے کہ میں اپنی چرب لسانی اور زبان زوری سے جھوٹے حیلے بہانے کرکے اپنے کو صاف بچا لیتا، مگر یہاں تو معاملہ ایک ایسی ذات مقدس سے ہے جسے جھوٹ بول کر اگر میں راضی بھی کر لوں تو تھوڑی دیر کے بعد خدا تعالیٰ اس کو سچی بات پر مطلع کرکے مجھ سے ناراض کر دے گا۔ اور سچ بولنے میں گو تھوڑی دیر آپؐ کی خفگی برداشت کرنی پڑے گی لیکن اُمید کرتا ہوں کہ خدا کی طرف سے اس کا انجام بہتر ہوگا، اور آخر کار سچ بولنا ہی مجھے خدا اور رسولؐ کے غصہ سے نجات دلائے گا۔

یارسول اللہ! واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس غیر حاضری کا کوئی عُذر نہیں جس وقت حضورؐ کی ہمرکابی کے شرف سے محروم ہُوا۔ اس وقت سے زیادہ فراخی سامان کی فراوانی اور مقدرت مجھے کبھی حاصل نہیں ہوئی تھی، میں مجرم ہوں، آپؐ کو اختیار ہے جو فیصلہ چاہیں میرے حق میں دیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ شخص ہے جس نے سچی بات کہی، اچھا جاؤ، اور خدائی فیصلے کا انتظار کرو۔ میں اُٹھا میرے ساتھ قبیلہ بنو سلمہ کے لوگ تھے وہ مجھے ملامت کرنے لگے کہ تم نے کیوں کوئی عُذر کرکے جان نہ چھڑائی۔ جیسے اوروں نے کیا۔ اور گناہ معاف کرانے کے لئے حضورؐ کی دعا اور استغفار کافی تھا۔ انہوں نے اتنا اصرار کیا کہ مجھے بھی خیال آنے لگا کہ واپس جاکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے سامنے اپنا بیان بدل ڈالوں مگر میں نے دریافت کیا کہ اور کوئی بھی ایسا ہے جس نے میرے جیسا بیان دیا ہو۔ معلوم ہوا دو آدمی ہیں بلال ابن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مرارہ ابن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دونوں بڑے صحابی اور پرانے بزرگ تھے۔ میں پکا ہو گیا کہ سچائی کے سوا کوئی

راہِ نجات نہیں ہے۔

ہم تینوں کے بارہ میں آپؐ نے حکم دیا کہ ان سے کوئی آدمی بات نہ کرے۔
علیحدہ رہیں۔ چنانچہ کوئی مسلمان ہم سے بات نہیں کرتا تھا اور نہ ہی سلام کا جواب دیتا تھا۔ وہ دونوں تو خانہ نشین اور وقفِ گریہ و بکا ہو گئے۔ شب و روز روتے رہتے۔ میں ذرا سخت اور قوی تھا، نماز کے لئے مسجد میں جاتا۔ آپؐ کی خدمت میں سلام عرض کر کے دیکھتا رہتا کہ لبِ مبارک کو جنبش ہوئی یا نہیں۔ جب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتا، آپؐ میری طرف سے منہ پھیر لیتے، قریبی رشتہ دار تک ہم سے بیگانہ ہو گئے، سب نے ہمیں چھوڑ دیا۔

ایک دن میں اپنے چچا زاد بھائی ابوقتادہ کے ہاں چلا گیا، یہ میرے بھائی، بچپن کے ساتھی اور گہرے دوست تھے، میں نے سلام کیا مگر انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں تم جانتے ہو کہ میں خدا اور رسولؐ سے محبت کرتا ہوں۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوسری دفعہ میں نے قسم دے کر یہی بات کہی وہ پھر بھی خاموش رہا۔ تیسری بار میں نے قسم دی تو صرف اتنی بات کہی کہ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ (کہ خدا اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں) میں روتا ہوا گھر واپس گیا۔ (اللہ اللہ آپؐ مجھے عاشقوں میں سے بھی نہیں سمجھتے)

بادشاہ غسّان کا خط

ایک دن بازار میں جا رہا تھا وہاں شام کے قبطیوں میں سے ایک شخص جو بیچنے کے لئے غلہ لایا تھا۔ لوگوں سے میرا پوچھ رہا تھا۔ لوگوں نے اشارے سے مجھے بتایا۔ اس شخص نے ایک خط مجھے دیا، میں پڑھا لکھا تھا۔ اس کو دیکھا تو بادشاہ غسان کا خط تھا۔ اس نے پہلے تو میرے معاملہ میں مجھ سے اظہارِ ہمدردی کی تھی۔ پھر لکھا تھا کہ

تمہارے ساتھی (یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے تم پر بڑا ظلم کیا ہے۔ تم اس قابل نہیں تھے۔ میرے ملک میں آ جاؤ یہاں تمہاری خوب آؤ بھگت اور عزت ہوگی۔"

میں نے خط پڑھ کر کہا کہ یہ بھی ایک مستقل امتحان ہے۔

(آہ آج میری یہ حالت ہوگئی کہ کافروں کو مجھ سے یہ طمع ہونے لگی کہ میں خدا اور رسول کو چھوڑ دوں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) میں نے خط تنور میں ڈال دیا اور بعض روائتوں میں ہے کہ تلوار کھینچ کر اس شخص کو کہا کہ اس کا جواب یہ ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

حضورؐ کا تازہ حکم

جب اس حالت پر چالیس دن گزر رے، بارگاہِ رسالتؐ سے ایک آدمی کے ذریعہ جدید حکم پہنچا کہ اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ، میں نے دریافت کیا کہ طلاق دیدوں؟ اس نے کہا نہیں، یونہی علیحدگی اختیار کرو۔

میں نے بیوی سے کہا میکے چلی جاؤ اور جب تک خدا کے ہاں سے میرا کوئی فیصلہ نہ ہو وہیں ٹھہری رہو۔

میرے دوسرے ساتھی ہلال ابنِ امیہ کی بیوی نے جا کر دربارِ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہلال ابن امیہ بوڑھا اور کمزور آدمی ہے اور اس کا کوئی خادم نہیں، اجازت ہو تو میں اس کی خدمت کر دیا کروں۔ آپؐ نے اجازت دے دی مگر دوسرے تعلقات سے ممانعت فرمائی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم جب سے یہ معاملہ ہوا ہے ان کا تو رونے کے سوا اور کام ہی نہیں۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں چونکہ قوی جوان اور

تندرست تھا اس لئے میں نے ایسی مراعات حاصل کرنے کی کوشش نہ کی۔

سب سے بڑی مصیبت

میری سب سے بڑی مصیبت یہ خیال تھا جو ہر وقت ستائے رکھتا کہ اگر اسی حالت میں مر جاؤں تو سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا جنازہ نہیں پڑھیں گے اور اگر خدانخواستہ حضورؐ کی وفات شریف ہو جائے تو پھر عمر بھر یہی معاملہ رہے گا۔ کوئی مسلمان ہم سے بات نہیں کرے گا۔ نہ کوئی ہماری میت کے قریب آئے گا۔ غرض یہ کہ دُنیا ہماری نظروں میں تاریک تھی، زندگی موت سے زیادہ سخت تھی، خدا کی زمین تنگ ہو گئی تھی، اپنے سارے بیگانہ ہو گئے تھے، یہاں تک کہ پچاس دن پورے ہو گئے۔

بشارتِ عُظمیٰ

پچاس دن کے بعد میں صبح کی نماز پڑھ کر بیٹھا تھا کہ اچانک جبل سلع (سلع نامی پہاڑی) سے آواز آئی۔ یا کعب بن مالکٍ اَبشِر (اے کعب بن مالک خوش ہو جا تیرے لئے خوشخبری ہے) میں یہ آواز سُنتے ہی سجدے میں گر پڑا۔ معلوم ہُوا کہ آخیر شب میں حق تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر علیہ السّلام کو خبر دی گئی کہ ہماری توبہ قبول ہو گئی ہے۔ اور آپؐ نے بعد نماز فجر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مطلع فرمایا۔ ایک سوار میری طرف دوڑا کہ خوشخبری سنائے مگر ایک دوسرے نے پیادہ دوڑتے پہاڑ پر چڑھ کر آواز دی۔ یہ آواز سوار سے پہلے پہنچی۔ میں نے اپنے کپڑے اُتار کر آواز لگانے والے کو دے دیئے۔

حضورؐ کی خدمت میں حاضری

پھر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی خدمت با برکت میں حاضر ہوا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا، صحابہ کرامؓ جوق در جوق آتے اور مجھے مبارکباد دیتے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا چہرہ خوشی سے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا، خدا نے تمہاری توبہ قبول فرمائی ہے، میں نے عرض کیا یہ آپؐ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میری توبہ کی تکمیل و تتمہ یہ ہے کہ میں اپنی ساری جائداد اور سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دوں۔ (یعنی آپؐ لے کر اللہ کی راہ میں خرچ فرمائیں) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، سارا نہیں، کچھ اپنے خرچ کے لئے بھی چھوڑ دو۔ میں نے کہا خیبر میں جو کچھ میرا حصّہ ہے اس کے سوا تمام جائداد خدا اور رسولؐ کے لئے ہے۔ آپؐ نے قبول فرمائی۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ خدا کی قسم اسلام لانے کے بعد مجھے اتنی خوشی کسی چیز سے نہیں ہوئی جتنی اس دن آپؐ کے سامنے سچ کہنے سے ہوئی۔ اور مجھ پر جو انعام ہوا۔ یہ سب سچ کی برکت سے ہے۔ میں نے یہ عہد کیا ہے کہ موت تک میں کبھی سچ کے سوا بات نہ کروں گا!

عبرت و موعظت

(۱) یوں تو سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی زندگی کا ایک ایک واقعہ آپؐ کا معجزہ اور آپؐ کی صداقت و نبوت کی دلیل ہے مگر غزوۂ تبوک کے اعلان۔ اس کا ارادہ۔ اس کی تیاری۔ اس کے سفر، اس کے واقعات۔ اس کے نتائج میں سے ہر ایک دلیل ہے کہ آپؐ آخری نبیؐ ہیں اور سارے جہان کے لئے ہیں۔ یہ سب انتظامات اسی کے لئے تو ہو رہے تھے۔ اس واقعہ کے تقریباً ایک سال بعد آپؐ کی وفات شریف ہوتی ہے۔ غزوۂ تبوک اور اس کے بعد کے اعلانات و واقعات اطراف عالم اور اقوام و ملل تک اسلام کی دعوت پہنچانے کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوئے۔ اگرچہ قرآن پاک آپؐ کا زندہ معجزہ بھی موجود ہے مگر علمی رہنمائی کے ساتھ عملی رہنمائی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

(۲) آج کل اصلاح معاشرہ کے بڑے نعرے لگتے ہیں، مگر سوسائٹی کی اصلاح اور معاشرہ کی تہذیب نہ نعروں سے ہوسکتی ہے نہ فقط تعلیم سے اور نہ ہی کسی تنظیم سے۔ اس میں شک نہیں کہ تنظیم بڑی طاقت ہے مگر چوروں کی تنظیم سے چوری میں اضافہ ہوتا ہے۔ مرزائیوں کی تنظیم سے ارتداد کو قوت پہنچے گی۔ اقتدار کے بھوکوں کی تنظیم ہوئی تو حصولِ اقتدار کیلئے زیادہ سے زیادہ خون خرابہ اور فساد برپا کرسکیں گے۔

معاشرے کی اصلاح کے لئے علم کے ساتھ عملی تربیت لازم ہے۔ اگر خوفِ خدا۔ مکارم اخلاق اور اخروی جواب دہی کا اندیشہ پیدا کئے بغیر آپؐ نے ایک قوم یا ایک جماعت کو دینی یا دنیوی علم سے آراستہ کردیا۔ اور ساتھ ہی ایک تنظیم بھی کردی۔ تو اس میں شک نہیں کہ آپؐ نے ایک طاقت پیدا کی۔ مگر خدا کے خوف سے بے نیاز اور اخروی ذمہ داریوں سے بے پرواہ ہونے والی اس طاقت سے بھی کچھ ظہور پذیر ہوگا جو امریکہ سے ویٹ نام میں ہُوا۔ یا پاکستان میں اسلام اسلام کہنے والوں کے

ہاتھوں جو دینِ اسلام کا حشر پچیس سال تک ہوا - یا اب اسلام اسلام کی رٹ لگانے والے مودودیوں سے ہو رہا ہے۔

حضور ہادی عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیسا معاشرہ تیار فرمایا۔

آج جب ہمارے سیاسی رہنما یا حکومت کے ذمہ دار دین کا نام لیتے ہیں تو زیادہ سے زیادہ وہ سکولوں اور کالجوں میں دینی تعلیم کی ضرورت پر بحث شروع کر دیتے ہیں۔ مگر آپؐ خدارا انصاف فرمائیں کہ اگر ہمارے نوجوانوں اور نونہالوں کو بے راہ روی سے باز نہ رکھا گیا۔ جوان لڑکوں لڑکیوں کو مانع حمل دواؤں اور آلات کا خوگر بنانے یا ان کے ذریعہ دوسروں کو لعنتی اعمال سکھانے کا سلسلہ جاری رہا۔ بڑے بڑے لوگ عورتوں کے ناچنے اور گانے سے لطف اندوز ہونے اور ناچنے گانے کے پروگراموں کو ترقی و ثقافت کا ضروری حصہ قرار دینے میں فخر محسوس کرتے رہے - نماز روزے کی پابندی غیر ضروری سمجھی جاتی رہی تو کالجوں میں دینی تعلیم سے معاشرہ کی اصلاح کیسے ہو گی۔ دینی تعلیم سے بہرہ ور ہو کر دین و علماء دین کی مخالفت تو اور زیادہ عذاب و قہر الٰہی کو دعوت دینے کا سبب بن سکتی ہے۔

اصلاحِ معاشرہ کا صحیح طریقہ

اصلاحِ معاشرہ کیلئے ہم کو ہادی عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے زانوئے ادب طے کر کے کچھ سیکھنا ہو گا۔

آپؐ کی پہلی تعلیم یہ ہے کہ اس کائنات کا ہم سب انسانوں کے ایک خالق ہے ایک مالک ہے - یہ کارخانہ عبث ولے کار نہیں ہے - یہ سورج چاند زمین آسمان، دریا، پہاڑ، ابر و باد، سب انسان کی خدمت کے لئے مسخر و مامور ہیں۔ اس کی غذا کا ایک ایک دانہ پیدا کرنے کے لئے تمام کائنات کو کام کرنا پڑتا ہے - اس کو تمام چرند،

پرند، درند، ہوا فضا، بحر و بر پر حاکمانہ اقتدار دیا۔ یہ اس لئے نہیں کہ یہ انسان گلچھرے اڑائے، شراب پیئے۔ خرمستیاں کرے بلکہ اسے خدائی کارخانہ کو اس کے منشا کے مطابق چلانے کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ اتنے بڑے مربی محسن اور قادر مطلق مالک کو پہچانے اور اسی کا ہو کر رہے۔ ہر وقت اسی کا خوف اس پر چھایا رہے ہر وقت اسی کی خوشنودی حاصل کرنے کے درپے ہو۔ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے۔ اور اسی کی عبادت کی دعوت سارے بندوں تک پہنچائے۔ یہی اس کا مقصدِ تخلیق ہے یہی اس کا طرۂ امتیاز ہے، اسی سے وہ حیوانوں سے ممتاز ہے۔

دوسری تعلیم یہ ہے کہ یہاں کے اعمال کا محاسبہ ہوتا ہے۔ جب انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، کائنات کو اس کے لئے مسخر کیا، اس کو عقل دی۔ اس کے بعد بھی وہ نہ سمجھے نہ اتنے بڑے مالک و محسن آقا کے احکام کی پرواہ کرے تو اس کو یونہی کیسے چھوڑا جا جا سکتا ہے۔ ان میں امتیاز اور سزا و جزاء کے لئے قیامت کا دن مقرر ہے۔ اس لئے فرماں بردار اور باغیوں کے حساب و کتاب اور سزا و جزاء کے لئے یوم الحساب اور یوم القیامۃ پر ایمان لانا ضروری ہے اور اسی حساب اور خدا تعالیٰ کے حضور پیشی کا تصور انسان کو نافرمانیوں سے باز رکھتا اور رات دن اچھے کاموں میں لگائے رکھتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس کی خوشنودی اور ناراضگی کے کاموں کا علم کیسے ہو کن باتوں سے وہ خوش ہوتا ہے اور کن کاموں سے ناراض۔ یہ بات انسان کے بس کی نہیں ہے۔ وہ نہ روح کا ادراک کر سکتا ہے نہ روحانیات کا۔ نہ پیدا ہونے سے پہلے کا اسے کچھ علم ہے نہ مرنے کے بعد کا۔ انسانوں کے انفرادی مسائل ہوں یا سارے بنی نوع انسان کے نفع و نقصان کے متعلق احکام ہوں۔ کالی دنیا کے لئے ہوں یا گوروں کے لئے۔ جوانی کے احکام ہوں یا بڑھاپے کے۔ سیاسی ہوں یا اخلاقی۔ سارے انسانوں۔ سارے زمانوں اور سارے ملکوں کے مفادات کے پیشِ نظر ایک جامع و مانع، کامل و مکمل

ضابطۂ عمل کا بنانا اسی کا کام ہے جس کا علم محیط ہے۔ اپنی مخلوق کی تمام حالتوں کا اور کارخانۂ قدرت کے چھوٹے بڑے سارے اجزاء کے مفید و مضر ہونے کا علم رکھتا ہے۔

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ہ

ترجمہ:- کیا وہ اپنی بنائی ہوئی چیزوں کو نہیں جانتا۔ حالانکہ وہ لطیف و خبیر ہے۔

پس یہ احکام ہمیں ایسے بزرگوں سے معلوم ہو سکتے ہیں جو بلا واسطہ اس ذات خداوندی سے تعلق رکھتے ہوں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات سے برگزیدہ بنا کر ہماری ہدایت کے لئے منتخب کر لیا ہو۔ جنہیں انبیاء علیہم السلام کہتے ہیں۔ جن کے سردار اور خاتم النبیین حضرۃ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ جو سب کے آخر میں ایسے زمانہ میں آئے جبکہ باہمی میل ملاپ اور مواصلات سے ساری دنیا تقریباً ایک قوم اور ایک ملک کی حیثیت اختیار کرنے والی تھی۔ اور جیسے وہ مادی ترقیات میں انتہا کو پہنچنے والی تھی ویسے ہی اس کے لئے روحانیات میں معراج کمال کے اس حد تک پہنچنے والی ہستی منتخب ہوئی۔

جس کے بعد اور کوئی حد انسانی پرواز کی ممکن نہیں۔ اسی نے انگلی کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر کے قیامت تک لوگوں کو بتا دیا کہ چاند پر جسمانی طور سے جانے کی مساعی سے کیا فائدہ۔ تم اصلی انسانی جوہر پیدا کرو یہ ساری کائنات تمہاری خادم اور تابع ہے۔

اس نے بارش کی خاطر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جس سے فوراً بارش ہو گئی تاکہ قحط زدہ انسان اپنی نجات اور مشکلات کا حل بادلوں اور ہواؤں کے خدا سے چاہیں اس نے بدر و حنین کے معرکوں سے رہتی دنیا تک کو یہ تعلیم دی کہ تم انسانیت

اور انسانوں کی دشمنی کے لئے نہیں۔ بلکہ نجات و ترقی انسانی کے لئے خدائی ہدایات پر کاربند ہو کر رہو تو کوئی مادی طاقت تم کو مرعوب و مغلوب نہیں کر سکے گی۔ اس نے جمہوریت، اشتراکیت، آمریت، سرمایہ دارانہ نظام، وفاقی نظام، وحدانی نظام، شخصی حکومت، پارٹی گورنمنٹ، کیپٹلزم، سوشلزم سب سے نرالا۔ سب سے بلند و بالا شورائی نظامِ حکومت کی نہ صرف تعلیم دی بلکہ عملاً بنا کر بتایا اور اس پر آپؐ کے خلفاء نے چل کر دنیا کی امامت و رہنمائی کا فرض ادا کیا۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَحْسَنَ الْجَزَاءِ ہ

آپؐ نے تعزیری قوانین پر اکتفا نہیں کیا۔ اس کے ساتھ بلکہ اس سے پہلے خوف خدا۔ اور یوم الحساب کی جواب دہی کا وہ یقین پیدا کیا جس کی مثال نہیں مل سکتی۔

آپؐ نے خدا کے گھر (کعبہ شریف اور حرم پاک) کی تعظیم کے لئے حدیبیہ میں اپنے سے کمزور اہل مکہ کی سخت شرائط کو تسلیم کیا تاکہ دنیا کو امن پسندی کا سبق اور جھوٹا وقار قائم کرنے کے لئے بلا وجہ متشددانہ کارروائیوں سے اجتناب کرنے کا نمونہ بنایا جا سکے۔ آپؐ نے خدا ہی کے نام کو بلند کرنے کے لئے دنیا کی عظیم ترین سلطنت سے ایک مہینہ کی مسافت پر دُور جا کر اس کی حدودِ سلطنت میں ٹکر لگانے کی ٹھانی تاکہ اہلِ حق کو حق کی خاطر بڑی سے بڑی قوت کو خاطر میں نہ لانے کا زریں اصول بتایا جائے اور اس کے لئے خود اعتمادی نہیں بلکہ خدا اعتمادی (خدا پر بھروسہ کرنے) کا عملی درس دیا جائے۔ آپؐ نے دن کو شمشیر و سناں سے لڑنے والے شیروں کو رات کا رونا سکھایا۔ آپؐ نے شب زندہ داروں کو میدانِ کارزار کا سپاہی بنایا۔ آپؐ نے بے سروسامانی اور مشکلات میں آقا کی خدمت کرنے کا چسکہ لگایا اور اللہ کی راہ میں جان و مال اور آسائش و آرام کو قربان کرنے کی لذت سے آشنا کرایا۔ اور کبھی دولتِ یقین

بخشنے اور توکّل علی اللہ پر ثابت قدم رکھنے کی خاطر مستجاب دعاؤں کا مشاہدہ کرایا۔ اور خدا کی غیبی امداد کو آنکھوں سے دیکھ لینے کا موقع بخشا۔ آپؐ نے یتیموں پر شفقت فرمائی۔ کمزوروں کو پناہ دی۔ اور بڑے بڑے ابوجہلوں کی گردنیں جھکا دیں۔ آپؐ نے حنین کے موقع پر غیور بہادر اور شریف دشمنوں کی استدعا پر ہزاروں قیدیوں اور غلاموں کو آزاد فرمادیا، لیکن غدار، عہد شکن، سازشی اور حق جانتے ہوئے محض ہٹ دھرمی کی بنا پر حق کی مخالفت کرنے والے بنو قریظہ کے چھ سو آدمیوں کو انہی کی کتاب کے حکم اور انہی کے ثالث کے فیصلے کے مطابق ذبح کرایا، جو بنی نوع انسان کے لاکھوں آدمیوں کو قتل کرانے کی سازشوں سے باز نہیں آرہے تھے اور اگر اپنی سازش میں کامیاب ہو جاتے تو تقریباً دس ہزار مسلمان ذبح ہو جاتے۔ آپؐ نے سب کو مسجد کی حاضری کا خوگر بنایا۔ خدا سے لو لگائی۔ روزے رکھوائے۔ نفس کو زیر کرایا۔ اطاعت و عبادت پر استقامت بخشی۔ جمال ازلی کے عشق و محبت میں سرشار کیا۔ دین و دیانت کا مجسمہ بنایا۔ آپؐ نے چٹائی پر لیٹ کر۔ بکری کا دودھ خود دوہ کر چھوٹے بڑوں اور اہل خانہ کو خود ابتداء بالسلام کرکے۔ مہینوں صرف کھجور یا دودھ پر گزارہ کرکے مسجد کی تعمیر میں خود مٹی یا پتھر ڈھو کر۔ بلکہ اپنا مبارک جوتہ خود گانٹھ کر۔ غریبوں اور امیروں کی باہمی شادیاں کرا کر۔ غریب مگر ذی علم دیانتدار مسلمانوں کو والی اور حاکم بنا کر۔ دنیا بھر کے غریبوں اور مزدوروں کی عزت کو چار چاند لگائے۔ امیروں کی ان کی قابلیت و اہلیت کے مطابق عزت افزائی کرکے

عدل و مساوات قائم کرکے امیر و غریب کے تنازعات و مشاجرات کو ختم کیا۔ عیش و عشرت کی بجائے سادہ زندگی عطا فرمائی۔

وہ محبوب رب العلمین تھے اس لئے محبوب العلمین بھی تھے۔

آپ کی محبت جزو ایمان ہے۔

آپ کی اطاعت ضامن نجات ہے۔

آپ کا قلب مبارک سراج منیر تھا (روشن کرنے والا چراغ تھا) جو دل مسلمان ہو کر آئینہ کی طرح اس سورج کے سامنے آیا وہ بھی جگمگا گیا۔ اسی لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ علیہم کے قلوب نورِ ایمان سے جگمگا رہے تھے۔

خدائی تادیب

بعد میں بعض فروعی مسائل میں صحابہؓ کا اختلاف رائے محض سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی سُنّت یا منشاء متعیّن کرنے کے سلسلہ میں ان کا اجتہادی فعل تھا۔ یہ اختلاف ایسا ہی تھا جیسے پہلے کے پیغمبروں کے شریعتوں میں تھوڑا بہت اختلاف تھا۔ جس کی وجہ سے کسی ایک کے خلاف لب کشائی نہیں کی جاسکتی۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم میں اجتہادی رائے سے لڑائی تک نوبت پہنچی۔ مگر ان کا ہر قدم محض اللہ کے لئے تھا۔ مجتہد کی غلطی بھی نیک نیتی کی وجہ سے باعثِ اجر ہوتی ہے۔ ان پر کیچڑ اچھالنے سے اسلام کی صداقت کے پہلے گواہوں کو مجروح کرنا ہے۔ اور ان کے آپس کی باتوں کو ہم لے کر ان کے خلاف استعمال کریں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے باپ چچا اور تایا کی باہمی سخت کلامی کو بیٹے نقل کر کے باپ یا چچا کو وہی باتیں کہنے لگ جائیں۔ اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے حکم دیا کہ میرے صحابہؓ کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کو نشانہ نہ بناؤ۔

اللہ اللہ فی صحابی لا تتخذوھم من بعدی غرضاً من حبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم

ترجمہ:۔ میرے اصحابؓ کے بارہ میں خدا سے ڈرو۔ خدا سے میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا۔ ان کی محبت میری محبت اور ان سے بُغض مجھ سے بُغض کی وجہ سے ہے۔ پس تاریخ کی غلط روایات کو ترک کرکے ہمارا ایمان ہے تاکہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے اس قول وحدیث اور حکم کو مانیں۔

ان کی یہ تاریخ پڑھیں اور معلوم کریں کہ ان سے بڑھ کر پیغمبرؐ کا تابع، پیغمبرؐ کا عاشق صادق اور ان سے بڑھ کر پیغمبرؐ کا مزاج شناس کوئی ہو سکتا ہے؟

ان کا اتباع ہی سرور کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا اتباع ہے۔ اسلاف اور بزرگان دین نے اسی لئے ان کا اتباع کرکے ان سے روشنی حاصل کی۔

بزرگانِ دین کی پیروی چھوڑ کر سوائے گمراہی اور دارین کی ذلت و رسوائی کے کیا حاصل ہو سکتا ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضؓ کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا

۱۔ صحاح ستّہ — مشہور ائمہ حدیث رح

۲۔ سیرۃ ابن ہشام — مصنّفہ ابن ہشام رح

۳۔ الرسول القائد — مصنفہ علامہ محمود شیت خطاب بغداد

۴۔ نشر الطیب — حضرۃ مولینا اشرف علی صاحب تھانوی رح

۵۔ غزوات مقدس — از مولانا محمد عنایت اللہ صاحب

۷۔ فن سپہ گری — مصنفہ: لفٹیننٹ کرنل برن صاحب
حرف آغاز: میجر جنرل فضل مقیم خانصاحب۔
حال: سکرٹری دفاع پاکستان
شائع کردہ: جی ایچ کیو راولپنڈی

مطبوعات مکی دارالکتب

● خطباتِ حضرت لاہوری

امام اولیاء قطب الاقطاب مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کے درسِ قرآن اور خطباتِ جمعہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں انسانوں کو راہِ راست پر لانے کا ذریعہ بنے۔ یہ خطبات حضرت لاہوری کے پچاس سالہ مطالعہ کا نچوڑ ہیں۔ ان خطبات میں آپ نے اسلام کے تمام ضروری موضوعات کو قرآن و سنت کی روشنی میں بیان فرمادیا ہے۔ مکمل سیٹ ۵ جلدیں۔ قیمت ۷۷۰/-

● نور البصر فی سیرت خیر البشر

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی

یہ سیرتِ نبوی پر مشتمل ایک بہترین اور معتبر کتاب ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا مواد قرآن و حدیث اور قابلِ سند تاریخ کی کتابوں سے ماخوذ ہے۔ سیرت پر متعصب غیر مسلم مؤرخین کی جانب سے کیے گئے اعتراضات کو بھی ردّ کیا گیا ہے۔ قیمت : مجلد : -/۱۲۰، کروموکارڈ : -/۷۰

● بہشتی زیور (مکمل و مدلل)

مولانا اشرف علی تھانوی

یہ کتاب اپنے نام اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے عالمگیر شہرت کی حامل ہے۔ اس میں عورتوں کی تعلیم سے متعلق وہ سب کچھ موجود ہے جو آپ اپنے گھر کی عورتوں کو پڑھانا چاہتے ہیں۔ خوبصورت جلد میں اعلیٰ معیار کی یہ کتاب آپ بچیوں کو جہیز میں بھی دے سکتے ہیں۔ قیمت :

● تحفۂ خواتین

مولانا عاشق الٰہی مدظلہ

یہ کتاب جس طرح اپنے نام سے ظاہر ہے خواتین کے لیے ایک بہترین تحفہ ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے ایسی تمام احادیث جن میں عورتوں کو مخاطب کیا گیا ہے یا عورتوں کے لیے کوئی حکم اور ہدایت موجود ہے جمع کر دیا ہے۔ قیمت : -/۱۲۰

● احکام میت

عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ

اس کتاب میں مصنف نے میت سے متعلق تمام احکامات جمع کر دیے ہیں۔ جو کفن سے لے کر دفن تک ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ قیمت :

● پیارے رسولؐ کی پیاری سنتیں

مولانا ابوحمزہ قاسمی

احادیث کی معتبر اور مستند کتابوں کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام معمولاتِ زندگی کو جمع کر دیا گیا ہے جس سے عام مسلمان بھی بڑی آسانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتوں سے واقفیت حاصل کر سکتا ہے۔ قیمت :

● سیرت خاتم الانبیاء

مولانا مفتی محمد شفیعؒ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر مگر نہایت جامع اور مستند سوانح عمری جو پاک و ہند کے ہزاروں مدارس میں شاملِ نصاب ہے۔ حضرت مدنیؒ اور حضرت تھانویؒ کی پسندیدگی اس کتاب کے لاجواب ہونے کی دلیل ہے۔ قیمت :

● تعلیم الاسلام

مفتی کفایت اللہ

اسلام کے بنیادی عقائد و احکامات پر مشتمل بچوں کے لیے لکھی گئی یہ کتاب مدارسِ عربیہ میں شاملِ نصاب ہے آپ بھی اپنے بچوں کو اسلام کے بنیادی احکامات سے متعارف کروائیے۔ قیمت : -/۳۶

● تاریخِ اسلام

مولانا سید محمد میاںؒ

اسلامی تاریخ مسلمانوں کا تاریخی ورثہ ہے ہمیں چاہیے کہ ہم بچپن ہی میں اپنے بچوں کو تاریخ اسلام سے متعارف کروائیں تاکہ وہ اسلام کے متعلق غلط پراپیگنڈے سے بچ سکیں۔ اس کے لیے یہ کتاب اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔ قیمت : -/۶۰

● جدید فقہی مسائل کا حل

مفتی محمد اشرف عاطف

روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے ایسے مسائل جن کا تعلق آج کے دور کی سائنس کی جدت کاریوں سے ہے ان کا آسان اور عام فہم حل آپ کو اس کتاب میں ملے گا۔ قیمت : -/۴۰

● **ایشیا کا عظیم انقلابی لیڈر**
سلمان منصور پوری

حضرت شیخ الہند کی حیات کا ایک اہم باب تحریک ریشمی رومال کی ولولہ انگیز داستان جہادِ حریت کا مستند تذکرہ۔ قیمت : -/۸

● **سیرتِ پاک** (بشیر محمد شارق)

عام فہم اور سہل انداز میں مختصر مگر جامع اور مستند سیرت رسولؐ بچوں اور بڑوں کے لیے یکساں مفید۔ قیمت : -/۵۶

● **علماءِ حق** (احمد حسین کمال)

اسلامی ہندوستان کی چار سو سالہ تاریخ کا خلاصہ۔ ہندوستان میں علماءِ حق کی جدوجہد آزادی اور قربانی کی لازوال داستان۔ قیمت : -/۱۰

● **میرا عقیدہ** (مولانا ابوالکلام آزادؒ)

حیاتِ عیسٰی پر مولانا ابوالکلام آزادؒ کا واضح موقف اور خطوط کا مجموعہ جن میں حیاتِ عیسٰی سے متعلق جوابات دیے گئے ہیں۔ قیمت : -/۱۵

● **منصب امامت**
شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

اسلامی سیاست کے اصول و مبادی۔ خلافت کی فرضیت اور اسلام کے سیاسی نظام سے متعلق بے شمار مباحث۔ قیمت : -/۹۰

● **لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر**
مولانا محمد تقی امینیؒ

لامذہبیت کی تاریخ، اسباب وجوہات حقیقی اور غیر حقیقی مذہب کا فرق، غیر حقیقی مذہب کے زندگی پر اثرات۔ قیمت : -/۷۰

● **تفسیر المقام المحمود** (آخری پارہ)
مولانا عبید اللہ سندھیؒ

قیام مکہ معظمہ میں حضرت سندھیؒ کے قرآنی علوم و معارف کو مولانا عبداللہ لغاری نے جمع کیا۔ جس کا ایک حصہ جو آخری پارہ پر مشتمل ہے۔ قیمت : -/۷۰

● **تہذیب کی جدید تشکیل** (مولانا تقی امینی)

دنیا ایک جدید تہذیب کی منتظر ہے۔ اس نئی تہذیب کا خالق اسلام ہی ہے۔ قیمت :

● **جنگ سیرتِ نبویؐ کی روشنی میں**
مولانا غلام غوث ہزارویؒ

جنگ پر سیرت کی روشنی میں تبصرہ حضورؐ کی جنگی حکمت عملی کا تجزیہ، عہد حاضر کے جنگی اصولوں کا اسلامی جنگوں سے موازنہ۔ قیمت :

مکی دارالکتب ◉ ۵۔ یوسف مارکیٹ
غزنی سٹریٹ ◉ اردو بازار ◉ لاہور

فون ۷۳۲۰۶۸۲

ہماری مطبوعات

کتاب	مصنف
1- نور البصر فی سیرۃ خیر البشر (سیرت رسول کریم)	مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ
2- خطبات حضرت لاہوریؒ	مولانا احمد علی لاہوریؒ
3- منصب امامت	شاہ اسماعیل شہیدؒ
4- شاہ ولی اللہ کا فلسفہ عمرانیات و معاشیات	شیخ بشیر احمد بی۔اے
5- اعمال قرآنی	مولانا اشرف علی تھانویؒ
6- پیارے رسول کی پیاری سنتیں	مولانا حمید الرحمن عباسی
7- قرآنی جنگ انقلاب	امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ
8- قرآنی شعور انقلاب	امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ
9- شعور و آگہی	امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ
10- ذاتی ڈائری	امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ
11- تفسیر المقام المحمود	امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ
12- تہذیب جدید کی تشکیل	مولانا محمد تقی امینیؒ
13- لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر	مولانا محمد تقی امینیؒ
14- عروج زوال کا الٰہی نظام	مولانا محمد تقی امینیؒ
15- تحریک پاکستان کا حقیقی پس منظر	مولانا حسین احمد مدنیؒ
16- سفرنامہ اسیر مالٹا	مولانا حسین احمد مدنیؒ
17- اسلام اور جمہوریت	مولانا ابو الکلام آزادؒ
18- امر بالمعروف	مولانا ابو الکلام آزادؒ
19- میرا عقیدہ	مولانا ابو الکلام آزادؒ
20- تحفۂ زوجین	مولانا عاشق الٰہی بلند شہری
21- تعلیم الاسلام (مکمل)	مفتی کفایت اللہؒ
22- تاریخ اسلام	مولانا سید محمد میاںؒ
23- سیرت پاک	بشیر محمد شارق دہلویؒ
24- ایشیاء کا عظیم انقلابی لیڈر	مولانا سلمان منصور پوری
25- جدید فقہی مسائل کا حل	مفتی محمد اشرف عاطف
26- برصغیر پاک و ہند کے علماء حق	احمد حسین کمال
27- مولانا ابو الکلام آزاد نے پاکستان کے بارے میں کیا کہا؟	احمد حسین کمال